

خلاصہ قرآنی تفسیر:

ذہنی سکون کا راستہ -

باب 4 النساء



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی
سکون کا باعث بنتا ہے

خلاصہ قرآنی تفسیر: ذہنی سکون کا راستہ - باب 4 النساء

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2025 کے ذریعہ شائع کردہ

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

ایک خلاصہ قرآنی تفسیر: ذہنی سکون کا راستہ - باب 4 النساء

پہلا ایڈیشن۔ 25 اپریل 2025۔

کاپی رائٹ © 2025 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

مندرجات کا جدول

مندرجات کا جدول

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

ایک نساء، آیات 1-6 – باب 4

باب 4 – ایک نساء، آیات 7-10

باب 4 – ایک نساء، آیات 11-14

باب 4 – ایک نساء، آیات 15-18

باب 4 – ایک نساء، آیات 19-25

باب 4 – ایک نساء، آیات 26-28

باب 4 – ایک نساء، آیات 29-31

باب 4 – ایک نساء، آیات 32-33

باب 4 – ایک نساء، آیات 34-35

باب 4 – ایک نساء، آیات 36-42

باب 4 – النساء، آیات 43-57

باب 4 – ایک نساء، آیات 58-70

باب 4 – النساء، آیات 71-81

باب 4 – النساء، آیات 82-87

باب 4 – النساء، آیات 88-104

باب 4 – ایک نساء، آیات 105-126

باب 4 – النساء، آیات 127-135

باب 4 – النساء، آیات 136-149

باب 4 – ایک نساء، آیات 150-170

باب 4 – ایک نساء، آیات 171-176 از 176

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ یوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔ اور ہمارے بھائی حسن کا خصوصی شکریہ، جن کے سرشار تعاون نے شیخ پوڈ کو نئی اور دلچسپ بلندیوں پر پہنچا دیا ہے جو ایک مرحلے پر ناممکن لگ رہا تھا۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com پر دی جا سکتی ہیں۔

تعارف

ذیل میں قرآن پاک کے باب نمبر 4 پر مکمل طور پر حوالہ اور سمجھنے میں آسان مفصل تفسیر (تفسیر) ہے۔ اس میں خاص طور پر ان اچھے خصائل پر بحث کی گئی ہے جن کو مسلمانوں کو اپنانا چاہیے اور جن برے خصائل سے انہیں بچنا چاہیے تاکہ وہ اعلیٰ کردار حاصل کر سکیں۔

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ایک نساء، آیات 1-6 - باب 4

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً
وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾

وَعَاثُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا
﴿٢﴾

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِسُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِثْقَلِ ذَرَّةٍ وَرُبْعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا
تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿٣﴾

وَعَاثُوا النِّسَاءَ صِدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ﴿٤﴾

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا
﴿٥﴾

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٦﴾

اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا" اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں، اور اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحم سے بھی، بے شک اللہ تم پر نگران ہے۔

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور اپنے عیب داروں کو ان کی بھلائی سے نہ بدللو۔ اور ان کے مال کو اپنے مال میں مت کھاؤ۔ بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر آپ کو ڈر ہے کہ آپ انصاف نہیں کریں گے تو پھر کسی ایک سے یا آپ کے دائیں ہاتھ والے غلاموں سے شادی کریں۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ تم [ناانصافی کی طرف] مائل نہ ہو۔

اور عورتوں کو ان کا تحفہ خوش اخلاقی سے دو۔ لیکن اگر وہ خوشی سے آپ کو اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے اطمینان اور آسانی کے ساتھ لے لو۔

اور کمزور لوگوں کو اپنا مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لیے رزق کا ذریعہ بنایا ہے، بلکہ اس سے ان کو رزق دو اور ان کو لباس پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

اور یتیموں کو [ان کی صلاحیتوں میں] جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ شادی کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر تم ان میں صحیح فیصلہ دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ اور اسے ضرورت سے زیادہ اور جلدی نہ کھائیں، [متوقع] کہ وہ بڑے ہوں گے۔ اور جو کوئی، [سرپرست کے طور پر کام کرتے وقت]، خود کفیل ہے [فیس لینے سے] باز رہے؛ اور جو غریب ہے وہ اس کے مطابق لے لے جو قابل قبول ہو۔ پھر جب تم ان کے مال ان کے لیے چھوڑ دو تو ان پر گواہ لاؤ۔ اور حساب لینے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔“

بہت سے دوسرے مذاہب اور طرز زندگی کے برعکس، اسلام بلا استثناء تمام لوگوں کے لیے ایک مذہب اور طرز زندگی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 1

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا ” اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دی ہیں۔

یہ اسلام کے اندر مساوات کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسلام لوگوں کی حیثیت کو ایک ہی معیار کی بنیاد پر پرکھتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی کتنی سچی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13:

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

لوگوں کی حیثیت کو جانچنے کے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جیسے کہ جنس، نسل اور سماجی طبقے، اور مسلمانوں کو ان کو نظر انداز کرنا چاہیے، ورنہ یہ مسلم قوم کے درمیان نسل پرستی اور تفرقہ کو جنم دیتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ کسی کی نیت دوسرے لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے وہ ظاہری اعمال کی بنیاد پر دوسروں کو دوسرے لوگوں سے بہتر نہیں ٹھہراتا اور اس لیے دوسرے لوگوں یا اپنی ذات کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے: کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

اسلام انسانوں کو سکھاتا ہے کہ ان کو ہر حال میں جس کی اطاعت کرنی چاہیے وہ ان کا خالق اور پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ باب 4 النساء، آیت 1

”...اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے “

درحقیقت، جو کوئی اطاعت کرتا ہے اور اپنی زندگی کا نمونہ بناتا ہے وہ وہی ہے جس کی وہ پوجا کرتا ہے، چاہے وہ کسی دیوتا کو نہ ماننے کا دعویٰ کرے۔ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ کسی چیز کی اطاعت اور پیروی کریں۔ چاہے یہ کچھ دوسرے لوگ ہوں، سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت یا باب 25 الفرقان، آیت 43 حتیٰ کہ ان کی اپنی خواہشات۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

کوئی شخص جس کی بھی اطاعت کرتا ہے اور جس کی پیروی کرتا ہے وہ وہی ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل کے ساتھ کریں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے دیگر تمام چیزوں پر عمل کریں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے رحمن کی طرف سے ذہنی سکون اور کامیابی عطا ہوگی۔ باب 2 البقرہ، آیت 163

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا" ہے۔

:باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جب کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے اور اس کے بجائے دوسری چیزوں کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے وہ اس رحمت سے محروم رہے گا جو دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے درکار ہے، خواہ اس کے پاس ساری دنیا ہی کیوں نہ ہو اور تفریح اور تفریح کے لمحات بھی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اختیار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔
:باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:اور باب 4 النساء، آیت 1

"...اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے "

مزید برآں، جب کوئی شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے تو اس کے لیے اس چیز کا استعمال کرنا درست اور معمول سمجھا جاتا ہے جو وہ چاہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے اندر موجود ہر چیز کا مالک ہے، جس میں انسان بھی شامل ہیں، اس کا مالک ہے، اس لیے وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کائنات میں کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں۔ لہذا، ایک شخص کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا مناسب ہے، کیونکہ وہ اکیلا ان سمیت پوری کائنات کا مالک ہے۔

اسی طرح جب کوئی اپنی کوئی چیز دوسرے کو قرض دیتا ہے تو یہ جائز ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کو قرض کے طور پر عطا اس فرمایا۔ اس نے اسے بطور تحفہ نہیں دیا۔ دنیاوی قرضوں کی طرح یہ قرض بھی چکانا چاہیے۔ قرض کی ادائیگی کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا استعمال ان طریقوں سے کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ دوسری طرف چونکہ جنت کی نعمتیں ایک تحفہ ہیں اس لیے لوگ ان کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے میں آزاد ہوں گے۔ باب 7 الاعراف، آیت 43

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو ”تم کرتے تھے۔“

اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ دنیوی نعمتوں کو جو جنت کے تحفوں کے ساتھ قرض کی حیثیت رکھتا ہے، میں خلط ملط نہ کرے۔

جو شخص اس سچائی کی قدر کرتا ہے وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، یہ طرز عمل انہیں دونوں جہانوں میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری: النساء، آیت 1 4 کر کے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کو یقینی بنائے گا۔ باب

”...اے لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے “

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، جو ان کے خالق اور مالک کائنات کا ہے، وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روک دے گا، یہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا اور یہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری کرنے سے روک دے گا۔ لہذا یہ رویہ دونوں جہانوں میں مصائب، تناؤ اور پریشانیوں کا باعث بنے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر [زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کھاتے تھے۔"

:باب 4 النساء، آیت 1

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور"

"ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں منتشر کیں۔

جیسا کہ تمام بنی نوع انسان کی ایک ہی اصل ہے، یہ دوسروں کے لیے مخلص ہونے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے، خواہ ان کے عقیدے سے قطع نظر۔ صحیح مسلم نمبر 196 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت یہ اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے مخلص ہونا اتنا ضروری ہے کہ اسے دو اہم فرائض کے ساتھ رکھا گیا ہے: فرض نماز اور صدقہ فطر، صحیح بخاری نمبر 57 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ ایک دوسرے کے لیے ان کی مالی مدد کرنا ضروری ہے، اس کے مطابق ان کی مالی مدد کرنا۔ جذباتی امداد کسی کو اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں اور ان کے مال سے دور رکھنا چاہیے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان اور مومن کی یہی تعریف ہے۔ کوئی شخص دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کر کے اخلاص اختیار کر سکتا ہے جیسا کہ وہ خود لوگوں سے سلوک کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رشتہ داروں کے حقوق کو اپنے خوف سے جوڑ کر ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 1

"...اور اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحم"

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کا، براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہے۔ اگرچہ حقوق العباد لوگوں کے حقوق سے مختلف ہیں لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی اس کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جہالت کی وجہ سے مسلمان اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے میں اچھے ہوتے ہیں جیسے کہ فرض نمازیں ادا کرتے ہیں لیکن لوگوں کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے صرف اس کے حقوق کی فکر کرتے ہیں۔ اسلام ایک مکمل طرز عمل ہے جو ہر اس صورتحال اور ہر دنیاوی نعمت پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے وہ تعامل کرتا ہے۔ لہذا ہر ایک نیت، قول اور عمل کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، چاہے وہ حقوق العباد، اللہ تعالیٰ، یا لوگوں کے ساتھ مربوط ہیں۔ باب 99 زلزال، آیات 7-8

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ہمیشہ جامع نصیحتیں دیتا ہے۔ اس معاملے میں، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اکثر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ صرف اس ایک نصیحت پر عمل کرنے سے ہی معاشرے میں خوشحالی، امن اور انصاف یقینی ہو گا۔ اگر ہر شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے تو کبھی کسی بیرونی ذریعہ سے کسی اور امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ یقینی بنائے گا کہ خاندان کی ہر اکائی کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، جس کے نتیجے میں پورے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

ضروری ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی ہر اس چیز میں مدد کرے جو اسلام میں قابل تعریف ہے اور انہیں ہر اس چیز سے خبردار کرے جو قابل ملامت ہو۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

افسوس کی بات ہے کہ آج بہت سے مسلمان اس نصیحت کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے بجائے دوسروں کی مدد کرتے ہیں ان کے ساتھ اپنے تعلق کے مطابق، اس بات سے قطع نظر کہ جس چیز میں وہ ان کی مدد کر رہے ہیں وہ اچھی ہے یا بری۔ ایک مسلمان کو مندرجہ ذیل آیت میں بتائی گئی ترتیب پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے رشتہ داروں کی صرف ان چیزوں میں مدد کرنا چاہیے جن کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہے۔ باب 4 النساء، آیت 1

“...اور اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحم ”

اپنے رشتہ داروں کو ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے، جس میں جذباتی، جسمانی اور مالی مدد شامل ہے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ لوگوں کے ذریعہ بیان کردہ اچھے رشتہ دار کے معیار اور تعریف پر زیادہ توجہ نہیں دینی چاہئے، کیونکہ ان کا معیار اور تعریف اکثر اسلام کے مقرر کردہ تعریف اور معیار سے متصادم ہوتی ہے۔ اس کے بجائے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، خواہ وہ رشتہ دار ان کو اچھا رشتہ دار سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو اپنے رشتہ داروں سے دنیاوی وجوہات کی بنا پر کبھی بھی رشتہ نہیں توڑنا چاہیے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5984 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص اپنے رشتہ داروں سے دنیاوی وجوہات کی بنا پر تعلق توڑے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ، اگرچہ ایک مسلمان اپنے رشتہ دار سے مذہبی وجوہات کی بناء پر تعلقات منقطع کر سکتا ہے، لیکن یہ بہتر ہے کہ اپنے رشتہ دار سے اچھے کاموں میں ان کی مدد کر کے اور برے کاموں میں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے تعلقات قائم رکھے، کیونکہ اس سے ان کے رشتہ دار کو اپنی گمراہی سے سچی توبہ کی ترغیب مل سکتی ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ دونوں اسلام کے اہم پہلو ہیں اور قیامت کے دن ان سے سوال کیا جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 1

”بے شک اللہ تم پر ہمیشہ دیکھنے والا ہے۔“

اپنے رشتہ داروں کے حقوق پر بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ، پھر سماجی طور پر کمزور سمجھے جانے والے یتیموں کے حقوق ادا کرنے کی اہمیت پر بات کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 2

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور اپنے عیب داروں کو ان کی بھلائی سے نہ بدلو اور ان کا مال ”اپنے مال میں نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔“

عام طور پر دیکھا جائے تو اسلامی تعلیمات میں یتیموں کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اکثر اپنی سماجی کمزوری کی وجہ سے اپنے حقوق سے محروم رہتے ہیں۔ لہذا، ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ان لوگوں کی مدد کریں جو معاشرے میں سماجی طور پر کمزور سمجھے جاتے ہیں، جیسے کہ یتیم اور بیوائیں، اپنے وسائل کے مطابق۔ آج کے دور میں یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرنا انتہائی آسان ہو گیا ہے کیونکہ کوئی بھی اسے چند منٹوں میں آن لائن ترتیب دے سکتا ہے۔ اور کفالت کی رقم اکثر ان کے ماہانہ فون بل سے کم ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اسلام کے اس اہم حصے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل تائید کا باعث ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اس کا قرب حاصل ہوگا۔ صحیح بخاری نمبر 6005 میں موجود حدیث میں اس کی نصیحت ہے۔ آخرکار بیوہ جیسے مسکینوں کی دیکھ بھال کرنے والے کو رات بھر عبادت کرنے اور کی گئی ہے روزے رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں

- لہذا جس شخص کو نفلی اعمال مثلاً نفلی رات کی نماز اور نفلی روزے کرنا اس کی تلقین کی گئی ہے مشکل ہو اسے اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے تاکہ کم سے کم محنت سے یہ ثواب حاصل ہو سکے۔

یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو بھی اسباب ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ نے انہیں قرض کے طور پر عطا کیا ہے نہ کہ بطور تحفہ۔ قرض اس کے مالک کو ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قرض دیا گیا ہے اسے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا استعمال اس کی رضا کے لیے ہو۔ لہذا ضرورت مندوں کی مدد کرنے والا صرف وہی قرض ادا کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر قرض ہے۔ جب کوئی اس کو یاد کرے گا تو یہ اسے اس طرح برتاؤ کرنے سے روک دے گا جیسے وہ اللہ تعالیٰ یا کسی ضرورت مند پر احسان کر رہے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی نعمتوں سے نوازا اور ضرورت مندوں کی مدد کر کے ان گنت انعامات حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ ضرورت مند شخص نے عطیہ دہندگان کی مدد کو قبول کر کے ایک احسان کیا ہے۔ اگر ہر ضرورت مند دوسروں کی امداد کو ٹھکرا دے تو اللہ کی تعلیمات میں بیان کردہ اجر کیسے ملے گا؟ ان نکات کو یاد رکھنے سے غلط رویہ اپنانے سے ثواب ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔

آخر میں، ضرورت مندوں کی مدد کرنے میں کسی بھی شخص کی جائز ضرورت کو پورا کرنا شامل ہے۔ اس میں جذباتی، جسمانی اور مالی ضروریات شامل ہیں۔ اس لیے کوئی بھی مسلمان خواہ اس کے پاس کتنی ہی کم دولت کیوں نہ ہو، اس اہم فریضے کو ادا کرنے سے عذر نہیں کر سکتا۔

باب 4 النساء، آیت 2

”اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور اپنے عیب داروں کو ان کی بھلائی سے نہ بدلو۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے عیب دار اثاثوں مثلاً ان کی جائیداد کو یتیم کے بہتر اثاثوں کے بدلے ان کے زیر کفالت ہونے سے خبردار کیا ہے۔ اس سے بچا جا سکتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جو وہ خود چاہتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ دوسروں کے ساتھ ہمیشہ عدل و انصاف کے ساتھ پیش آنا چاہیے کیونکہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

:باب 4 النساء، آیت 2

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور اپنے عیب داروں کو ان کی بھلائی سے نہ بدلو اور ان کا مال”
”اپنے مال میں نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرز عمل سے جو بھی دنیاوی چیز حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت :باب 53 عن نجم، آیت 43 اور کنٹرول سے نہیں بچ سکتے۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اس کے علاوہ جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا اور ان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا۔ اس نتیجے کے طور پر سے دونوں جہانوں میں ان کے تناؤ، پریشانی اور مشکلات میں اضافہ ہی ہوگا۔

ان کی زندگی میں ہر چیز، جیسے کہ ان کا خاندان، دوست، کیریئر اور دولت، ان کے لیے تناؤ کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، تو وہ اپنی زندگی کے اندر کی غلط چیزوں اور لوگوں کو، جیسے کہ ان کی شریک حیات، کو اپنے تناؤ کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ جب وہ ان اچھے لوگوں کو اپنی زندگیوں سے نکال دیتے ہیں، تو یہ ان کے ذہنی عارضے میں صرف اس وقت تک اضافہ کرے گا جب تک کہ وہ ڈپریشن، نشے کی لت اور یہاں تک کہ خودکشی کے رجحانات میں ڈوب نہ جائیں۔ اگر کوئی اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا رہے تو وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ آخرت میں جو عذاب انہیں بھگتنا پڑے گا وہ اس سے بھی بدتر ہو گا جو اس دنیا میں بھگتنا پڑا۔

آخر میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کوئی بھی مال یا دوسری دنیاوی چیزیں جو ناجائز طریقے سے حاصل کی جائیں وہ صرف اس کے اٹھانے والوں کے لیے لعنت ہی بنتی ہیں کیونکہ ان حرام چیزوں کے ساتھ جو بھی اچھے اعمال وہ انجام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے رد کر دیتا ہے اور اگر وہ سچے دل سے توبہ کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو دونوں جہانوں میں ان کے گناہ اور عذاب میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کی کمائی اور اس کا استعمال ہے جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی خراب ہے تو جو کچھ بھی اس سے نکلے گا وہ خراب ہو جائے گا اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ وہ اچھے اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کا نتیجہ نکالنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔

باب 4 النساء، آیت 2

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور اپنے عیب داروں کو ان کی بھلائی سے نہ بدلو اور ان کا مال ”اپنے مال میں نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔“

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک یتیم کے سرپرست نے بالغ ہونے کے بعد یتیم کے اثاثے اسے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ جب یہ مقدمہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ولی نے صدق دل سے توبہ کی اور اثاثے یتیم کو واپس کر دیئے۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچ گیا وہ جنت میں جائے گا۔ اس پر امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ، اصحاب النزول ، 4:2، صفحہ 48 میں بحث کی گئی ہے ۔

:باب 4 النساء، آیت 3

اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کرو گے تو ان عورتوں میں سے دو دو یا "تین تین یا چار چار سے نکاح کر لو، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہے کہ تم عدل نہ کرو گے تو ایک سے یا "تمہارے دائیں ہاتھ والوں سے نکاح کر لو، یہ زیادہ مناسب ہے کہ تم ظلم کی طرف مائل نہ ہو جاؤ۔"

اگرچہ مسلمان مردوں کو ایک وقت میں چار عورتوں تک شادی کرنے کی اجازت ہے، لیکن انہیں ان سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہوئے انصاف برقرار رکھنا چاہیے، جیسے کہ مالی کفالت اور وقت۔

اسلام مردوں کو ایک ساتھ چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے جبکہ عورتیں کسی ایک وقت میں صرف ایک ہی شوہر رکھ سکتی ہیں۔ اس فرق کی بہت سی وجوہات ہیں۔ مثال کے طور پر اسلام کی آمد میں زیادہ تر خواتین کے پاس پیشے نہیں تھے، جیسا کہ آج کرتے ہیں، لہذا جب بھی کوئی عورت بیوہ یا طلاق یافتہ ہوتی تھی، اکثر اس کے پاس اپنے یا اپنے بچوں کو پالنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا تھا۔ اس نے خواتین کو غیر قانونی سرگرمیوں کی طرف مجبور کیا۔ اس کو ختم کرنے کے لیے مردوں کو چار عورتوں تک شادی کرنے کی اجازت دی گئی۔

اس کے علاوہ، جب ایک مرد کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب بھی بیویوں میں سے کوئی ایک بچہ جنم دیتی ہے تو والدین کون ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ایک عورت کو ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کرنے کی اجازت دی گئی تو باپ کی شناخت مشکل ہو جائے گی کیونکہ بہت سے لوگ جدید سائنسی ٹیسٹوں کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ ان میں سے بہت سے جو ان کی استطاعت رکھتے ہیں وہ اپنے آپ کو والدین کے بوجھ سے آزاد کرنے کے لیے ان ٹیسٹوں کے ذریعے فراہم کردہ ڈیٹا کی تردید کریں گے۔ یہ ان گنت سماجی مسائل کا باعث بنے گا جیسے ٹوٹے ہوئے خاندان اور واحد والدین کے گھر۔ اس قانون میں اس پیشین گوئی کو بھی مدنظر رکھا گیا کہ قریب قریب عورتوں کی آبادی اس حد تک بڑھ جائے گی کہ ہر ایک مرد کے مقابلے میں پچاس عورتیں ہو جائیں گی۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4045 میں موجود ایک حدیث میں اس پر بحث ہوئی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام میں کوئی جبر نہیں ہے لہذا عورت کسی خاص شخص سے شادی سے انکار کرنے میں آزاد ہے۔ اس کے علاوہ، ایک آدمی کو ہمیشہ اپنی شریک بیویوں کے ساتھ یکساں اور احترام کے ساتھ پیش آنے کی نیت کرنی چاہیے، جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔

آخر میں، یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ کس طرح کچھ لوگ متعدد بیویوں پر اعتراض کرتے ہیں پھر بھی ایک سے زیادہ شراکت داروں کو قبول کرتے ہیں حالانکہ سابقہ مرد کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی تمام بیویوں سے یکساں سلوک کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ وہ ان میں سے ہر ایک کے حقوق کو پورا کرے، جبکہ اس قسم کا اور منصفانہ سلوک صرف اس صورت میں موجود نہیں ہے جب ایک کے متعدد شریک ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ عدل اور مہربانی سے جڑی شادی پر اعتراض کرتے ہیں پھر بھی زنا سے خوش ہیں۔ شادی بچوں کے لیے مستحکم اور معاون گھروں کو جنم دیتی ہے جب کہ متعدد شراکت داروں کا ہونا ٹوٹے ہوئے اور غیر معاون گھروں کی طرف لے جاتا ہے۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ شادی کی ترغیب دیتا ہے اور ناجائز تعلقات سے منع کرتا ہے۔ جب ایک جوڑے ایک شادی شدہ جوڑے کی طرح ایک دوسرے کے لیے حقیقی طور پر وقف نہیں ہوتے ہیں، تو پھر ان کو درپیش کوئی بھی حقیقی مشکلات جوڑے کے لیے زیادہ جذباتی دباؤ کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے کا صحیح طریقے سے ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ کسی کی زندگی میں ایک سے

زیادہ رشتوں کا آنا اور باہر آنا بلاشبہ ان کی ذہنی صحت پر نقصان دہ اثر ڈالتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے شراکت داروں سے الگ ہوجاتے ہیں وہ اکثر مشاورت میں ختم ہوجاتے ہیں۔ وہ ان رشتوں سے گریز کرنے والوں سے زیادہ ذہنی عارضے مثلاً ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ، وہ لوگ جو معاشرے میں ایک سے زیادہ شراکت داروں کے لیے جانے جاتے ہیں، ان کے لیے مناسب شریک حیات ملنے کا امکان کم ہوتا ہے جو ان کے حقوق کو پورا کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی زندگی میں ایک سے زیادہ ساتھی ہوں گے وہ ایک ڈھیلے اور ناپسندیدہ کردار کو اپنائے گا، جسے لوگ شادی جیسے سنجیدہ عزم کے خواہاں ہیں، ناپسند کریں گے۔ یہ صرف اس شخص کے لیے جذباتی تناؤ میں اضافہ کرے گا جس کے ایک سے زیادہ شراکت دار ہوں۔ آرام دہ اور پرسکون تعلقات میں، جوڑے اکثر ایک ہی طول موج پر نہیں ہوتے ہیں۔ مطلب، دونوں میں سے ایک ہمیشہ تعلقات کو زیادہ سنجیدگی سے لیتا ہے، جیسے کہ اپنے ساتھی کے ساتھ بسنے کی خواہش۔ جبکہ دوسرا اپنے مستقبل کے بارے میں ایسا محسوس نہیں کرتا۔ جب رویے میں یہ فرق بالآخر سامنے آتا ہے تو یہ اکثر اس شخص کے لیے طویل عرصے سے جذباتی صدمے کا باعث بنتا ہے جس نے اس رشتے کو زیادہ سنجیدگی سے لیا تھا۔ جبکہ ایک شادی شدہ جوڑے پہلے قدم سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ طویل مدتی وابستگی کے سلسلے میں ایک ہی طول موج پر ہوتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑے ہر حال میں ایک دوسرے کے لیے وقف ہوتے ہیں، چاہے انہیں ایسے حالات کا سامنا ہو جو منصوبہ بند ہوں یا غیر منصوبہ بند، جیسے بچے پیدا کرنا۔ یہ رویہ عام جوڑوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنا بھی ایک شخص کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف بناتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو پوری طرح سے جانتا ہے اور اگر وہ شادی کرتے ہیں تو وہ اکثر شادی کے بعد اپنے شریک حیات کی تبدیلی کی شکایت کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، وہ تبدیل نہیں ہوئے۔ جو چیزیں تبدیل ہوئیں وہ ان کے تعلقات کی ذمہ داریاں اور دباؤ تھیں۔ یہ مسئلہ اکثر ان جوڑوں کے لیے شادی کے مسائل کا باعث بنتا ہے جو شادی سے پہلے رشتے میں تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ شادی سے پہلے ایک ساتھ رہتے ہیں تب بھی ایک ہی مسئلہ ہوگا۔ اس کے علاوہ، یہ کوئی راز نہیں ہے کہ جب بھی کسی کو اپنے ساتھی کے ساتھ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کا ان کی زندگی کے ہر دوسرے پہلو پر کتنا شدید اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے نوجوان صرف اس لیے تعلیم چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ہر روز اپنے سابق ساتھی کو دیکھنے کا سامنا نہیں کر سکتے۔ چونکہ شادی دو لوگوں کے درمیان ایک گہرا تعلق اور وابستگی ہے، اس لیے ان کے ٹوٹنے کا امکان کم ہی ہوتا ہے انہی معمولی مسائل پر جو عام جوڑے کے ٹوٹ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ، کسی شخص کو کسی غیر قانونی رشتے کی ظاہری شکل میں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہیے کہ اس میں جوڑے یا وسیع تر معاشرے کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے۔ چونکہ لوگ محدود علم رکھتے ہیں، انتہائی کم نظر ہوتے ہیں اور اکثر اپنے جذبات پر قابو پاتے ہیں، اس لیے وہ غلط طور پر یقین کر سکتے ہیں کہ شادی سے باہر رشتہ رکھنا بے ضرر ہے جبکہ وہ اس چھپے ہوئے زہر کو دیکھنے میں

ناکام رہتے ہیں جو ان پر اور دوسروں پر منفی اثر ڈالے گا۔ غیر قانونی تعلقات میں رہنے والے مسلمان کو وقت کے ساتھ ساتھ مزید قدم اٹھانے اور اپنے ساتھی کے ساتھ گناہ کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ چونکہ جذبات اور احساسات پر قابو پانا مشکل ہے اور چونکہ یہ گناہ، جیسے زنا، زیادہ تر معاشروں میں معمول بن چکے ہیں، اس لیے ایک غیر شادی شدہ جوڑا آسانی سے ان گناہوں میں پڑ سکتا ہے۔ یہ ان کے اور معاشرے کے لیے بے شمار دیگر مسائل کا باعث بنتا ہے، جیسے کہ ناپسندیدہ حمل اور یہاں تک کہ اسلام کے اندر دیگر بڑے گناہوں کو کم تر کرنا۔ اس کے علاوہ، یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے ناجائز تعلقات کے اندر کوئی اور بڑا گناہ نہیں کرتا، جیسے کہ زنا، تب بھی ان کے جذبات انہیں واضح طور پر سوچنے سے روکیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی سے اچھی طرح شادی کر سکتے ہیں، یہ سمجھے بغیر کہ وہ مناسب شریک حیات نہیں ہیں، چاہے وہ ایک اچھا ساتھی ہی، کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے دباؤ اور ذمہ داریاں، جیسے کہ شریک حیات اور بچوں کے حقوق کی تکمیل، جوڑے کے درمیان تعلقات کو بدل دیتی ہے جس کے نتیجے میں اکثر ازدواجی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شادی شدہ جوڑے جو شادی سے پہلے اکٹھے تھے اکثر ایک دوسرے پر شادی کے بعد اپنے رویے میں تبدیلی کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ کتنا ہی وقت گزارتا ہے، وہ کبھی بھی اپنے کردار کو نہیں جان پائیں گے جیسے ایک شادی شدہ جوڑا ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں پوشیدہ منفی خصوصیات شادی کے بعد ظاہر ہو جائیں گی، جو شادی کے مزید مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ ایک سچائی جسے اکثر غیر قانونی تعلقات میں رہنے والے کسی شخص کی طرف سے نظر انداز کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص ایک اچھا ساتھی بناتا ہے وہ اس بات کی ضمانت نہیں دیتا ہے کہ وہ ایک اچھا شریک حیات یا اچھا والدین بنائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک اچھا ساتھی بنانے کے مقابلے میں ایک اچھا شریک حیات اور والدین بنانے کے لیے مختلف خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے ساتھی کے لیے اپنے جذبات کی وجہ سے، ایک شخص اکثر شادی کے لیے ایک متقی شخص کو منتخب کرنے کی اہمیت کو نظر انداز کر دیتا ہے، کیونکہ وہ واحد شخص ہے جو اپنے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کو پورا کرے گا اور انہیں نقصان پہنچانے سے گریز کرے گا، خواہ وہ غصے میں ہوں۔ جبکہ جو شخص تقویٰ نہیں رکھتا وہ اپنے شریک حیات یا بچوں کے حقوق ادا نہیں کرے گا اور ان پر ظلم کرے گا، خاص طور پر جب وہ ناراض ہوں گے۔ جس کا ساتھی ہے وہ اس اہم نکتے کو نظر انداز کر دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی سے ان کے جذبات کی وجہ سے شادی کر لے گا، خواہ وہ تقویٰ کا مالک نہ ہو۔ محبت جیسے جذبات انسان کو اپنے محبوب کی منفی خصوصیات سے اندھا اور بہرا بنا دیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 5130 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، جو ایک ناپاک کردار کو اپناتا ہے اور اس وجہ سے اس کے متعدد شراکت دار ہیں وہ ہمیشہ بدکار لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ ناپاک لوگ ہمیشہ ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور

صرف اپنی خواہشات کی تکمیل میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کے حقوق کا احترام نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے حقوق ادا کریں گے، خواہ ان کی شادی ہو جائے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناراض ہوتا ہے، تو وہ آسانی سے زبانی طور پر اسے گالی دیتے ہیں اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں ایک طوائف سے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ بعد میں معافی مانگتے ہیں، تو یہ زبانی توہین ہمیشہ جذباتی نشانات چھوڑ دیتی ہے جو ٹھیک نہیں ہوتی اور اکثر کسی کی ذہنی صحت کے لیے جسمانی زیادتی سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے ناپاک اور ڈھیلے کردار کی وجہ سے ناپاک لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ان کے ساتھی یا شریک حیات کی طرف سے جسمانی طور پر زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔ جس لمحے ناپاک شخص ان ظاہری خوبیوں سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھی کو اس کی طرف راغب کرتی ہیں، جیسے کہ اس کی خوبصورتی، اس کا ناپاک ساتھی یا شریک حیات کسی اور کی تلاش کرے گا۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ ناپاک لوگوں کے اکثر غیر ازدواجی تعلقات ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی یا شریک حیات کے ساتھ ایک گاڑی کی طرح سلوک کریں گے جو تھوڑی دیر کے لیے استعمال ہوتی ہے اور پھر اسے اپ گریڈ کیا جاتا ہے۔ اس رویے کی وجہ سے ہونے والے جذباتی صدمے کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ، اگر جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے بھی جب اپنے والدین سے ناراض ہوتے ہیں، ان پر زبانی گالیاں دیں گے، خاص طور پر ماں کو، اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں طوائف سے کریں گے۔ اپنے ہی بچے کے ساتھ بدسلوکی کے نتیجے میں جو جذباتی داغ پڑتے ہیں اس کا ازالہ مشکل ہے۔ دوسری طرف، جو معمولی کردار کو اپناتا ہے وہ معمولی اور اچھے لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ لوگ، جیسے کہ ایک ساتھی یا شریک حیات، اپنے حقوق کو پورا کریں گے اور ان کی طرف سے جو بھی زبانی بدسلوکی کی گئی ہے اسے مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ اس میں شامل ہر شخص جانتا ہے کہ توہین درست نہیں ہے۔ اگر اس جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے اپنے معمولی اور راست کردار کی وجہ سے والدین دونوں کا احترام کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جو بھی بچے غیر ارادی طور پر رشتے سے پیدا ہوتے ہیں وہ ان کے تعلقات پر مزید دباؤ ڈالتے ہیں، جس کے نتیجے میں اکثر وہ الگ ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ بچے کی پرورش کی ذمہ داری بانٹنا نہیں چاہتے۔ اس سے بچے کے بڑے ہونے کے لیے ایک ٹوٹا ہوا گھر بنتا ہے جہاں انہیں والدین دونوں کی حمایت اور نگرانی حاصل نہیں ہوتی، جو اکثر ہر کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جرائم، گروہوں میں ملوث نوجوانوں کی اکثریت اور وہ بچے جنہیں جنسی شکاریوں نے پالا ہے اور گھریلو تشدد کا شکار ہیں، ٹوٹے پھوٹے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بچے کی صحیح طریقے سے پرورش کرنا جب کوئی بچہ چاہتا ہے تو بہت مشکل ہوتا ہے، پھر کیا کوئی بچے کی صحیح پرورش کے جذباتی دباؤ کا تصور کر سکتا ہے جب کہ والدین پہلے بچے کی خواہش نہیں رکھتے تھے؟ یہ بچے کی پرورش پر منفی اثر ڈالتا ہے اور اکثر پہلے بیان کردہ مسائل کا

باعث بنتا ہے۔ یہ تناؤ اکثر واحد والدین کی طرف سے بچے کو پرورش یا گود لینے کے لیے ترک کر دیتا ہے، جس کے زیادہ تر معاملات میں بچے پر نقصان دہ منفی اور طویل مدتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس سے بچے کے گمراہ ہونے کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔

غیر قانونی تعلقات کے اندر یہ سب اور زیادہ منفی چیزیں کسی ایسے شخص کی تعریف نہیں کی جا سکتی جو جذباتی یا جاہل ہو، چاہے غیر قانونی تعلقات بے ضرر ہی کیوں نہ ہوں۔ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ہونا بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی ایسے کھانے کا کھانا جو حقیقت میں زہر آلود ہونے پر مزیدار لگتا ہے۔ چونکہ یہ زہر پوشیدہ ہے، اس لیے کسی ایسے شخص پر بھروسہ کرنا چاہیے جو اس زہر سے واقف ہو اور ان کی نصیحت پر بھروسہ کرے کہ وہ کھانے سے پرہیز کرے جو لذیذ لگتا ہے، خواہ یہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو جانتا ہے، خاص کر بعض اعمال اور رشتوں کے اندر چھپے زہروں کو، اس لیے اس کی نصیحت کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، خواہ وہ خواہشات کے خلاف ہو۔ یہ ایک عقلمند مریض کی طرح ہے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں اور غذا کا سخت منصوبہ۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کے مشورے محدود علم تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی دباؤ سے بچ سکیں۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور جو نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان بے شمار شاخوں کے مسائل کو اصل مسئلہ یعنی ناجائز تعلقات کو ممنوع قرار دے کر اور شادی کی ترغیب دے کر دور کر دیا جس کے تحت ایک جوڑے نے اپنے آپ کو ایک دوسرے اور اپنے بچوں کے لیے مخلصانہ طور پر وقف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ بار بار شوہروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو جہیز دیں کیونکہ یہ عقد نکاح کا ایک حصہ ہے۔ باب 4 النساء، آیت 4

"اور عورتوں کو ان کی [دلہن کے] تحفے خوش دلی سے دو۔"

انہیں خوشی کے ساتھ دینا چاہئے اور اسے مستقبل میں اپنی بیوی پر تنقید کرنے کے بہانے کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ اگر طلاق ہو جائے تو انہیں زبردستی واپس لینے کی اجازت نہیں ہے۔ طلاق کی صورت میں، جہیز بیوی کے لیے معاوضے کے طور پر کام کرتا ہے اور اس کی مالی ذمہ داریوں میں اس کی مدد کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 20

لیکن اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی سے بدلنا چاہتے ہو اور تم نے ان میں سے کسی کو بہت زیادہ رقم [جہیز یا تحفہ میں] دی ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو، کیا تم اسے ظلم اور صریح گناہ میں لے لو گے؟

اپنی شادی کے دوران کسی بھی طرح سے جہیز استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ یہ صرف اس کی بیوی کا ہے، جب تک کہ وہ اسے اپنے شوہر کے ساتھ شریک نہ کرے۔ باب 4 النساء، آیت 4

لیکن اگر وہ خوشی سے آپ کو اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے اطمینان اور آسانی کے ساتھ لے لو۔

عام طور پر دیکھا جائے تو اسلام واضح کرتا ہے کہ بیوی اور بچوں کے مالی معاملات شوہر کی ذمہ داری ہیں اور اسے اپنی بیوی سے کسی مالی مدد کا مطالبہ کیے بغیر اپنے خاندان کا انتظام کرنا چاہیے۔ لیکن اگر وہ اس کا انتخاب کرتی ہے، تو وہ خوشی سے اس خاندان کی مالی مدد کر سکتی ہے اور اسے اس کے حق میں ایک اچھا کام کے طور پر درج کیا جائے گا۔ اگر وہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ خاندان کے مالی معاملات کی دیکھ بھال کی ذمہ داری صرف شوہر کی ہے اور قیامت کے دن اس سے اکیلے ہی اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے مالیاتی اثاثوں کا صحیح طریقے سے انتظام کریں تاکہ وہ مالی مشکلات سے بچ سکیں۔ باب 4 النساء، آیت 5:

اور کمزوروں کو اپنا مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لیے رزق کا ذریعہ بنایا ہے۔“

کمزور ذہن کسی ایسے شخص کی نمائندگی کرتا ہے جس کے پاس اپنے اثاثوں کا صحیح طریقے سے انتظام کرنے کا تجربہ یا ذہانت نہیں ہے۔ اس صورت میں، خاندان کے بزرگ افراد جن کے پاس تجربہ اور ذہانت ہے، انہیں اپنے مالی معاملات کا صحیح انتظام کرنا چاہیے اور اپنے خاندان کے اندر یا ان کے زیر کفالت افراد جیسے کہ یتیم افراد کے مالی معاملات کا صحیح انتظام کرنا چاہیے۔ لیکن انہیں یہ کام عدل و انصاف کے ساتھ درست طریقے سے کرنا چاہیے۔ انہیں اپنے زیر نگہداشت شخص کے اثاثوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسے وہ ان کے اپنے اثاثے ہوں۔ مطلب، انہیں اپنے زیر نگہداشت شخص کے اثاثوں سے نمٹنے میں محتاط رہنا چاہیے، بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنے اثاثوں

سے نمٹنے میں محتاط رہتے ہیں تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ مالی مشکلات سے بچیں۔ باب 4
النساء، آیت 5

”لیکن ان کے لیے اس کا انتظام کرو اور انہیں کپڑے پہناؤ اور ان سے مناسب بات کہو۔“

لیکن جب وہ لوگ جو مالی معاملات کے حوالے سے کمزور سمجھے جاتے ہیں، جیسے کہ کسی کے زیر کفالت یتیم، ذہنی طور پر بالغ ہو جاتے ہیں اور اس لیے اپنے مالی معاملات خود سنبھالنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں، تو ان کے سرپرست کو ان کے اثاثوں کا کنٹرول ان کو واپس کرنا چاہیے۔ باب
النساء، آیت 6

اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ شادی کی عمر کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان میں صحیح
”فیصلہ دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔“

چونکہ سرپرست کے اثاثے اور ان کے زیر کفالت افراد، جیسے کہ یتیم، کو روزانہ کی بنیاد پر الگ کرنا اکثر مشکل ہوتا تھا، اس لیے سرپرست ان دونوں اثاثوں سے اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد پر خرچ کریں گے۔ اس طرح کے معاملات میں، سرپرست کو اپنے زیر کفالت افراد کے اثاثوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، جیسے کہ یتیم، اسراف یا ضرورت سے زیادہ، اس خوف سے کہ وہ آخر کار دولت کے اس ذرائع سے محروم ہو جائیں گے۔ باب 4 النساء، آیت 6

”... اور اسے ضرورت سے زیادہ اور جلدی نہ کھائیں، [اندازہ کرتے ہوئے] کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔“

یتیم کا سرپرست یتیم کے اثاثوں سے معقول فیس لینے کا حقدار ہے۔ لیکن اگر ولی محتاج تھا تو بہتر ہے کہ وہ یتیم کے مال سے قرض لے۔ اس سے بڑا یہ ہوگا کہ فیس لینے سے پرہیز کیا جائے اور یتیم کے اثاثوں کو یتیم پر خرچ کیا جائے۔ لیکن بہترین طرز عمل میں یہ شامل ہوگا کہ سرپرست فیس لینے اور یتیم کی پرورش پر اپنا مال خرچ کرنے سے گریز کرے۔ باب 4 النساء، آیت 6

اور جو شخص، [سرپرست کے طور پر کام کرتے ہوئے]، خود کفیل ہے، [فیس لینے سے] باز۔۔۔" "۔۔۔ رہے؛ اور جو غریب ہے، وہ اس کے مطابق لے لے جو قابل قبول ہو

جب سرپرست ان لوگوں کے اثاثے واپس کرتا ہے جو ان کی دیکھ بھال میں ہیں، تو اسے گواہوں کی موجودگی میں کرنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ یہ صحیح اور منصفانہ طریقے سے ہوا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 6

”پھر جب تم ان کے مال ان کے لیے چھوڑ دو تو ان پر گواہ لاؤ۔“

لیکن ہر مرحلے میں، محتاجوں کی دیکھ بھال سے لے کر ان کے اثاثوں کو واپس کرنے تک، ایک ولی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے اور دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ لہذا، اپنے مفاد کے لیے، انہیں ہر مرحلے میں سیدھا اور منصفانہ برتاؤ دینا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 6

”اور حساب لینے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر وہ صحیح طریقے سے عمل کرنے میں ناکام رہے تو جو بھی دنیاوی چیز انہیں حاصل ہوگی وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جائے گی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قدرت سے نہیں بچ سکتے، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب
توبہ آیت 82 9

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

باب 4 - النساء، آیات 7-10

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَرْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿٨﴾

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾

مردوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ - ایک واجب حصہ ہے۔

اور جب تقسیم کے وقت (دوسرے (رشتہ دار اور یتیم اور مسکین موجود ہوں تو ان کے لیے اس میں سے کچھ مہیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو۔

اور ان لوگوں کو اس طرح ڈرنا چاہئے جیسے انہوں نے اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑی ہو اور ان سے ڈرتے ہوں۔ پس وہ اللہ سے ڈریں اور مناسب انصاف کی باتیں کہیں۔

درحقیقت جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ کی آگ ہی کھا رہے ہیں۔ اور وہ جہنم کی آگ میں جلانے جائیں گے۔

قدیم زمانے میں اور آج دنیا کے کچھ حصوں میں، خواتین کو وراثت میں سے ان کا صحیح حصہ ملنے سے اکثر روکا جاتا ہے اور اس کے بدلے مرد رشتہ دار غلط طریقے سے یہ سب لے لیتے ہیں۔ اس ناجائز عمل کو اللہ تعالیٰ نے صدیوں پہلے ختم کر دیا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 7

مردوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہے، چاہے وہ تھوڑا ہو "یا زیادہ - ایک واجب حصہ ہے۔"

عام طور پر دیکھا جائے تو اسلام سے پہلے اور آج دنیا کے کچھ حصوں میں خواتین کے ساتھ مادی اثاثوں جیسا کہ گاڑی جیسا سلوک کیا جانا عام رواج تھا۔ انہیں مویشیوں کی طرح خریدا اور بیچا جائے گا۔ عورت کو اس کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں کوئی حق نہیں تھا، جیسے کہ شادی۔ خواتین کو وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا اور اس کے بجائے وہ خود کو ایک مادی اثاثہ کی طرح وراثت میں لے جائیں گی۔ اسے مردوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا جب کہ اسے خود کچھ بھی نہیں رکھنے کی اجازت تھی۔ اگر اس کے پاس کوئی چیز ہے تو وہ اسے صرف اپنے مرد رشتہ داروں کی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتی ہے۔ جبکہ اس کے مرد رشتہ دار اس کا مال اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتے تھے۔ اس کے پاس زندگی کے اس انداز پر سوال کرنے کی طاقت یا حق نہیں تھا۔ یورپ کے بعض گروہ یہاں تک کہ عورتوں کو انسان نہیں سمجھتے اور عورتوں کو جانوروں کے برابر سمجھتے تھے۔ خواتین کو مذہب میں کوئی جگہ نہیں تھی کیونکہ انہیں عبادت کے لیے نااہل سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ خواتین بے روح مخلوق ہیں۔ ایک باپ کے لیے اپنی نوزائیدہ یا جوان بیٹی کو زندہ دفن کرنا معمول کی زندگی کا حصہ تھا کیونکہ اسے خاندان کے لیے شرمندگی کے طور پر دیکھا جاتا تھا اور اسے بیکار اور ذمہ داری سمجھا جاتا تھا۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی ماننا تھا کہ عورت کو قتل کرنے کا معاشرے میں کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہاں تک کہ کچھ رسم و رواج نے بیوہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے مردہ شوہر کے بغیر زندہ رہنے کے لائق نہیں تھی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی ماننا تھا کہ خواتین کا واحد مقصد مردوں کی خدمت کرنا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسان کو تمام لوگوں کا احترام سکھایا، عدل و انصاف کو قانون کا حصہ بنایا۔ مردوں کو عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا گیا جس طرح عورتوں کو مردوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔ خواتین کو آزاد اور خود مختار بنایا گیا۔ اسے مردوں کے برابر اپنی زندگی، جائیداد اور انتخاب کی ملکیت دی گئی۔ کسی بھی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی عورت کو کسی سے شادی کرنے پر مجبور کرے۔ اگر کسی عورت کو اس کی مرضی کے خلاف کسی سے زبردستی نکاح کیا جائے تو وہ اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے جب وہ چاہے۔ مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ عورت کے اثاثے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے۔ بیوی کے بیوہ یا طلاق یافتہ ہونے کے بعد، کوئی بھی اسے ایسا کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا جو وہ کرنا نہ چاہے۔ تمام عورتیں مردوں کی طرح وراثت میں حصہ کی حقدار ہیں۔ لیکن وراثت کی مقدار ان کے خاندان میں ان کی ذمہ داریوں سے متعین ہوتی ہے، اس لیے برابر حصہ نہیں ہے، ورنہ یہ ناانصافی ہوگی۔ عورتوں پر خرچ کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اللہ تعالیٰ نے عبادت قرار دیا ہے۔ یہ تمام حقوق اور اس سے زیادہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے اسلام کے ذریعے عطا کیے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج خواتین کے حقوق کے لیے کھڑے ہونے والے اسلام پر کس طرح تنقید کرتے ہیں حالانکہ اس نے خواتین کی پیدائش سے بہت پہلے ان کے حقوق کی وکالت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر مسلمانوں کو وراثت کا ایک حصہ ان لوگوں کے ساتھ بانٹنے کی ترغیب دیتا ہے جو قانونی وارث نہیں ہیں، جیسے کہ ضرورت مند لوگ اور دوسرے دور کے رشتہ دار۔ باب 4 النساء: آیت 8

اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین موجود ہوں تو ان کے لیے مال میں سے کچھ ”مہیا کرو۔“

بعض لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ ان پر میراث کا حصہ دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم کا استعمال کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں، غیر وارثوں کو وراثت میں سے تھوڑا سا فراہم کرنا قانونی وارث کو غربت میں نہیں ڈالے گا۔ لیکن انتہائی صورتوں میں، جہاں قانونی وارث خود محتاج ہوں، تو انہیں کم از کم غیر وارثوں سے نرمی اور نرمی سے بات کرنی چاہیے اور ان کا حال ان کے سامنے بیان کرنا چاہیے تاکہ وہ ان کو حسن سلوک سے حصہ دینے سے معذرت کر لیں۔ اس طرح کا برتاؤ

اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ کچھ انعام حاصل کریں گے، چاہے وہ غیر وارثوں کے ساتھ وراثت میں حصہ نہ لے سکیں۔ باب 4 النساء، آیت 8

"اور ان سے مناسب مہربانی کے کلمات کہو۔۔۔"

لیکن اس کے باوجود، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ غیر وارثوں کے ساتھ میراث میں حصہ ڈالیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے بات کریں اور انہیں یاد دلاتے ہوئے کہ وہ غیر وارثوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے اپنے بچوں کے ساتھ سلوک کریں: اگر وہ غیر وارث ہوں۔ باب 4 النساء، آیت 9

اور ان لوگوں کو اس طرح ڈرنا چاہیے کہ گویا انہوں نے اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑی ہے اور "ان کے لیے ڈرتے ہیں، لہذا وہ اللہ سے ڈریں اور مناسب بات کہیں۔"

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اکثر خوف اور اطاعت کو دنیاوی حالات جیسے وراثت سے جوڑتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے حقوق انسانوں کے حقوق سے مختلف ہیں، لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ انسانوں کے حقوق کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی خدمت کا ایک بنیادی پہلو ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان، فہم کی کمی کی وجہ سے، فرض نمازوں کی طرح اللہ کے لیے اپنے فرائض کو ادا کرنے میں سبقت لے جاتے ہیں، پھر بھی دوسروں کے حقوق کو نظر انداز کر دیتے ہیں، غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ صرف اپنے حقوق پر ہے۔ اسلام طرز عمل کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرتا ہے جو اس دنیا میں ملنے والی ہر صورت حال اور ہر نعمت کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس طرح، ہر نیت، قول اور عمل کو قیامت کے دن جانچا جائے گا، چاہے وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا لوگوں کے حقوق سے۔ باب 99 زلزال، آیات 7-8

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔"

باب 4 النساء، آیت 9

اور ان لوگوں کو اس طرح ڈرنا چاہیے کہ گویا انہوں نے اپنے پیچھے کمزور اولاد چھوڑی ہے اور "ان کے لیے ڈرتے ہیں، لہذا وہ اللہ سے ڈریں اور مناسب بات کہیں۔"

اس کے علاوہ، یہ آیت دوسروں کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے کے اہم اسلامی اصول کی طرف اشارہ کرتی ہے جس طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود حدیث کے مطابق یہ درحقیقت ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ ہر حال میں اور ہر شخص کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ایک مسلمان کو یہ رویہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ اس سے وہ دوسرے لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنائے گا اور ایسا سلوک کرے گا جس سے دونوں جہانوں میں اجر ملے۔ یہ اصول سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے بہت اہم ہے کیونکہ یہ لوگوں کے درمیان زیادہ تر دلائل اور منفی رویے کو ختم کر دے گا۔ مثال کے طور پر، اگر ایک شوہر اپنی بیوی کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کا داماد اس کی بیٹی کے ساتھ پیش آئے، تو اس سے شادی کی مشکلات میں کمی آئے گی۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ اس طرح کاروبار کرتا ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے کہ دوسرے اس کے ساتھ کاروبار کریں، تو یہ ان تمام منفی رویوں کو روک دے گا جو کاروباری لین دین سے منسلک ہیں۔ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنے کے اہم اسلامی اصول کو نافذ کرنے کی مثالیں اور فوائد لامتناہی ہیں۔

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وارثوں کو حکم دیا تھا کہ وہ غیر وارثوں سے حسن سلوک کریں، خاص طور پر جب وہ انہیں میراث میں سے حصہ نہ دے سکیں۔ باب 4 النساء، آیت 8

”ان سے مناسب مہربانی کے الفاظ بولو۔۔۔“

لیکن آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ نے وارثوں کو تنبیہ کی ہے کہ کم از کم اس انداز میں بات کریں جو غیر وارثوں کے لیے گناہ نہ ہو۔ باب 4 النساء، آیت 9

”پس وہ اللہ سے ڈریں اور مناسب انصاف کی باتیں کہیں۔“

جو مسلمان دوسروں کے ساتھ اچھی گفتگو نہیں کر سکتا اسے یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ کم از کم دوسروں کے ساتھ گناہ کی بات نہ کریں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن انہیں جہنم میں چھلانگ لگانے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود ایک کو تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ speech حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ عام طور پر پہلی بری تقریر ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ دوسری اچھی تقریر ہے جو مناسب وقت پر بولی جائے۔ تقریر کی آخری قسم فضول تقریر ہے۔ اس قسم کی تقریر کو گناہ یا نیکی نہیں سمجھا جاتا لیکن چونکہ یہ قسم برائی کی طرف لے جاتی ہے اس سے بچنا بھی بہتر ہے۔ مزید برآں، فضول گفتگو ایک شخص کے لیے قیامت کے دن ندامت کا باعث ہو گی جب وہ ان مواقع اور وقت کو دیکھے گا جو اس نے فضول گفتگو میں ضائع کیے تھے۔ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

میت کی وراثت کی تقسیم کے دوران، لوگ اکثر غلط طریقے سے ان لوگوں کا حصہ لیتے ہیں جو اپنا دفاع نہیں کر سکتے، جیسے یتیم۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ وراثت میں سے کسی اور کا حصہ غلط طور پر نہ لیں، خاص کر یتیموں کا۔ باب 4 النساء، آیت 10

یقیناً جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ کی آگ میں ہی جل رہے ہیں اور وہ آگ ”
“میں جلے جائیں گے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس تنبیہ میں کسی بھی وقت کسی یتیم کے اثاثوں کا غلط استعمال کرنا بھی شامل ہے، نہ صرف غلط طریقے سے وراثت میں سے ان کا حصہ لینا۔ اس کے علاوہ، غلط طریقے سے کسی اور کے اثاثے لینا اکثر قانونی معاملات میں ہوتا ہے جس کے تحت کوئی جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ یہ یاد رکھنا کافی ہے کہ جو شخص جھوٹ بول کر کسی کا مال ناجائز طور پر ہتھیا لیتا ہے وہ جہنم میں جائے گا، خواہ اس نے درخت کی ایک ٹہنی بھی لی ہو۔ صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرز عمل سے جو بھی دنیاوی چیز حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت: باب 53 عن نجم، آیت 43 اور کنٹرول سے نہیں بچ سکتے۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اس کے علاوہ جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا اور ان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا۔ اس نتیجے کے طور پر سے دونوں جہانوں میں ان کے تناؤ، پریشانی اور مشکلات میں اضافہ ہی ہوگا۔ ان کی زندگی میں ہر چیز، جیسے کہ ان کا خاندان، دوست، کیریئر اور دولت، ان کے لیے تناؤ کا باعث

بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، تو فرد اپنی مایوسی کو اپنے اردگرد کے لوگوں کی طرف بھیجنا شروع کر سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ شریک حیات کو اپنی جدوجہد کا ذمہ دار ٹھہرائے۔ یہ ان لوگوں سے اپنے آپ کو دوری کا باعث بن سکتا ہے جو حقیقی طور پر دیکھ بھال کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ذہنی صحت کے مسائل، بشمول ڈپریشن، مادہ کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات میں بھی گہرا نزول پیدا ہوتا ہے۔ جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کی قدر کرنے اور اسے صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے بھی روک سکتی ہے۔ بعد کی زندگی میں پیش آنے والے اثرات اس دنیا میں درپیش تمام پریشانیوں سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ باب 4 النساء، آیت 10

یقیناً جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ کی آگ میں ہی جل رہے ہیں اور وہ آگ”
”میں جلے جائیں گے۔

آخر میں، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ غیر قانونی طریقوں سے دولت یا دنیوی اموال حاصل کرنا آخرکار ان کے لیے بوجھ بن جائے گا۔ ان حرام کمائیوں کے ساتھ کیے گئے تمام نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی نظر سے نظر انداز ہوں گے، جس سے ان کے گناہوں اور عذابوں میں دنیا اور آخرت میں اضافہ ہوگا، بشرطیکہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔ یہ اس حقیقت سے پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد انسان کی نیتوں پر ہے اسی طرح اسلام کی بنیاد حلال کو کمانے اور استعمال کرنے میں ہے۔ اگر بنیاد داغدار ہے تو اس سے حاصل ہونے والی چیز بھی داغدار ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں قیامت کے دن اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، چاہے کوئی بھی عمل کیا جائے۔ کا برتاؤ کرنے والے کا نتیجہ نکالنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔ باب 4 النساء، آیت 10

”اور وہ آگ میں جل جائیں گے۔“

باب 4 - ايک نساء، آیات 11-14

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ آبَاؤُهُ فَلِلْثُلُثِ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ؕ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفَعًا فَرِيضَةٌ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَلَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

❖ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ

عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾

، اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے: مرد کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ، لیکن اگر بیٹیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے جائیداد کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک ہی ہے تو اس کے لیے نصف ہے، اور کسی کے ماں باپ کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اگر اس کی اولاد میں سے چھٹے بچے ہوں اور اگر اس کی اولاد میں سے چھٹا حصہ باقی رہ گیا ہو۔ اس کی طرف سے وراثت ہے، پھر اس کی ماں کے لیے ایک تہائی ہے، کیونکہ اس نے کسی وصیت کے بعد یا تمہارے والدین کو قرض دیا ہے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون سا حصہ اللہ کے ذمہ ہے۔

اور تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں تمہارے لیے نصف ہے۔ لیکن اگر ان کی اولاد ہو تو جو کچھ انہوں نے چھوڑا ہے اس کا چوتھا حصہ تمہارے لیے ہے، کسی وصیت کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض ہو۔ اور ان کے لیے (یعنی بیویاں) چوتھائی ہے اگر تم نے کوئی اولاد نہ چھوڑی ہو۔ لیکن اگر تم نے کوئی بچہ چھوڑا ہے تو ان کے لیے تمہارے چھوڑے ہوئے مال کا آٹھواں حصہ ہے، اس وصیت کے بعد جو تم نے کی ہو یا قرض ہو۔ اور اگر کوئی مرد یا عورت نہ تو اولاد چھوڑے اور نہ اولاد بلکہ اس کا کوئی بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ لیکن اگر وہ دو سے زیادہ ہیں تو ان کا ایک تہائی حصہ ہے، کسی وصیت یا قرض کے بعد، جب تک کہ کوئی نقصان نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک حکم ہے اور اللہ جاننے والا اور بردبار ہے۔

یہ اللہ کی [مقرر کردہ] حدیں ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان باغوں میں [جنت میں] داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا تو وہ اسے آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کو درپیش ہر صورت حال اور ہر نعمت پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے وہ تعامل کرتا ہے، یہ اسلامی عبادات اور عبادات سے بہت آگے ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ جہالت کی وجہ سے بہت سے مسلمان غلط طور پر یہ مانتے ہیں کہ اسلام صرف اسلامی عبادات اور عبادات سے متعلق ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال کرے گا۔ اس جاہلانہ عقیدہ کو اپنانے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں اور یہ انہیں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے روک دے گی جو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک نیت، قول اور عمل کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ آیا ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے یا لوگوں سے یا ان کا تعلق دنیاوی یا دینی چیزوں سے ہے۔ باب 99 زلزال، آیات 7-8:

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

زیر بحث اہم آیات میں اللہ تعالیٰ وراثت پر بحث کرتا ہے اور اسے براہ راست اپنی اطاعت سے جوڑتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 11:

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، لیکن اگر بیٹیاں دو یا اس سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے مال کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر ایک بیٹی ہو تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوں کو عالمی سطح پر عورتوں سے برتر سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ تاریخ میں بہت سی ایسی عورتیں رہی ہیں جو کہ ہزاروں مردوں کی مشترکہ تعداد سے کہیں زیادہ برتر ہیں۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر زیادہ ذمہ داریاں ڈالی ہیں جیسے گھر کے اخراجات پورے کرنا اور عورتوں کو ان ذمہ داریوں سے آزاد کر دیا۔ یہ ناانصافی ہوتی اگر عورتوں

اور مردوں دونوں کو مساوی وراثت دی جاتی حالانکہ مردوں پر عورتوں سے زیادہ مالی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ باب 4 النساء آیت 34

مرد عورتوں کے نگہبان ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دیا ہے اور جو وہ "اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

باپ اپنی غیر شادی شدہ بیٹی کے روزمرہ کے اخراجات کا ذمہ دار ہے اور شوہر اپنی بیوی کے ان اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ باپ کی موت کی صورت میں ایک بھائی اپنی غیر شادی شدہ بہن کے ان اخراجات کا ذمہ دار ہے۔ انوکھی صورتوں میں جہاں عورت کے پاس اپنے اخراجات اٹھانے کے لیے باپ، بھائی یا شوہر نہ ہو، تو اسے اس کے دوسرے قریبی رشتہ داروں کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو تو اسلامی حکومت اس کے اخراجات پورے کرے۔ اگر وہ غیر اسلامی ریاست میں رہتی ہے، تو اس کی برادری کے مسلمانوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے، چاہے وہ ان کی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے مردوں کو وراثت میں زیادہ حصہ دیا کیونکہ ان کی مالی ذمہ داریاں عورتوں سے زیادہ ہیں۔ جس طرح ایک کمپنی میں دو ملازمین کو یکساں تنخواہ نہیں دی جاتی کیونکہ ان کی ذمہ داریاں برابر نہیں ہوتیں، اسی طرح جب مالی ذمہ داریاں برابر نہ ہوں تو مرد اور عورت کو وراثت میں یکساں حصہ دینا ناانصافی ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی عورت گھریلو اخراجات میں حصہ ڈالنے کا انتخاب کرتی ہے تو اسے اس کا اجر ملے گا لیکن وراثت میں اس کے حصے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون تبدیل نہیں ہوگا کیونکہ اس نے گھر کے اخراجات میں خوشی سے حصہ ڈالا تھا۔ اگر اسے گھر کے اخراجات میں حصہ ڈالنے پر مجبور کیا گیا تو اس کے لیے وراثت کے قانون کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا اور اسے اللہ عزوجل کی طرف سے دونوں جہانوں میں اجر و ثواب کے ذریعے معاوضہ دیا جائے گا، جب تک کہ وہ صبر سے کام لے لیکن اس کے لیے وراثت کا قانون تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت ہے اور عورت اس کی بندہ ہے، اللہ عزوجل اس کو اس کی بہترین صورت کے مطابق معاوضہ دے گا لیکن اس کے لیے وراثت کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گا۔ اگر وہ واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے تو وہ اس کے فیصلے کو عاجزی سے قبول کرے گی۔

یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عورتیں خود ہی ایسی چیز میں شمار ہوتی تھیں جو دوسروں کو وراثت میں ملتی تھیں اور ان کا دوسروں سے وراثت میں آنے کا خیال بھی لغو تھا۔ اسلام نے اس ناجائز عمل کو ختم کیا اور انہیں وراثت میں واجب حصہ دیا۔

عام طور پر، اسلام لوگوں کا فیصلہ ایک ہی معیار پر کرتا ہے: وہ کتنے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

افراد کی تشخیص کے لیے دیگر تمام معیارات، جیسے جنس، نسل، اور سماجی طبقے کی کوئی قدر نہیں ہے اور مسلمانوں کو ان کو نظر انداز کیا جانا چاہیے۔ ان معیارات پر قائم رہنا نسل پرستی کو فروغ دیتا ہے اور مسلم کمیونٹی میں تقسیم کو فروغ دیتا ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ چونکہ ایک شخص کے ارادے دوسروں کو نظر نہیں آتے ہیں، اس لیے لوگ کسی کی قدر کا اندازہ صرف اس کے ظاہری اعمال کی بنیاد پر نہیں کر سکتے۔ لہذا، کسی کو اپنی یا دوسروں کی حیثیت کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کی نیت، قول اور عمل کو صحیح معنوں میں سمجھتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

“پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 11

مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، لیکن اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کے لیے جائیداد کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر صرف ایک ہے تو اس کے لیے نصف ہے، اور والدین کے لیے، ان میں سے ہر ایک کے لیے اس کی جائیداد کا چھٹا حصہ ہے اگر اس نے اولاد چھوڑی ہو لیکن اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اگر اس کے ماں باپ کی طرف سے ایک تہائی ہے تو وہ اس کے لیے ہے۔ بھائیو، اس کی ماں چھٹا حصہ ہے، اس نے کسی وصیت کے بعد یا تمہارے والدین کو یا تمہارے بچوں کو قرض دیا ہے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون فائدہ کے لحاظ سے تمہارے نزدیک واجب ہے۔

جیسا کہ وراثت کا قانون تمام مسلمانوں پر واجب ہے، اس لیے اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جب کہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں، جیسے کہ فرض نمازیں ادا کرنا۔ چونکہ اسلام ایک مکمل اخلاق ہے، اس لیے ایک مسلمان کو اپنی تمام تعلیمات پر بغیر کسی استثناء کے اپنی صلاحیت کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا فرض عائد نہیں کرتا جو کوئی شخص پورا نہ کر سکے، ان سب کو پورا کرنے میں ناکامی کے لیے کوئی عذر نہیں ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

اس بات پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اکیلا جانتا ہے کہ وراثت کو بہترین طریقے سے کیسے تقسیم کرنا ہے، خواہ یہ بات لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ باب 4 النساء، آیت 11:

”بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اس حقیقت کی رو سے اپنی جہالت کے سوا اور جاہلانہ رویہ اختیار کرنے سے بچنا چاہیے جس کے تحت وہ یہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس دولت کو تقسیم کیا جا رہا ہے اسی طرح وہ وراثت کے مختلف حصوں کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ ایک جاہلانہ رویہ ہے، کیونکہ دولت کمانے کی طاقت، الہام، علم اور موقع سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے، اور اس نے اکیلے ہی دولت کو پیدا کیا اور عطا کیا۔ اس لیے ہر نعمت جس کے پاس ہے، جیسے کہ مال، اسی کی ہے۔ چونکہ مال صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس لیے وراثت کے مختلف حصوں کا فیصلہ کرنے کا حق صرف وہی ہے۔ دوسری صورت میں یقین کرنا انسان کے تکبر کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اسے دونوں جہانوں میں تباہی کی طرف لے جائے گا۔ باب 39 از زمر، آیت 49

پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ صرف میرے ”علم کی وجہ سے دیا گیا ہے، بلکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔“

باب 4 النساء، آیت 12

،اور تمہاری بیویوں کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ تمہارے لیے ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو“ لیکن اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے اس کا چوتھائی حصہ ہے جو انہوں نے چھوڑی ہو، کسی وصیت کے بعد یا قرض ہو، اور بیویوں کے لیے چوتھائی ہے اگر تم نے اولاد نہ چھوڑی ہو، اور اگر تم نے بچہ چھوڑا تو ان کے لیے آٹھواں حصہ ہے جو تم نے چھوڑا، اور اگر کسی وصیت کے بعد تم یا عورت قرض ادا کر سکتی ہو تو اس کا آٹھواں حصہ ہے۔ اور نہ ہی اولاد میں سے ایک بھائی یا بہن ہے، پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، لیکن اگر وہ دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے

کسی وصیت یا قرض کے بعد ایک تہائی حصہ ہے، جب تک کہ کوئی نقصان نہ ہو، اور اللہ جاننے والا اور بردبار ہے۔

اس آیت کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والا اپنی وصیت میں حد سے تجاوز نہ کرے جس سے ان کے وارثوں کو تکلیف ہو۔ ایک مرنے والا شخص غیر وارث کو جتنا زیادہ مرضی دے سکتا ہے وہ اس کی جائیداد کا ایک تہائی ہے اور باقی ان کے وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 4209 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ بردبار اور لوگوں کے برے سلوک کو برداشت کرنے والا ہے، اسی طرح تمام معاملات میں بردباری اختیار کرنی چاہیے، خاص طور پر اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کے وارثوں کو وراثت میں سے ان کا حصہ ملے خواہ وہ ان کے ساتھ نہ بھی ہوں، جیسا کہ شریعت میں واجب اور واجب نہیں ہے۔ باب 4 النساء، آیت 13:

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں۔“

درحقیقت جو شخص دوسرے لوگوں پر ظلم کرتا ہے، جیسے کہ ان کو وراثت میں سے ان کے جائز حصہ سے محروم کرنا، اسے قیامت کے دن انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کے حوالے کرے اور اگر ضرورت پڑی تو ظالم اپنے شکار کے گناہ لے گا۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اگرچہ وراثت کے قانون میں اللہ تعالیٰ کے حقوق براہ راست شامل نہیں ہیں، جیسے کہ فرض نمازیں کوئی بھی کم نہیں، اللہ تعالیٰ واضح کرتا ہے کہ میراث کا قانون اس نے مقرر کیا ہے اور اسے صحیح طور پر پورا ہونا چاہیے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ اس شخص سے وعدہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ تمام فرائض کو پورا کرتا ہے، خواہ وہ اس کے حقوق سے متعلق ہوں یا لوگوں کے حقوق

سے اور خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی معاملات، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، دونوں جہانوں میں سکون قلب اور کامیابی کا۔ باب 4 النساء، آیت 13

یہ اللہ کی [مقرر کردہ] حدیں ہیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے "ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور "یہی بڑی کامیابی ہے۔"

یہ حقیقت کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دنیوی معاملہ کو جوڑا ہے جیسا کہ وراثت کو اس کی اطاعت سے جوڑنا واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کی اہمیت ہے۔ عام طور پر، جو شخص یہ رویہ اختیار کرے گا وہ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک ہر اس نعمت کا صحیح استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہے۔ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ جو شخص جان بوجھ کر دینی یا دنیاوی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت اختیار کریں گے اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ لہذا یہ رویہ انہیں تناؤ باب 9 پریشانی اور مشکلات کی طرف لے جائے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔
توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کھاتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:اور آخرت میں جو عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے وہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ باب 4 النساء، آیت 14

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا تو "وہ اسے آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلمان ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہے گا، پھر بھی جو مسلمان دنیاوی یا مذہبی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، اسے ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، جیسے کہ لوگوں کے حقوق کی پامالی پر اڑے رہے، اس کے اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنے ایمان کو

کھو دینے کا شدید خطرہ ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے ملتا ہے۔ اسے حقیقی طور پر پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی غذائیت سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے قائم نہ رہے تو انسان کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور مر بھی سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ باب 4 النساء، آیت 14

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا تو "وہ اسے آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔"

اس لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ انہیں ایک ایسے مریض کی عقلمندی کے ساتھ رجوع کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ تجویز کردہ کڑوی دوائیں اور سخت خوراک بالآخر ان کی اپنی بھلائی کے لیے ہیں۔ جس طرح یہ عاقل مریض طبی رہنمائی کے ذریعے بہتر ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح ایک فرد بھی اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ترقی کر سکتا ہے۔ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے لیے ضروری علم، زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کی مناسب جگہ کے ساتھ، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اگرچہ ذہنی اور جسمانی تندرستی کے بارے میں معاشرتی علم کی اپنی خوبیاں ہیں، لیکن یہ وسیع تحقیق کے باوجود کم پڑتی ہے، کیونکہ یہ ہر ایک چیلنج سے نمٹ نہیں سکتا جس کا سامنا ہو سکتا ہے۔ انسانی مشیروں کے پاس ہر قسم کے تناؤ کو دور کرنے کے لیے ضروری جامع بصیرت کی کمی ہو سکتی ہے یا اپنی حدود اور تعصبات کی وجہ سے اپنی زندگی میں ہر ایک اور ہر چیز کو منظم کرنے میں رہنمائی کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کامل علم کا مالک ہے اور اس نے قرآن مجید اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے اسے انسانیت کے ساتھ بانٹ دیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرنے سے واضح ہوتا ہے جو اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں شامل کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اکثر، مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو نہیں سمجھ سکتے، پھر بھی وہ اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر گہرائی سے غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر ان کے تبدیلی کے اثرات کو صحیح معنوں میں پہچان سکیں۔ وہ اندھا اعتماد نہیں چاہتا۔ بلکہ، وہ لوگوں کو واضح ثبوت کے ذریعے سچائی کو پہچاننے کی ترغیب دیتا ہے۔

اس سفر کے لیے اسلام کی تعلیمات کو دریافت کرتے وقت ایک کھلی اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کی
باب 12 یوسف، آیت 108 ضرورت ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون
کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت
43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں
کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیات 13-14

اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ اسے یہ
جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی
کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے
گا اللہ اسے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈالے گا اس کے لیے اس میں ذلت اور عذاب ہے۔

باب 4 - ایک نساء، آیات 15-18

وَالَّتِي يَأْتِيكِ الْفَحِشَةُ مِنْ نِسَائِكَ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾
وَالَّذَانِ يَأْتِيَنِهَا مِنْكُمْ فَأَذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿١٦﴾

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ
إِنِّي تُبْتُ أَلَنْ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾

جو لوگ تمہاری عورتوں سے بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کے خلاف اپنے میں سے چار گواہ لاؤ، اور اگر وہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ ان کو موت آجائے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکال دے۔"

اور جو دو تم میں سے اس کا ارتکاب کریں ان دونوں کو سزا دو۔ لیکن اگر وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کی طرف سے قبول کی جانے والی توبہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نادانی [یا لاپرواہی] سے برائی کرتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے گا، اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لیکن ان لوگوں کی توبہ [قبول نہیں] جو برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے یا ان لوگوں کی جو کفر کی حالت میں مر جائیں۔ ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اسلام کا ایک مقصد اچھے سماجی رویے کو فروغ دینا ہے تاکہ معاشرہ اس طرح ترقی کرے جس سے اس کے لوگوں کو ان کی دنیوی اور مذہبی زندگیوں میں فائدہ ہو۔ اس اچھے سماجی رویے کا ایک پہلو بعض گناہوں اور جرائم کی سزا دینا ہے جو معاشرے میں اس مثبت پیش رفت کو روکتے ہیں، جیسے زنا اور زنا۔ باب 4 النساء، آیت 15

"جو لوگ تمہاری عورتوں سے بے حیائی کا مرتکب ہوں، ان کے خلاف اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔"

اگرچہ اسلام زنا اور زنا کے مسائل کو سخت اقدامات کے ساتھ پہنچاتا ہے، لیکن یہ آیت قانونی سزا کے نفاذ کے لیے اس طرح کے اعمال کو ثابت کرنے کے چیلنج پر روشنی ڈالتی ہے۔ چار منصفانہ اور قابل اعتماد گواہوں کو تلاش کرنے کا امکان جو خود عمل کا مشاہدہ کرتے ہیں بہت کم ہے۔ مزید برآں، جو کوئی بھی اس شرط کو پورا کیے بغیر کسی دوسرے پر زنا کا الزام لگاتا ہے اسے قانونی نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ زنا یا زنا کے جھوٹے الزامات کے خلاف ایک مضبوط روک تھام کے طور پر کام کرتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 4

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسی کوڑے "مارو اور ان کی گواہی قبول نہ کرو۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اپنے بندوں کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کو ترجیح دیتا ہے تاکہ وہ اس سے سچے دل سے توبہ کریں بغیر سزا یا سرعام رسوائی کے۔ جب کہ جو شخص ایسے سرعام زنا یا زنا کا ارتکاب کرتا ہے جس کے تحت چار عادل اور معتبر گواہ ان کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں وہ اس رحمت سے محروم رہنے کا مستحق ہے کیونکہ وہ دوسروں کو بھی اسی طرح کے برتاؤ کی ترغیب دے کر بے شرمی پھیلاتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 15

اور اگر وہ گواہی دیں تو مجرم عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کو لے جائے”
یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکال دے۔“

اس کے علاوہ، بعض علماء کا خیال ہے کہ اس آیت کو باب 24 النور، آیت 2 سے منسوخ کر دیا گیا ہے:

[غیر شادی شدہ [عورت یا] غیر شادی شدہ [مرد جنسی تعلقات کا مجرم پایا گیا - ان میں سے ہر ایک]
"...کو سو کوڑے مارو

دونوں آیات ایک دوسرے کی نفی کیے بغیر ہم آہنگی سے رہ سکتی ہیں۔ ذمہ دار فرد کو گھر میں قید رہنا چاہیے، جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، جب تک کہ وہ مذکورہ آیت میں بیان کردہ قانونی نتائج حاصل نہ کر لیں۔ بنیادی طور پر، دوسری آیت زیر بحث مرکزی آیت کے بارے میں وضاحت فراہم کرتی ہے۔

قوانین کے بتدریج ارتقاء نے ایک اہم مقصد پورا کیا، کیونکہ اس وقت کے لوگ ایک منظم قانونی فریم ورک کے تحت زندگی گزارنے کے عادی نہیں تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مکمل اسلامی نظام کو یکبارگی نافذ کرنے کا انتخاب نہیں کیا بلکہ اسے مرحلہ وار متعارف کرایا۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ طبی پیشہ ور ادویات تجویز کرتے وقت کیا کرتے ہیں۔ وہ اکثر کم خوراکوں سے شروع کرتے ہیں اور مریضوں کو مثبت طریقے سے ایڈجسٹ کرنے میں مدد کرنے کے لیے آہستہ آہستہ ان میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ تدریجی نزول درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی نعمت اور رحمت تھی۔ اگر تمام حتمی احکام اور ممانعتیں شروع میں نازل ہو چکی ہوتیں تو شاید بہت سے لوگ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اسے صریحاً رد کر دیتے۔

عام طور پر، یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو بتدریج بہتر بنایا جائے۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مسلمان سے تمام اسلامی تعلیمات کو ایک ساتھ نافذ کرنے کی توقع نہیں کی جاتی ہے لیکن ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے طرز عمل میں بہتری لائیں گے۔

باب 4 النساء، آیات 15-16:

جو لوگ تمہاری عورتوں کے ساتھ بدکاری کریں ان کے خلاف اپنے میں سے چار گواہ لے آؤ، اور "اگر وہ گواہی دیں تو ان مجرم عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت انہیں لے جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ مقرر کر دے، اور تم میں سے جو دو اس کا ارتکاب کریں، ان دونوں کی بے عزتی کرو۔"

دونوں کی بے عزتی کو باب 24 النور، آیت 2 میں واضح کیا گیا ہے:

[غیر شادی شدہ [عورت یا] غیر شادی شدہ [مرد جنسی تعلقات کا مجرم پایا گیا - ان میں سے ہر ایک "..." کو سو کوڑے مارو

اسلامی حکومتی حکام کی طرف سے نافذ کردہ سزائیں بنیادی طور پر مجرموں اور وسیع تر کمیونٹی دونوں کے لیے ایک رکاوٹ کا کام کرتی ہیں۔ اس طرح کی سخت سزاؤں کے بغیر، افراد نرم قوانین سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، جو آجکل بہت سے ممالک میں جرائم کی خطرناک شرح میں اضافہ کرتے ہیں۔ جب قوانین میں کافی شدت کی کمی ہوتی ہے، تو وہ ممکنہ مجرموں کی مؤثر طریقے سے حوصلہ شکنی کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ شادی کی ترغیب دیتا ہے اور ناجائز تعلقات سے منع کرتا ہے۔ جب ایک جوڑے ایک شادی شدہ جوڑے کی طرح ایک دوسرے کے لیے حقیقی طور پر وقف نہیں ہوتے ہیں، تو پھر ان کو درپیش کوئی بھی حقیقی مشکلات جوڑے کے لیے زیادہ جذباتی دباؤ کا باعث بنتی ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے کا صحیح طریقے سے ساتھ دینے میں ناکام رہتے ہیں۔ کسی کی زندگی میں ایک سے زیادہ رشتوں کا آنا اور باہر آنا بلاشبہ ان کی ذہنی صحت پر نقصان دہ اثر ڈالتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ جو لوگ اپنے شراکت داروں سے الگ ہو جاتے ہیں وہ اکثر مشاورت میں ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ ان رشتوں سے گریز کرنے والوں سے زیادہ ذہنی عارضے مثلاً ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ، وہ لوگ جو معاشرے میں ایک سے زیادہ شراکت داروں کے لیے جانے جاتے ہیں، ان کے لیے مناسب شریک حیات ملنے کا امکان کم ہوتا ہے جو ان کے حقوق کو پورا کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی زندگی میں ایک سے زیادہ ساتھی ہوں گے وہ ایک ڈھیلے اور ناپسندیدہ کردار کو اپنائے گا، جسے لوگ شادی جیسے سنجیدہ عزم کے خواہاں ہیں، ناپسند کریں گے۔ یہ صرف اس شخص کے لیے جذباتی تناؤ میں اضافہ کرے گا جس کے ایک سے زیادہ شراکت دار ہوں۔ آرام دہ اور پرسکون تعلقات میں، جوڑے اکثر ایک ہی طول موج پر نہیں ہوتے ہیں۔ مطلب، دونوں میں سے ایک ہمیشہ تعلقات کو زیادہ سنجیدگی سے لیتا ہے، جیسے کہ اپنے ساتھی کے ساتھ بسنے کی خواہش۔ جبکہ دوسرا اپنے مستقبل کے بارے میں ایسا محسوس نہیں کرتا۔ جب رویے میں یہ فرق بالآخر سامنے آتا ہے تو یہ اکثر اس شخص کے لیے طویل عرصے سے جذباتی صدمے کا باعث بنتا ہے جس نے اس رشتے کو زیادہ سنجیدگی سے لیا تھا۔ جبکہ ایک شادی شدہ جوڑے پہلے قدم سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ طویل مدتی وابستگی کے سلسلے میں ایک ہی طول موج پر ہوتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑے ہر حال میں ایک دوسرے کے لیے وقف ہوتے ہیں، چاہے انہیں ایسے حالات کا سامنا ہو جو منصوبہ بند ہوں یا غیر منصوبہ بند جیسے بچے پیدا کرنا۔ یہ رویہ عام جوڑوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ تعلقات رکھنا بھی ایک شخص کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف بناتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو پوری طرح سے جانتا ہے اور اگر وہ شادی کرتے ہیں تو وہ اکثر شادی کے بعد اپنے شریک حیات کی تبدیلی کی شکایت کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، وہ تبدیل نہیں ہوئے۔ جو چیزیں تبدیل ہوئیں وہ ان کے تعلقات کی ذمہ داریاں اور دباؤ تھیں۔ یہ مسئلہ اکثر ان جوڑوں کے لیے شادی کے مسائل کا باعث بنتا ہے جو شادی سے پہلے رشتے میں تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ شادی سے پہلے ایک ساتھ رہتے ہیں، تب بھی ایک ہی مسئلہ ہوگا۔ اس کے علاوہ، یہ کوئی راز نہیں ہے کہ جب بھی کسی کو اپنے ساتھی کے ساتھ پریشانی

کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کا ان کی زندگی کے ہر دوسرے پہلو پر کتنا شدید اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے نوجوان صرف اس لیے تعلیم چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ہر روز اپنے سابق ساتھی کو دیکھنے کا سامنا نہیں کر سکتے۔ چونکہ شادی دو لوگوں کے درمیان ایک گہرا تعلق اور وابستگی ہے اس لیے ان کے ٹوٹنے کا امکان کم ہی ہوتا ہے انہی معمولی مسائل پر جو عام جوڑے کے ٹوٹ جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ، کسی شخص کو کسی غیر قانونی رشتے کی ظاہری شکل میں دھوکہ نہیں دیا جانا چاہیے کہ اس میں جوڑے یا وسیع تر معاشرے کے لیے کوئی نقصان نہیں ہے۔ چونکہ لوگ محدود علم رکھتے ہیں، انتہائی کم نظر ہوتے ہیں اور اکثر اپنے جذبات پر قابو پاتے ہیں، اس لیے وہ غلط طور پر یقین کر سکتے ہیں کہ شادی سے باہر رشتہ رکھنا بے ضرر ہے جبکہ وہ اس چھپے ہوئے زہر کو دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں جو ان پر اور دوسروں پر منفی اثر ڈالے گا۔ غیر قانونی تعلقات میں رہنے والے مسلمان کو وقت کے ساتھ ساتھ مزید قدم اٹھانے اور اپنے ساتھی کے ساتھ گناہ کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ چونکہ جذبات اور احساسات پر قابو پانا مشکل ہے اور چونکہ یہ گناہ، جیسے زنا، زیادہ تر معاشروں میں معمول بن چکے ہیں، اس لیے ایک غیر شادی شدہ جوڑا آسانی سے ان گناہوں میں پڑ سکتا ہے۔ یہ ان کے اور معاشرے کے لیے بے شمار دیگر مسائل کا باعث بنتا ہے، جیسے کہ ناپسندیدہ حمل اور یہاں تک کہ اسلام کے اندر دیگر بڑے گناہوں کو کم تر کرنا۔ اس کے علاوہ، یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے ناجائز تعلقات کے اندر کوئی اور بڑا گناہ نہیں کرتا، جیسے کہ زنا، تب بھی ان کے جذبات انہیں واضح طور پر سوچنے سے روکیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی سے اچھی طرح شادی کر سکتے ہیں، یہ سمجھے بغیر کہ وہ مناسب شریک حیات نہیں ہیں، چاہے وہ ایک اچھا ساتھی ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے دباؤ اور ذمہ داریاں، جیسے کہ شریک حیات اور بچوں کے حقوق کی تکمیل، جوڑے کے درمیان تعلقات کو بدل دیتی ہے جس کے نتیجے میں اکثر ازدواجی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شادی شدہ جوڑے جو شادی سے پہلے اکٹھے تھے اکثر ایک دوسرے پر شادی کے بعد اپنے رویے میں تبدیلی کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ کتنا ہی وقت گزارتا ہے، وہ کبھی بھی اپنے کردار کو نہیں جان پائیں گے جیسے ایک شادی شدہ جوڑا ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں پوشیدہ منفی خصوصیات شادی کے بعد ظاہر ہو جائیں گی، جو شادی کے مزید مسائل کا باعث بنتی ہیں۔ ایک سچائی جسے اکثر غیر قانونی تعلقات میں رہنے والے کسی شخص کی طرف سے نظر انداز کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص ایک اچھا ساتھی بناتا ہے وہ اس بات کی ضمانت نہیں دیتا ہے کہ وہ ایک اچھا شریک حیات یا اچھا والدین بنائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک اچھا ساتھی بنانے کے مقابلے میں ایک اچھا شریک حیات اور والدین بنانے کے لیے مختلف خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے ساتھی کے لیے اپنے جذبات کی وجہ سے، ایک شخص اکثر شادی کے لیے ایک متقی شخص کو منتخب کرنے کی اہمیت کو نظر انداز کر دیتا ہے، کیونکہ وہ واحد

شخص ہے جو اپنے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کو پورا کرے گا اور انہیں نقصان پہنچانے سے گریز کرے گا، خواہ وہ غصے میں ہوں۔ جبکہ جو شخص تقویٰ نہیں رکھتا وہ اپنے شریک حیات یا بچوں کے حقوق ادا نہیں کرے گا اور ان پر ظلم کرے گا، خاص طور پر جب وہ ناراض ہوں گے۔ جس کا ساتھی ہے وہ اس اہم نکتے کو نظر انداز کر دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی سے ان کے جذبات کی وجہ سے شادی کر لے گا، خواہ وہ تقویٰ کا مالک نہ ہو۔ محبت جیسے جذبات انسان کو اپنے محبوب کی منفی خصوصیات سے اندھا اور بہرا بنا دیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 5130 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، جو ایک ناپاک کردار کو اپناتا ہے اور اس وجہ سے اس کے متعدد شراکت دار ہیں وہ ہمیشہ بدکار لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ ناپاک لوگ ہمیشہ ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور صرف اپنی خواہشات کی تکمیل میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کے حقوق کا احترام نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے حقوق ادا کریں گے، خواہ ان کی شادی ہو جائے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناراض ہوتا ہے، تو وہ آسانی سے زبانی طور پر اسے گالی دیتے ہیں اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں ایک طوائف سے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ بعد میں معافی مانگتے ہیں، تو یہ زبانی توہین ہمیشہ جذباتی نشانات چھوڑ دیتی ہے جو ٹھیک نہیں ہوتی اور اکثر کسی کی ذہنی صحت کے لیے جسمانی زیادتی سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے ناپاک اور ڈھیلے کردار کی وجہ سے ناپاک لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ان کے ساتھی یا شریک حیات کی طرف سے جسمانی طور پر زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔ جس لمحے ناپاک شخص ان ظاہری خوبیوں سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھی کو اس کی طرف راغب کرتی ہیں، جیسے کہ اس کی خوبصورتی، اس کا ناپاک ساتھی یا شریک حیات کسی اور کی تلاش کرے گا۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ ناپاک لوگوں کے اکثر غیر ازدواجی تعلقات ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی یا شریک حیات کے ساتھ ایک گاڑی کی طرح سلوک کریں گے جو تھوڑی دیر کے لیے استعمال ہوتی ہے اور پھر اسے اپ گریڈ کیا جاتا ہے۔ اس رویے کی وجہ سے ہونے والے جذباتی صدمے کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ، اگر جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے بھی جب اپنے والدین سے ناراض ہوتے ہیں، ان پر زبانی گالیاں دیں گے، خاص طور پر ماں کو، اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں طوائف سے کریں گے۔ اپنے ہی بچے کے ساتھ بدسلوکی کے نتیجے میں جو جذباتی داغ پڑتے ہیں اس کا ازالہ مشکل ہے۔ دوسری طرف، جو معمولی کردار کو اپناتا ہے وہ معمولی اور اچھے لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ لوگ، جیسے کہ ایک ساتھی یا شریک حیات، اپنے حقوق کو پورا کریں گے اور ان کی طرف سے جو بھی زبانی بدسلوکی کی گئی ہے اسے مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ اس میں شامل ہر شخص جانتا ہے کہ توہین درست نہیں ہے۔ اگر اس جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے اپنے معمولی اور راست کردار کی وجہ سے والدین دونوں کا احترام کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جو بھی بچے غیر ارادی طور پر رشتے سے پیدا ہوتے ہیں وہ ان کے تعلقات پر مزید دباؤ ڈالتے ہیں، جس کے نتیجے میں اکثر وہ الگ ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ بچے کی پرورش کی ذمہ داری بانٹنا نہیں چاہتے۔ اس سے بچے کے بڑے ہونے کے لیے ایک ٹوٹا ہوا گھر بنتا ہے جہاں انہیں والدین دونوں کی حمایت اور نگرانی حاصل نہیں ہوتی، جو اکثر ہر کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جرائم، گروہوں میں ملوث نوجوانوں کی اکثریت اور وہ بچے جنہیں جنسی شکاریوں نے پالا ہے اور گھریلو تشدد کا شکار ہیں، ٹوٹے پھوٹے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بچے کی صحیح طریقے سے پرورش کرنا جب کوئی بچہ چاہتا ہے تو بہت مشکل ہوتا ہے، پھر کیا کوئی بچے کی صحیح پرورش کے جذباتی دباؤ کا تصور کر سکتا ہے جب کہ والدین پہلے بچے کی خواہش نہیں رکھتے تھے؟ یہ بچے کی پرورش پر منفی اثر ڈالتا ہے اور اکثر پہلے بیان کردہ مسائل کا باعث بنتا ہے۔ یہ تناؤ اکثر واحد والدین کی طرف سے بچے کو پرورش یا گود لینے کے لیے ترک کر دیتا ہے، جس کے زیادہ تر معاملات میں بچے پر نقصان دہ منفی اور طویل مدتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس سے بچے کے گمراہ ہونے کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔

غیر قانونی تعلقات کے اندر یہ سب اور زیادہ منفی چیزیں کسی ایسے شخص کی تعریف نہیں کی جا سکتی جو جذباتی یا جابل ہو، چاہے غیر قانونی تعلقات بے ضرر ہی کیوں نہ ہوں۔ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ہونا بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی ایسے کھانے کا کھانا جو حقیقت میں زہر آلود ہونے پر مزیدار لگتا ہے۔ چونکہ یہ زہر پوشیدہ ہے، اس لیے کسی ایسے شخص پر بھروسہ کرنا چاہیے جو اس زہر سے واقف ہو اور ان کی نصیحت پر بھروسہ کرے کہ وہ کھانے سے پرہیز کرے جو لذیذ لگتا ہے، خواہ یہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کو جانتا ہے، خاص کر بعض اعمال اور رشتوں کے اندر چھپے زہروں کو، اس لیے اس کی نصیحت کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، خواہ وہ خواہشات کے خلاف ہو۔ یہ ایک عقلمند مریض کی طرح ہے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں اور غذا کا سخت منصوبہ۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف وہی علم ہے جس کے پاس کسی شخص کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے ضروری علم ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے میں موجود انسانوں کی ذہنی اور جسمانی حالتوں کا علم تمام تر تحقیق کے باوجود اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہو گا، کیونکہ وہ ہر اس مسئلے کو

حل نہیں کر سکتے جو انسان کو اپنی زندگی میں درپیش ہو اور نہ ہی ان کے مشورے محدود علم تجربے اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی دباؤ سے بچ سکیں۔ یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں انسانوں کو عطا کیا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور جو نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان بے شمار شاخوں کے مسائل کو اصل مسئلہ یعنی ناجائز تعلقات کو ممنوع قرار دے کر اور شادی کی ترغیب دے کر دور کر دیا جس کے تحت ایک جوڑے نے اپنے آپ کو ایک دوسرے اور اپنے بچوں کے لیے مخلصانہ طور پر وقف کر دیا۔

قرآن پاک میں شادی، طلاق، بیوہ اور اولاد کے تصور کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک کامیاب معاشرے کی کنجی عطا فرمائی ہے۔ جب خاندان کے افراد، خواہ وہ اکٹھے ہوں یا طلاق یافتہ، ایک دوسرے کے حقوق پورے کرتے ہیں اور بچوں کے لیے ایک مستحکم اور خوش حال گھر بناتے ہیں تو اس سے پورے معاشرے میں مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس، جب ایک خاندان ناخوش ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو یہ منفی لہر کا باعث بنتا ہے جو پورے معاشرے میں پھیل جاتا ہے۔

بہت سے مفکرین آئے اور چلے گئے جنہوں نے لوگوں اور معاشرے کو درپیش مسائل کو حل کیا ہے لیکن چونکہ یہ حل برانچ کے مسائل کو نشانہ بناتے ہیں ان حلوں کا فائدہ کم ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بنیادی مسائل کے حل کے اس طریقے کے ذریعے جو فرد اور معاشرے کو متاثر کرتے ہیں، تمام چیزوں کو واضح کر دیا ہے تاکہ لوگ دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ باب 16 النحل، آیت

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت اور ہدایت اور رحمت ہے۔“

لیکن صرف وہی لوگ جو ان کو دی گئی ذہانت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی آیات میں گہری حکمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 242

“اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔“

ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو سچے دل سے توبہ کرنے کی دعوت دیتا ہے اور دونوں جہانوں میں بخشش کی ضمانت دیتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 16

اور تم میں سے جو دو اس کا ارتکاب کریں، ان دونوں کی بے عزتی کرو، لیکن اگر وہ توبہ کر لیں" اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معاف کر دیتا ہے جو سچے دل سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو بھی اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرتے رہیں۔ انہیں ہمیشہ ان کے بارے میں مثبت انداز میں سوچنا چاہیے اور یہ سمجھنے سے گریز کرنا چاہیے کہ ان کی توبہ حقیقی نہیں ہے۔ جب تک کوئی مستقبل میں اپنے رویے کو درست کرتا ہے، دوسروں کو ان کی توبہ کو قبول کرنا اور اپنے پچھلے گناہوں سے آگے بڑھنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کو ان کے گزشتہ گناہوں کی یاد دلانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2505 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص گناہ سے توبہ کرنے والے دوسرے شخص کو شرمندہ کرے گا وہ

بھی وہی گناہ کرے گا جس طرح اس نے شرمندہ کیا ہے۔ لہذا لوگوں کو ان کے ظاہری رویے کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے اور ان کی پوشیدہ نیت اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اپنے طرز عمل کی اصلاح کرتا ہے تو اس کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور ان کے حقوق کو دوسروں کو پورا کرنا چاہیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے خلوص توبہ کے پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے تاکہ لوگ خواہش مندانه سوچ کو اپنانے سے بچیں جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں اور یہ جھوٹا عقیدہ رکھتے ہوئے: کہ وہ اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر چکے ہیں۔ باب 4 النساء، آیات 17-18

اللہ کے ہاں توبہ قبول ہوتی ہے صرف ان لوگوں کی جو نادانی میں برائی کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں، اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے لیکن ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے، تو وہ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کر لی ہے، یا میں نے توبہ کر لی ہے۔ "کافروں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

مخلص توبہ میں احساس جہالت اس وقت بھی ہوتی ہے جب کوئی اپنے جذبات پر قابو کھو دیتا ہے۔ جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ ان آیات میں تنبیہ کی گئی ہے، ایک مسلمان کو خواہش مندانه سوچ کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اصرار کرتے ہوئے

اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر چکے ہیں، کیونکہ یہ رویہ انہیں اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنے ایمان کو کھونے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے باقاعدہ پرورش، دیکھ بھال اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی اور غذائی اجزا سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اس کی پرورش اطاعت کے ذریعے نہ کی جائے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ باب 4 النساء، آیت 18

لیکن ان لوگوں کی توبہ [قبول نہیں] جو برے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو "موت آجائے تو کہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے" یا ان لوگوں کی جو کفر کی حالت میں مر جائیں ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

باب 4 - النساء، آيت 19-25

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ
مَاءِ اتِّيمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ
فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَاتٍ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ أَحَدَهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا
مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَنًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴿٢٠﴾

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْتُ مِنْكُمْ مِيثَاقًا
غَلِيظًا ﴿٢١﴾

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ
فَحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ
الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمْ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ
وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبِّبَاتُكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ
أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ
سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٢٣﴾

❖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا
 وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ
 فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ
 إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٢٤﴾

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ
 أَيْمَانُكُمْ مَنْ فَبَيْتِكُمْ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَأَنْكِحُوهُنَّ
 بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسْفِحَاتٍ وَلَا
 مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ
 مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

﴿٢٥﴾

اے ایمان والو تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم عورتوں کو زبردستی وراثت میں رکھو، اور جو کچھ تم
 نے انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لینے کے لیے ان پر تنگی نہ کرو جب تک کہ وہ صریح
 بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں، اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے رہو، کیونکہ اگر تم انہیں ناپسند
 کرتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی کرے۔

لیکن اگر آپ ایک بیوی کو دوسری بیوی سے بدلنا چاہتے ہیں اور آپ نے ان میں سے کسی کو بہت
 زیادہ رقم [دلہن کا تحفہ] دیا ہے تو اس میں سے کچھ بھی نہ لیں۔ کیا آپ اسے ناانصافی اور صریح
 گناہ میں لیں گے؟

اور تم اسے کیسے لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے پاس گئے ہو اور انہوں نے تم سے پختہ
 عہد لیا ہو؟

اور ان [عورتوں] سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے، سوائے اس کے جو ہو چکا ہو۔ درحقیقت یہ ایک بے حیائی اور [اللہ کے نزدیک] قابل نفرت تھا اور بُرا راستہ تھا۔

تم پر حرام ہے تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہارے باپ کی بہنیں، تمہاری ماں کی بہنیں، تمہارے بھائی کی بیٹیاں، تمہاری بہن کی بیٹیاں، تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں پالا ہے تمہاری دودھ پلانے والی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری سرپرستی میں تم سے باہر ہو چکی ہیں۔ ان کے پاس نہیں گئے، تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور آپ کے بیٹوں کی بیویاں جو آپ کی [اپنی] کمر سے ہیں، اور یہ کہ آپ بیک وقت دو بہنوں کا نکاح کریں سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا ہو۔ بے شک اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور شادی شدہ عورتیں (سب پر بھی حرام ہیں) سوائے ان کے جو تمہارے دائیں ہاتھ ہیں۔ [یہ تم پر اللہ کا حکم ہے۔ اور ان کے علاوہ آپ کے لیے جائز ہیں،] بشرطیکہ [کہ آپ ان کو اپنے مال کے ساتھ] شادی میں [تلاش کریں، عفت کی خواہش کریں، نہ کہ ناجائز جنسی تعلقات۔ پس جو کچھ تم ان سے] شادی کا [لطف اندوز ہو، ان کو ان کا واجب معاوضہ بطور ذمہ دو۔ اور تم پر اس میں کوئی قصور نہیں ہے کہ جس چیز پر تم باہمی رضامندی سے آگے بڑھو۔ بے شک اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور تم میں سے جو کوئی آزاد اور مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ان لوگوں میں سے جو تمہارے دائیں ہاتھ مومن لونڈیوں کی ملکیت میں ہوں۔ اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم [ایمان والے] [ایک دوسرے سے ہو۔ لہذا ان سے ان کے لوگوں کی اجازت سے نکاح کر دو اور ان کو ان کا مناسب معاوضہ] دلہن کا تحفہ [اس کے مطابق دے دو جو قابل قبول ہو۔] انہیں [پاکیزہ ہونا چاہئے، نہ ان لوگوں سے جو تصادفی طور پر غیر قانونی جماع کرتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کے جو] خفیہ [محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک بار جب وہ نکاح میں آجائیں تو اگر وہ زنا کریں تو ان کے لیے آزاد] غیر شادی شدہ [عورتوں کے لیے آدھی سزا ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے مصیبت] گناہ [سے ڈرتا ہے، لیکن صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں مومنین سے بات کرتا ہے تو اس کا پیغام ان کے عقیدے اور ان کے اعمال کے درمیان ہم آہنگی کی ضرورت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اسلام میں، عمل کے بغیر محض اپنے ایمان کو بیان کرنے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اجر اور رحمت حاصل کرنے کے لیے درکار ٹھوس ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جس طرح ایک پھل دار درخت کی قدر تب ہوتی ہے جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان تب ہی معنی خیز ہوتا ہے جب وہ مثبت اعمال میں اس صورت میں اللہ تعالیٰ مومنین سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عورتوں کو وراثت میں شامل بدل جائے۔ کرنے کے اس وحشیانہ رواج کو ختم کر دیں، جیسا کہ دیگر گھریلو اشیاء، جو اسلام کے آنے سے پہلے عام تھا۔ باب 4 النساء، آیت 19

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے جائز نہیں کہ جبر سے عورتوں کا وارث بنو۔“

یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کو خواتین کے حقوق کی پاسداری میں ناکامی پر غلط تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے، حالانکہ اس نے صدیوں پہلے ان کے حقوق کی وکالت کی تھی۔

عام طور پر دیکھا جائے تو اسلام کی آمد سے پہلے، اور آج بھی بعض خطوں میں، خواتین کو اس سنگین حقیقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ انہیں محض مال، گاڑیوں یا مویشیوں کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ وہ خریدے اور بیچے گئے تھے، ان کی اپنی زندگیوں پر کوئی حق نہیں تھا، بشمول شادی کے معاملات میں۔ وراثت کے قوانین میں اکثر خواتین کو مکمل طور پر خارج کر دیا جاتا ہے، اور انہیں وارث کی بجائے جائیداد کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت کے دوران، خواتین کو اکثر مردانہ ملکیت کی عینک سے دیکھا جاتا تھا، جو اپنے لیے کسی بھی ملکیت کا دعویٰ کرنے سے قاصر تھیں۔ ان کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ ان کے مرد رشتہ داروں کے زیر کنٹرول تھا، جو آزادانہ طور پر اس کا انتظام کرتے تھے جبکہ خواتین کی اپنے معاملات میں کوئی آواز نہیں تھی۔ کچھ یورپی کمیونٹیز میں، عورتوں کو جانوروں کے مقابلے میں کم تر مخلوق کے طور پر بھی دیکھا جاتا تھا، اور مذہبی طریقوں میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی، کیونکہ انہیں عبادت کے لائق نہیں سمجھا جاتا تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مرد عورتوں کو بے جان سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے نوزائیدہ یا جوان بیٹیوں کی زندہ دفن جیسے خوفناک عمل کو جنم دیا جاتا تھا، جسے خاندان کی بے عزتی اور بوجھ سمجھا جاتا تھا۔ ان معاشروں میں خواتین کے خلاف تشدد کی کارروائیوں کو روکا نہیں گیا۔ ان معاشروں کا خیال تھا کہ

عورت کی زندگی اس کے مردہ شوہر کے بغیر کوئی قیمت نہیں رکھتی جس کے نتیجے میں اکثر بیواؤں کو پھانسی دی جاتی ہے۔ بعض حلقوں میں مروجہ ذہنیت نے تجویز کیا کہ خواتین کا بنیادی کردار مردوں کی خدمت کرنا ہے، ان کی موروثی قدر اور وقار کی سچائی کو گہری جڑوں والی بدگمانی کے سمندر میں غرق کرنا ہے۔

قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام افراد کے احترام کی اہمیت پر زور دیا اور عدل و انصاف کو قانون کے بنیادی اصولوں کے طور پر ابھارا۔ جس طرح عورتوں سے مردوں کے حقوق کی پاسداری کی توقع کی جاتی ہے اسی طرح مردوں کو، عورتوں کے حقوق کی پاسداری کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ عورتوں کو مردوں کے برابر اپنی جان مال، اور اپنے فیصلے خود کرنے کے حق کے ساتھ آزادی اور آزادی دی گئی ہے۔ کسی کے لیے عورت کو زبردستی شادی پر مجبور کرنا واضح طور پر ممنوع ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو کسی ناپسندیدہ، یونین میں پاتی ہے، تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسے منسوخ کر دے۔ مزید برآں مرد کسی عورت کے اثاثوں کو اس کی رضامندی کے بغیر استعمال نہیں کر سکتا۔ عورت بیوہ یا طلاق یافتہ ہونے کے بعد اسے اس کی مرضی کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں تمام خواتین مردوں کی طرح وراثت کی حقدار ہیں، حالانکہ ان کو تفویض کردہ حصہ ان کی خاندانی ذمہ داریوں پر مبنی ہے، جس سے تقسیم میں انصاف کو یقینی بنایا جائے۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ یہ حقوق، اور بہت سارے، اسلام کے ذریعے خواتین کو عطا کیے گئے ہیں، جس نے خواتین کے حقوق کے بارے میں موجودہ گفتگو کے سامنے آنے سے بہت پہلے ان اصولوں کی حمایت کی ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ آج خواتین کے حقوق کے حامی اکثر صدیوں پہلے ان حقوق کے قیام میں اسلام کے اہم کردار کو نظر انداز کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شوہروں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو دیے گئے جہیز یا تحائف کو زبردستی نہ لیں، شادی کے دوران یا طلاق کی کارروائی کے دوران، کیونکہ یہ چوری شمار ہوتا ہے۔
باب 4 النساء، آیت 19

اور جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ واپس لینے کے لیے ان کے لیے مشکلات نہ پیدا“ کرو۔

انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرز عمل سے جو بھی دنیاوی چیز حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گی، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت: باب 53 عن نجم، آیت 43 اور کنٹرول سے نہیں بچ سکتے۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

جب کوئی ایسا سلوک کرتا ہے تو وہ اللہ کی نافرمانی کا خطرہ مول لے کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ غلط استعمال ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی دونوں میں عدم توازن کا باعث بن سکتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ نتیجتاً، ان کا تناؤ، پریشانیاں، اور چیلنجز بڑھ جائیں گے، جو ان کے خاندان، دوستوں، کیریئر اور مالی وسائل کو پریشانی کے ذرائع میں بدل دیں گے۔ اگر وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹکتے رہتے ہیں، تو وہ اپنے دباؤ کا غلط الزام اپنے قریبی لوگوں پر ڈالنا شروع کر سکتے ہیں جیسے ان کی شریک حیات۔ جو لوگ حقیقی طور پر دیکھ بھال کرتے ہیں ان کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے سے ان کی ذہنی صحت کے مسائل بڑھ جائیں گے، جو ممکنہ طور پر انہیں ڈپریشن، مادے کی زیادتی، یا یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کے تاریک راستے پر لے جائیں گے۔ مزید برآں، اگر کوئی ان کی نعمتوں کو نظر انداز کرتا رہے گا، تو وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ آخرت میں ان کا انتظار کرنے والے نتائج اس دنیا میں جس جدوجہد کا سامنا کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ سنگین ہوں گے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت“ کے دن اندھا اٹھائیں گے۔“ وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ

رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ غیر قانونی ذرائع سے دولت یا املاک کا حصول بالآخر فرد کے لیے ایک بوجھ میں بدل جائے گا۔ اس طرح کے ناجائز طریقے سے کمائے گئے اثاثوں کے ساتھ کوئی بھی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔ اس کے بجائے، وہ صرف اپنے گناہوں اور اس مصیبت میں اضافہ کریں گے جن کا انہیں اس زندگی اور آخرت دونوں میں سامنا کرنا پڑتا ہے، جب تک کہ وہ حقیقی طور پر توبہ نہ کریں۔ اسلام کی ظاہری بنیاد حلال چیزوں کو کمانے اور استعمال کرنے میں پیوست ہے، جس طرح نیت کسی کے ایمان کی باطنی بنیاد ہے۔ اگر کسی کی بنیادیں داغدار ہوں تو اس سے پیدا ہونے والی چیز بھی داغدار ہو جائے گی اور اس طرح اللہ کے ہاں رد ہو جائے گا، چاہے وہ اعمال اچھے ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرح کام کرنے والے کی قسمت کو سمجھنے کے لیے وسیع علم کی ضرورت نہیں ہے۔

جب بیوی زنا کرتی ہے تو شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسے دیا ہوا مہر یا تحفہ واپس لے لیکن اس صورت میں بھی باز رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب ہے۔ باب 4 النساء، آیت 19

اور جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لینے کے لیے ان کے لیے مشکلات نہ پیدا ”
”کرو جب تک کہ وہ صریح بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ شوہر کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور احترام سے پیش آئے۔ وہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مثبت انداز میں دیکھیں تاکہ وہ اس کی خامیوں پر توجہ دینے کی بجائے اس کی بہت سی خوبیوں کی تعریف کریں۔ کسی بھی رشتے میں اپنانے کے لیے یہ ایک اہم رویہ ہے کیونکہ ہر کسی میں کچھ خامیاں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی دوسروں کی

خامیوں کا مسلسل مشاہدہ کرتا رہے تو وہ اپنے رشتوں سے کبھی خوش نہیں ہو سکتا جس کے نتیجے میں وہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے باز رہے گا۔ باب 4 النساء، آیت 19

اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی بسر کرو، کیونکہ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ہو سکتا ”
”ہے کہ تم کو کوئی چیز ناگوار ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی کر دے۔

شادی کے اندر، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ شریک حیات میں کچھ خامیاں ہو سکتی ہیں جو انہیں ابتدائی طور پر کم دلکش بنا سکتی ہیں۔ تاہم، یہ ضروری ہے کہ غصے یا مایوسی کی وجہ سے شادی کو ختم کرنے کے فیصلے میں جلدی نہ کریں۔ اس کے بجائے، صبر اور فہم کی مشق کلیدی ہے۔ اکثر جسمانی کشش کو دیگر قیمتی خصلتوں سے چھایا جا سکتا ہے جو کامیاب شادی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ چمکنے کا موقع ملنے پر، نفرت کے وہ ابتدائی احساسات بھی تعریف میں بدل سکتے ہیں کیونکہ کوئی شخص اپنے شریک حیات کے کردار کی گہرائی کو پہچانتا ہے۔ شادی کے ابتدائی دنوں میں، یہ غیر معمولی بات نہیں ہے کہ اپنے آپ کو شریک حیات میں بعض خصلتوں کو ناپسند کرتا ہو، اور یہ بعض اوقات نفرت کے جذبات تک بڑھ سکتا ہے۔ پھر بھی، اگر کوئی صبر کر سکتا ہے اور اپنے شریک حیات کی حقیقی خوبیوں کو ابھرنے دیتا ہے، تو وہ ممکنہ طور پر یہ جان لیں گے کہ مثبت پہلو کسی بھی خامی سے کہیں زیادہ ہیں۔ اس لیے طلاق کے بارے میں جلد بازی میں فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو دوسروں کے برے رویے کو قبول کرنا چاہیے۔ بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ دوسروں خصوصاً اپنے رشتہ داروں کے برے رویے پر تعمیری اور نرمی کے ساتھ تنقید کرے کیونکہ یہ لوگوں کی اصلاح اور معاشرے میں برے رویوں کو پھیلنے سے روکنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ دوسروں کی خامیوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے جو انہیں گناہوں کی طرف نہ لے جائیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کریں۔ کسی کو اپنی شادی کا مثبت انداز میں مشاہدہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس سے ملنے والے بہت سے فوائد کی تعریف کریں، جیسے صحبت اور جذباتی مدد، اور ہمیشہ اپنی شادی کے منفی پہلوؤں کو دیکھنے سے گریز کریں۔

شاید تمہیں کوئی چیز ناگوار گزرے اور اللہ اس میں بہت بھلائی کر دے۔“

عام طور پر، انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے یہ ان پر واضح نہ ہو۔ لہذا انہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے تاکہ انہیں ہر حال میں ذہنی سکون حاصل ہو۔ آسانی کے وقت شکر ادا کرنا چاہیے اور مشکل کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کے وقت صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ کسی کی تقریر میں شکر گزاری میں وہ بات کرنا شامل ہے جو اچھی ہے یا خاموش رہنا۔ اور اپنے اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، صبر میں کسی کی بات یا عمل سے شکایت کرنے سے گریز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنا، اس بات پر یقین رکھنا کہ وہ، صرف وہی انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا ہر حال میں صحیح طریقے سے عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی مسلسل مدد اور رحمت حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

، مضبوط ایمان کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پابند رہنے میں مدد کرتا ہے۔ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں پائے جانے والے واضح دلائل و شواہد کو سیکھ کر اور ان پر عمل کر کے انسان مضبوط ایمان پیدا کر سکتا ہے۔ یہ تعلیمات یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ اپنا ایمان کمزور پا سکتے ہیں۔ ایسے لوگ آسانی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑ سکتے ہیں، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات ان کی ذمہ داریوں سے ٹکرائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ عارضی خواہشات پر اطاعت کو ترجیح دینا دونوں جہانوں میں حقیقی امن کا راستہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم حاصل کر کے اور اس پر عمل کر کے ایمان کا یقین حاصل کیا جائے۔ یہ عزم انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے تاکہ انسان ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دے سکے۔ ایسا کرنے سے انسان دنیا اور آخرت دونوں میں پائیدار ذہنی سکون حاصل کر سکتا ہے۔

:باب 4 النساء، آیت 19

اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی بسر کرو، کیونکہ اگر تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ہو سکتا ” ہے کہ تم کو کوئی چیز ناگوار ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی کر دے۔

صرف اس صورت میں جب شادی کے منفی پہلو مثبت پہلوؤں سے زیادہ ہوں، کسی کو طلاق پر غور کرنا چاہیے، کیونکہ اسلام شادی شدہ جوڑے کو ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کرتا۔ باب 4 النساء، آیات

اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی سے بدلنا چاہتے ہو اور تم نے ان میں سے ایک کو بہت کچھ لیکن اور تم اسے کیسے دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو، کیا تم اسے ظلم اور صریح گناہ میں لو گے؟ لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کے پاس گئے ہو اور انہوں نے تم سے پختہ عہد لیا ہو؟

طلاق کی صورت میں، اللہ تعالیٰ شوہر کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو دیا گیا جہیز یا کوئی تحفہ زبردستی واپس نہ لے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس طریقے سے جو کچھ بھی حاصل کرے گا وہ اس کے لیے دونوں جہانوں میں تنگی، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا اور جیسا کہ ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہے، اس کے نتیجے میں جو بھی نیکی حاصل کی گئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رد ہو جائے گا اور اس کے بدلے اس کے گناہوں میں اضافہ ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس نفرت انگیز رشتے کو حرام قرار دیا جو اسلام کے آنے سے پہلے قابل قبول سمجھا جاتا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 22

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے شادی کی ہو، سوائے اس کے جو ہو "چکا ہے، بے شک یہ بے حیائی اور نفرت انگیز تھا اور اس کا راستہ برا تھا۔

عام طور پر دیکھا جائے تو جب کوئی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطہ اخلاق کو ترک کر دیتا ہے تو لوگ لازماً ایسے ضابطہ اخلاق تشکیل دیتے ہیں جو ان کی فطرت کے خلاف ہوتے ہیں کیونکہ شیطان ان کے لیے مکروہ افعال کو خوبصورت بناتا ہے جو ان کی منطق اور عقل پر غالب آ جاتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 63

اللہ کی قسم ہم نے تم سے پہلے کی امتوں میں بھی رسول بھیجے لیکن شیطان نے ان کے اعمال کو ”ان کے لیے خوشنما بنا دیا۔“

اس حقیقت کا ادراک کرنے کے لیے صرف معاشرے اور تاریخ کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس لیے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ الہی ضابطہ اخلاق کی ضرورت کو سراہنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اکیلا ہی بہترین ضابطہ اخلاق فراہم کر سکتا ہے جو لوگوں کو ذہنی سکون حاصل کرنے، متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر رکھ کر یقینی بناتا ہے۔ جب لوگ اس الہی ضابطہ اخلاق کو چھوڑ دیں گے اور اس کے بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں کی پیروی کریں گے تو وہ ایسی ذہنیت اختیار کریں گے جو ان کی فطرت کے خلاف ہے۔ یہ انہیں متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روکے گا اور ان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا۔ جس طرح انسانی جسم کو جب اس کی فطری حالت سے باہر نکالا جاتا ہے تو اسی طرح انسانی دماغ کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اس لیے یہ رویہ دونوں جہانوں میں مصائب اور پریشانیوں کا باعث بنتا ہے۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ایسے لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جنہوں نے خدائی ضابطہ اخلاق کو چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے رشتوں کی وضاحت فرمائی جو اسلام میں ناجائز ہیں۔ باب 4 النساء، آیات 23-24:

تم پر حرام ہے تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہارے باپ کی بہنیں، تمہاری ماں کی ”بہنیں، تمہارے بھائی کی بیٹیاں، تمہاری بہن کی بیٹیاں، تمہاری [دودھ کی] مائیں جنہوں نے تمہیں پالا تمہاری بہنیں دودھ پلانے کے ذریعے، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری زیر سرپرستی میں چلی گئی ہیں۔ تم ان کے پاس نہیں گئے، تمہارے بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے پاس ہیں، اور یہ کہ تم ایک ساتھ دو بہنوں کا نکاح کرو، سوائے اس کے کہ جو ہو چکا ہو، اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور مہربان ہے، اور تمہارے لیے یہ سب حقدار ہیں۔ تم پر اللہ کا حکم

ان آیات کا آخری پہلو مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ جہالت کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے صرف ان کے مذہبی فرائض مثلاً فرض نمازوں کے بارے میں سوال کرے گا اور اس کے نتیجے میں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دنیاوی معاملات میں دی گئی ہیں۔ چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے یہ ہر ایک شخص کو درپیش ہر صورت حال پر اثر انداز ہوتا ہے خواہ وہ دنیاوی ہو یا مذہبی، اور ہر اس نعمت پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے وہ تعامل کرتا ہے۔ لہذا انسان کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے اور ہر دنیاوی اور دینی صورت حال میں اپنی نیت، قول و فعل درست کرنا چاہیے تاکہ دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہو۔ باب 99 زلزال، آیات 7-8

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

باب 4 النساء، آیت 24

اور آپ کے لیے ان سے آگے [باقی سب [حلال ہیں، [بشرطیکہ [کہ آپ ان کو اپنے مال کے ساتھ" [شادی میں [تلاش کریں، عفت کی خواہش کریں، نہ کہ ناجائز جنسی تعلقات، پس جو کچھ آپ ان سے [شادی [کا لطف اٹھائیں، انہیں ان کا واجب معاوضہ ادا کر دیں۔

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ جہیز عقد نکاح کا ایک لازمی پہلو ہے اور بیوی کو دینا ضروری ہے۔

عام طور پر، اللہ، عالی، شادی کو فروغ دیتا ہے اور اس بندھن سے باہر تعلقات کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ جب ایک جوڑا ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر پابند نہیں ہے جیسا کہ ایک شادی شدہ جوڑے کو ہونا چاہئے، تو وہ آسانی سے چیلنجوں سے مغلوب ہو سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے اس مضبوط تعاون کے بغیر، مشکلات جذباتی تناؤ کو بڑھا سکتی ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ متعدد رشتوں سے گزرنا کسی شخص کی ذہنی صحت پر منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ بہت سے لوگ جو اپنے شراکت داروں کے ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں وہ خود کو مشاورت کی تلاش کرتے ہیں، اکثر ذہنی صحت کے مسائل جیسے ڈپریشن سے زیادہ لڑتے ہیں جو مستحکم تعلقات میں رہتے ہیں۔ مزید برآں، بہت سے شراکت داروں کے لیے جانے والے افراد ایک مناسب شریک حیات تلاش کرنے کے لیے جدوجہد کر سکتے ہیں جو اپنے رشتے کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ متعدد شراکت داروں کی تاریخ وابستگی کی کمی کا اشارہ دے سکتی ہے، جو اکثر شادی جیسے سنجیدہ رشتوں کی تلاش میں رہنے والوں کو روکتی ہے۔ اس طرح کی شہرت ان افراد کے جذباتی بوجھ میں اضافہ کر سکتی ہے۔ آرام دہ تعلقات میں، شراکت دار شاذ و نادر ہی ایک ہی عزم کی سطح کا اشتراک کرتے ہیں۔ ایک آباد ہونے کا شوقین ہو سکتا ہے جبکہ دوسرا مستقبل کے بارے میں لاتعلقی ہے۔ جب یہ فرق ظاہر ہو جاتا ہے، تو یہ زیادہ سنجیدہ ساتھی کے لیے دیرپا جذباتی درد کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے برعکس، شادی شدہ جوڑے عام طور پر اپنی طویل مدتی وابستگی کی مشترکہ سمجھ کے ساتھ آغاز کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے لیے وقف ہیں، جو بھی ہو، چاہے وہ منصوبہ بند حالات سے نمٹ رہے ہوں یا غیر متوقع چیلنجز، جیسے بچے پیدا کرنا۔ وابستگی کی اس سطح کا اکثر باقاعدہ جوڑوں میں فقدان ہوتا ہے۔

مزید برآں، متعدد آرام دہ تعلقات میں شامل ہونا اپنے ساتھی کو جاننے کا غلط احساس پیدا کر سکتا ہے۔ جب شادی ہوتی ہے، تو لوگ محسوس کر سکتے ہیں کہ ان کا شریک حیات بدل گیا ہے۔ حقیقت میں، یہ شادی کی ذمہ داریاں اور دباؤ ہیں جو بدلتے ہیں، خود افراد نہیں۔ یہ غلط فہمی شادی سے پہلے ڈیٹ کرنے والوں کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔ یہاں تک کہ جوڑے جو شادی سے پہلے ایک ساتھ رہتے ہیں ان کو بھی انہی مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا بھی ضروری ہے کہ تعلقات کی مشکلات زندگی کے ہر دوسرے شعبے میں کتنی پھیل سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، نوجوان لوگ اپنے سابق ساتھی کو روزانہ دیکھنے کی تکلیف سے بچنے کے لیے تعلیم چھوڑ سکتے ہیں۔ شادی، ایک گہری اور بامعنی وابستگی ہونے کی وجہ سے، جوڑوں

کو چیلنجوں کو بہتر طریقے سے نیویگیٹ کرنے میں مدد دیتی ہے، جس سے معمولی معاملات پر ٹوٹ پھوٹ کا امکان کم ہوتا ہے جو باقاعدہ جوڑوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ، افراد کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ غیر قانونی تعلقات کی ظاہری شکل دھوکہ دہی کا باعث ہو سکتی ہے، جس سے وہ غلطی سے یہ مان لیتے ہیں کہ اس سے خود کو یا معاشرے کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ بہت سے لوگ، اپنی محدود فہم اور دور اندیشی کے ساتھ، اکثر اپنے جذبات کو اپنے فیصلے پر بادل ڈال دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں یہ غلط عقیدہ پیدا ہوتا ہے کہ شادی سے باہر رشتہ جوڑنا بے ضرر ہے۔ تاہم، وہ ان چھپے ہوئے نتائج کو محسوس کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو خود پر اور ان کے آس پاس کے لوگوں پر نقصان دہ اثر ڈال سکتے ہیں۔ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ایک مسلمان کے لیے، وقت کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھی کے ساتھ مزید زیادتیوں کے چکر میں پھنس جانے کا حقیقی خطرہ ہے۔ جذباتی لگاؤ بہت زیادہ ہو سکتا ہے، اور ایسے معاشروں میں جہاں زنا جیسے گناہ معمول بن چکے ہیں، جوڑے آسانی سے ان رویوں میں ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ یہ بہت سے مسائل کا باعث بن سکتا ہے، بشمول ناپسندیدہ حمل، اور اسلام میں کبیرہ گناہوں کو معمولی سمجھنا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اپنے غیر قانونی تعلقات کے دوران سنگین گناہوں سے بچنے کا انتظام کرتا ہے، تو ان کے جذبات ان کے فیصلے پر بادل ڈال سکتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی سے شادی کرنے جیسے جلدبازی میں فیصلے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، یہ تسلیم کیے بغیر کہ وہ میاں بیوی کے طور پر مطابقت نہیں رکھتے۔ شادی میں منتقلی اس کے اپنے تناؤ اور ذمہ داریاں لے کر آتی ہے جیسے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کی تکمیل — جو تعلقات کی حرکیات کو تبدیل کر سکتے — ہیں، جس کے نتیجے میں اکثر تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تبدیلی اکثر ایسے جوڑوں کی طرف سے دیکھی جاتی ہے جو شادی سے پہلے اکٹھے تھے، کیونکہ وہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ شادی کے بعد ان کا ساتھی بدل گیا ہے۔ مزید یہ کہ، اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ ایک ساتھ کتنا ہی وقت گزارا جائے، ایک جوڑے کبھی بھی ایک دوسرے کے کردار کو صحیح معنوں میں اس طرح نہیں سمجھیں گے جیسا کہ ایک شادی شدہ جوڑا سمجھتا ہے۔ پوشیدہ خامیاں شادی کے بعد ابھر کر سامنے آسکتی ہیں، جو مزید مسائل کو جنم دیتی ہیں۔ غیر قانونی تعلقات میں ایک عام نگرانی یہ تصور ہے کہ جو کوئی اچھا ساتھی ہے وہ خود بخود ایک اچھا شریک حیات یا والدین بن جائے گا۔ ان کرداروں میں، کامیابی کے لیے مختلف اوصاف ضروری ہیں، اور جب کہ جذبات اس حقیقت کو دھندلا سکتے ہیں لیکن ممکنہ شریک حیات میں تقویٰ کو ترجیح دینا بہت ضروری ہے۔ ایک متقی فرد غصے کے لمحات میں بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور نقصان پہنچانے سے باز رہنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ دوسری طرف، جو شخص تقویٰ میں کمی رکھتا ہے وہ اپنے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کو نظر انداز کر سکتا ہے، خاص طور پر مشکل وقت میں۔ جو لوگ ایک رومانوی تعلقات میں ہیں وہ اس اہم پہلو کو نظر انداز کر سکتے ہیں، صرف تقویٰ کی بنیاد کے بجائے صرف اپنے جذبات کی بنیاد پر شادی کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ محبت جس اندھے پن کو پروان چڑھاتی ہے اچھی طرح سے دستاویزی

ہے، جیسا کہ سنن ابو داؤد نمبر 5130 میں پائی جانے والی ایک حدیث میں روشنی ڈالی گئی ہے، جو لوگوں کو جیون ساتھی کے انتخاب میں سوچ سمجھ کی اہمیت کی یاد دلاتی ہے۔

مزید برآں، جو ایک ناپاک کردار کو اپناتا ہے اور اس وجہ سے اس کے متعدد شراکت دار ہیں وہ ہمیشہ بدکار لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ ناپاک لوگ ہمیشہ ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور صرف اپنی خواہشات کی تکمیل میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کے حقوق کا احترام نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے حقوق ادا کریں گے، خواہ ان کی شادی ہو جائے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناراض ہوتا ہے، تو وہ آسانی سے زبانی طور پر اسے گالی دیتے ہیں اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں ایک طوائف سے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ بعد میں معافی مانگتے ہیں، تو یہ زبانی توہین ہمیشہ جذباتی نشانات چھوڑ دیتی ہے جو ٹھیک نہیں ہوتی اور اکثر کسی کی ذہنی صحت کے لیے جسمانی زیادتی سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے ناپاک اور ڈھیلے کردار کی وجہ سے ناپاک لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ان کے ساتھی یا شریک حیات کی طرف سے جسمانی طور پر زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔ جس لمحے ناپاک شخص ان ظاہری خوبیوں سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھی کو اس کی طرف راغب کرتی ہیں، جیسے کہ اس کی خوبصورتی، اس کا ناپاک ساتھی یا شریک حیات کسی اور کی تلاش کرے گا۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ ناپاک لوگوں کے اکثر غیر ازدواجی تعلقات ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی یا شریک حیات کے ساتھ ایک گاڑی کی طرح سلوک کریں گے جو تھوڑی دیر کے لیے استعمال ہوتی ہے اور پھر اسے اپ گریڈ کیا جاتا ہے۔ اس رویے کی وجہ سے ہونے والے جذباتی صدمے کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ، اگر جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے بھی جب اپنے والدین سے ناراض ہوتے ہیں، ان پر زبانی گالیاں دیں گے، خاص طور پر ماں کو، اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں طوائف سے کریں گے۔ اپنے ہی بچے کے ساتھ بدسلوکی کے نتیجے میں جو جذباتی داغ پڑتے ہیں اس کا ازالہ مشکل ہے۔ دوسری طرف، جو معمولی کردار کو اپناتا ہے وہ معمولی اور اچھے لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ لوگ، جیسے کہ ایک ساتھی یا شریک حیات، اپنے حقوق کو پورا کریں گے اور ان کی طرف سے جو بھی زبانی بدسلوکی کی گئی ہے اسے مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ اس میں شامل ہر شخص جانتا ہے کہ توہین درست نہیں ہے۔ اگر اس جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے اپنے معمولی اور راست کردار کی وجہ سے والدین دونوں کا احترام کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جب بچے کسی رشتے سے غیر متوقع طور پر پیدا ہوتے ہیں، تو یہ جوڑے پر اہم دباؤ ڈال سکتا ہے، جو اکثر علیحدگی کا باعث بنتا ہے۔ بہت سے لوگ والدین کی ذمہ داریوں کو بانٹتے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں بچے کی گھریلو زندگی ٹوٹ پھوٹ کا باعث بن سکتی ہے۔ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے کا مطلب ہے کہ مدد اور رہنمائی سے محروم رہنا جو والدین دونوں فراہم کر سکتے ہیں، نہ صرف بچے کے لیے بلکہ اس میں شامل ہر فرد کے لیے چیلنجز پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوانوں کی کافی تعداد مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہے گروہ میں ملوث ہے، یا وہ لوگ جو جنسی شکاریوں اور گھریلو زیادتیوں کا شکار ہوتے ہیں اکثر ٹوٹے ہوئے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثالی حالات میں بھی والدین ایک مشکل کام ہے، لہذا جب والدین تیار نہیں ہوتے یا بچے کی پرورش کے لیے تیار نہیں ہوتے تو جذباتی نقصان پر غور کریں۔ یہ بچے کی نشوونما میں نمایاں طور پر رکاوٹ بن سکتا ہے اور مختلف مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔ سنگل پیرنٹنگ کا تناؤ بعض اوقات سخت فیصلوں کا باعث بن سکتا ہے، جیسے پرورش یا گود لینا، جس کے بچے کے لیے دیرپا منفی نتائج ہو سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے، یہ حالات اکثر بچے کے صحیح راستے سے ہٹکنے کے امکانات کو بڑھا دیتے ہیں، جو ابتدائی زندگی میں ایک مستحکم اور پرورش کرنے والے ماحول کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

غیر قانونی تعلقات کے تمام منفی پہلو اکثر ان لوگوں کے دھیان میں نہیں جاتے جو جذباتی طور پر متاثر ہوتے ہیں یا بے خبر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ جب یہ تعلقات پہلی نظر میں بے ضرر لگتے ہوں۔ ایسے رشتوں میں شامل ہونا ایسے کھانے سے لطف اندوز ہونے کے مترادف ہے جو بظاہر بھوکا لگ رہا ہو لیکن حقیقت میں زہر آلود ہو۔ چونکہ یہ زہر پوشیدہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان خطرات کے بارے میں جاننے والے کی رہنمائی پر بھروسہ کیا جائے اور ان کی نصیحت پر عمل کیا جائے، چاہے وہ ذاتی خواہشات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ تمام معاملات کا ادراک رکھتا ہے، خاص طور پر بعض اعمال اور تعلقات میں پوشیدہ خطرات، اس کی ہدایات کو قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے، خواہ وہ کسی کی اپنی خواہشات سے متصادم کیوں نہ ہوں۔ یہ ایک عقلمند مریض کے رویے کی عکاسی کرتا ہے جو اپنے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتا ہے کہ یہ بالآخر ان کے فائدے کے لیے ہے، باوجود اس کے کہ انہیں کڑوی ادویات اور سخت غذائی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض بہتر ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرتا ہے، اسی طرح ایک فرد بھی جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ دماغی اور جسمانی تندرستی کے لیے جو علم ضروری ہے وہ واحد اللہ تعالیٰ ہے۔ معاشرے کے لیے دستیاب انسانی ذہنی اور جسمانی حالتوں کی تفہیم ہر ایک چیلنج کو حل کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگی جس کا ایک شخص سامنا کر سکتا ہے۔ لاتعداد تحقیقی کوششیں ناکام ہو سکتی ہیں، کیونکہ وہ علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصب میں اپنی موروثی حدود کی وجہ سے ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتیں۔

اللہ تعالیٰ اکیلے ہی اس گہرے فہم کا مالک ہے اور اس نے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ اس کا اشتراک کیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 24

”بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

یہ بات اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، ان کی برکات کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، ان لوگوں کے برعکس جو نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مختلف مسائل کو ان کی بنیاد پر غیر قانونی تعلقات کی ممانعت اور شادی کو فروغ دے کر حل کیا۔ اس طرح، جوڑے واقعی ایک دوسرے اور اپنے بچوں سے عہد کر سکتے ہیں۔

قرآن پاک میں شادی، طلاق، بیوہ اور بچوں کے تئیں ذمہ داریوں کے موضوعات پر بات کرنا ایک فروغ پزیر معاشرے کی تعمیر کے لیے انمول رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جب خاندان کے افراد، چاہے اکٹھے ہوں یا الگ ہوں، ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے لیے پرورش کا ماحول پیدا کرتے ہیں، یہ ایک مثبت لہر پیدا کرتا ہے جس سے پوری کمیونٹی کو فائدہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف، جب خاندان جدوجہد کرتے ہیں اور ان حقوق کو برقرار رکھنے میں ناکام رہتے ہیں، تو اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بے اطمینانی منفی اثرات کا باعث بنتی ہے جو پورے معاشرے میں گونجتا ہے۔ متعدد مفکرین نے مختلف سماجی چیلنجوں کی کھوج کی ہے، لیکن ان کے بہت سے تجویز کردہ حل اکثر سطحی مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جس سے محدود بہتری حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ ان بنیادی خدشات سے نمٹتا ہے جو افراد اور کمیونٹی دونوں کو متاثر کرتے ہیں۔ ان ضروری سچائیوں کو واضح کر کے وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ باب النحل، آیت 89 16

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت اور ہدایت اور رحمت ہے۔“

لیکن صرف وہی لوگ جو ان کو دی گئی ذہانت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی آیات میں گہری حکمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 242

“اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔“

چونکہ بیوی اور بچوں کی مالی امداد شوہر پر فرض ہے، اس لیے جب تک وہ اس ذمہ داری کو پورا نہ کر لے، شادی نہیں کرنی چاہیے۔ ان حالات میں ان کو آزاد کرنے کے بعد اپنی لونڈیوں سے شادی کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ ایک اور طریقہ تھا جس کا مقصد وقت کے ساتھ غلامی کو کم کرنا اور ختم کرنا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 25

اور تم میں سے جو کوئی آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ ان لوگوں سے نکاح کر سکتا ہے جن کے ہاتھ میں مومن لونڈیاں ہیں، اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے میں سے ہو

یہاں اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ کسی کو ان لوگوں کو پست نہیں سمجھنا چاہیے جنہیں معاشرہ کمتر سمجھتا ہے۔ اسلام افراد کا بنیادی طور پر ایک اہم پہلو پر جائزہ لیتا ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی مخلصانہ اطاعت۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو قرآن

پاک میں موجود تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق دی گئی ہیں۔ باب 49
الحجرات، آیت 13:

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار
ہے۔“

افراد کی قدر کا اندازہ لگانے کے دیگر تمام معیارات، جیسے جنس، نسل، یا سماجی طبقے کی کوئی
اہمیت نہیں ہے اور مسلمانوں کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ ان عوامل پر زور دینا کمیونٹی کے اندر نسل
پرستی اور تقسیم کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ چونکہ کسی کے سچے ارادے
دوسروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں، اس لیے یہ فیصلہ کرنے کی جگہ نہیں ہے کہ ظاہری رویے کی بنیاد
پر کون بہتر ہے۔ کسی کو اپنی یا دوسروں کی حیثیت کے بارے میں دعویٰ کرنے سے گریز کرنا چاہئے
:کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر ایک کی نیت، قول اور عمل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

“پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ٹرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ ایک بار پھر ازواج مطہرات کو ان کا جہیز دینے کی اہمیت پر زور دیتا ہے جو کہ عقد نکاح
کا ایک لازمی پہلو ہے۔ باب 4 النساء، آیت 25

پس تم ان سے ان کے لوگوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کو ان کا مناسب معاوضہ اس کے
مطابق دو جو قابل قبول ہو۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ ایسی لونڈی سے شادی کریں جس میں تقویٰ ہو کیونکہ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ صحیح سلوک کریں گی اور اپنے شوہروں اور آنے والے بچوں کے حقوق ادا کریں گی۔ باب 4 النساء، آیت 25

[انہیں] پاکیزہ ہونا چاہئے، نہ ان لوگوں میں سے جو بے ترتیب طور پر غیر قانونی جماع کرتے۔۔۔"

...ہیں اور نہ ہی ان کے جو [خفیہ] محبت کرنے والے ہوتے ہیں

عام طور پر، اگر ایک مسلمان کامیاب ازدواجی زندگی چاہتا ہے تو اسے ہمیشہ صحیح شریک حیات کی تلاش کرنی چاہیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت کی گئی ہے کہ ایک شخص کو چاہیے کہ وہ ایسے شریک حیات کا انتخاب کرے جو تقویٰ کا مالک ہو۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنے شریک حیات کے حقوق کو پورا کریں گے اور ان پر ظلم کرنے سے گریز کریں گے، یہاں تک کہ جب وہ ناراض ہوں، کیونکہ وہ اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ جبکہ ناپاک لوگ جب بھی پریشان ہوں گے تو اپنے شریک حیات اور بچوں کے ساتھ برا سلوک کریں گے۔ حالیہ برسوں میں مسلمانوں کے درمیان گھریلو تشدد میں اضافے کی یہ ایک اہم وجہ ہے۔ اور جب وہ اپنے شریک حیات سے راضی ہوں گے تب بھی وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے جس کو دور کرنے میں تقویٰ مدد کرتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

اس کے علاوہ، ایک متقی شخص دوسروں کے حقوق کو ترجیح دیتا ہے، جیسے کہ ان کی شریک حیات کے حقوق، اس سے زیادہ کہ وہ اپنے حقوق کا دعویٰ کرنے پر توجہ دیتے ہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ پوچھے گا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، بجائے اس کے

کہ دوسروں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا نہ کہ دوسروں کے اعمال کے بارے میں۔ اس کے برعکس، ایک ناپاک فرد اکثر صرف اپنے حقوق پر توجہ مرکوز کرتا ہے — وہ حقوق جو کہ سماجی اصولوں، رجحانات اور ذاتی خواہشات کے مطابق ہوتے ہیں، نہ کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق۔ نتیجتاً، وہ اپنے رشتوں میں اطمینان حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر سکتے ہیں، یہاں تک کہ اگر ان کی شریک حیات اسلام میں بیان کردہ اپنے حقوق کو پورا کرتی ہے۔ یہ ایک اہم وجہ ہے جس کی وجہ سے اسلام کی تفہیم کا فقدان اکثر ازدواجی مسائل اور طلاقوں سے منسلک ہوتا ہے۔

چونکہ زیادہ تر غلام لڑکیاں صحیح اسلامی تعلیم اور طرز عمل کی حامل نہیں تھیں، اس لیے ان کے غیر اخلاقی برتاؤ کا امکان زیادہ تھا۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے نرمی کی وجہ سے ان کی سزا میں کمی کر دی جس صورت میں وہ زنا کرتے تھے۔ باب 4 النساء، آیت 25

لیکن ایک بار جب وہ نکاح میں آجائیں تو اگر وہ زنا کریں تو ان کے لیے آزاد [غیر شادی شدہ] عورتوں کے لیے آدھی سزا ہے، یہ [لونڈیوں سے شادی کرنے کا الاؤنس] تم میں سے اس کے لیے ہے جو گناہ سے ڈرتا ہے، لیکن صبر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

اگرچہ، اللہ تعالیٰ نے مردوں کو اپنی لونڈیوں سے شادی کی اجازت ایسی صورتوں میں دی ہے جہاں وہ آزاد عورت سے شادی کرنے کے لیے مالی تعاون نہیں کر سکتے، وہ ان کو صبر و تحمل کی ترغیب دیتا ہے اور اس شخص سے شادی کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو اسلامی آداب کی تعلیم یافتہ ہو اور اس لیے تقویٰ کا مالک ہو۔ عام طور پر، یہ ڈھیلے کردار کے لوگوں سے شادی کرنے سے بچنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو بدنامی، تنقید یا تنہائی کے خوف سے شریک حیات کے انتخاب میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے لیے صبر سے صحیح شریک حیات کی تلاش کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی ناپاک شخص کے ساتھ شادی میں جلدی کریں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو کامل شریک حیات کی تلاش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ موجود نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہے کہ انہیں کم از کم ایسے شریک حیات کی تلاش ضرور کرنی چاہیے جو تقویٰ کا حامل ہو اور اپنے مذہبی فرائض کے لیے کچھ فکر مند ہو، ورنہ وہ اس غلط شخص سے شادی کر لیں گے جو ان کے حقوق ادا نہیں کرتا اور اس لیے ان کی شادی ان کے لیے تناؤ اور مشکلات کا باعث بن جائے گی۔ لیکن

اگر کوئی شخص صبر کرنے میں ناکام ہو جائے اور جلد بازی سے کام لے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی تمام شادیوں میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اسے دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور بخشش حاصل ہو۔ باب 4 النساء، آیت 25

”اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

سی باب 4 - ایک نساء، آیات 26-28

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنْنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا
﴿٢٧﴾

يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر واضح کرے اور تم سے پہلے لوگوں کے اعمال کی رہنمائی کرے اور تمہاری
توبہ قبول کرے، اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اللہ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے، لیکن خواہشات کی پیروی کرنے والے چاہتے ہیں کہ تم بہت
بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ۔

"اور اللہ تم پر ہلکا کرنا چاہتا ہے۔ اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اس دنیا میں زندگی کے امتحان میں کامیاب ہو جائے تاکہ وہ دونوں جہانوں
:باب 67 الملک، آیت 2 میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“۔“

اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے
ایک الہی ضابطہ حیات نازل فرمایا تاکہ لوگ اس مقصد کو حاصل کر سکیں جس طرح اس نے پچھلی
:نسلوں کے لیے الہی ضابطہ اخلاق نازل کیا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 26

”اللہ چاہتا ہے کہ تم پر واضح کرے اور تم سے پہلے لوگوں کے اعمال کی طرف رہنمائی کرے۔“

الہی ضابطہ اخلاق انسان کو سکھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا صحیح استعمال
یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے کیسے کریں۔
اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی
میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے ذہنی سکون حاصل کرنے کی حقیقت کو اپنے اردگرد اور ان
سے پہلے رہنے والوں کا مشاہدہ کر کے سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ
کی اطاعت کی، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے ذہنی سکون حاصل
کیا۔ جب کہ جن لوگوں نے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں ان کی ذہنی اور
جسمانی حالت غیر متوازن ہو گئی اور انہوں نے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو ضائع کر دیا۔
لہذا یہ رویہ انہیں تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں کی طرف لے جاتا ہے، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے
:باب 4 النساء، آیت 26 لطف اندوز ہوں۔

"اللہ چاہتا ہے کہ تم پر واضح کرے اور تم سے پہلے لوگوں کے اعمال کی طرف رہنمائی کرے۔"

،لیکن جیسا کہ لوگ کامل پیدا نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ ان سے کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے وہ ان سے توقع کرتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، سچے دل سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں اور جب بھی وہ گناہ کریں، توبہ کریں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں۔ باب 4 النساء، آیت 26

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر واضح کرے اور تم سے پہلے لوگوں کے اعمال کی رہنمائی کرے اور تمہاری "...توبہ قبول کرے"

،مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اکیلا ہی کامل ضابطہ اخلاق مہیا کر سکتا ہے جو ذہنی سکون کا باعث ہو۔ وہ اکیلا ہی بنی نوع انسان کو سکھا سکتا ہے کہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کیسے کریں جو اس نے عطا کی ہیں تاکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکیں۔ اور صرف وہی انسان کو سکھا سکتا ہے کہ کس طرح ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنا ہے۔ تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق علم، دور اندیشی، تجربے کی کمی اور تعصبات کی وجہ سے کبھی بھی ذہنی سکون کا باعث نہیں بن سکتے۔ باب 4 النساء، آیت 26

”اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ مزید اس بات پر زور دیتا ہے کہ توبہ کا دروازہ اور ذہنی سکون کا راستہ سب کے لیے کھلا ہے اور خبردار کرتا ہے کہ دوسرے لوگ انہیں اس راستے سے ہٹانا چاہیں گے جو ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 27

اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے، لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں ”کہ تم بہت بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ۔“

جیسا کہ اسلام انسانوں کو اپنی خواہشات پر قابو پانے اور ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنے کی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں، اسلامی تعلیمات ان لوگوں کے رویے سے متصادم ہیں جو صرف اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ لوگ ان مسلمانوں پر تنقید کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جب کوئی اپنے اردگرد کے لوگوں سے مختلف راستہ چنتا ہے تو اس سے وہ اپنی زندگی میں اپنے راستے، ان نعمتوں کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرنے کے بارے میں برا محسوس کرتا ہے، اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ان کی لگن پر تنقید کرتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ تنقید اکثر اپنے ہی رشتہ داروں کی طرف سے آتی ہے۔

اس کے علاوہ، معاشرے کے دیگر عناصر، جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والے پر تنقید کریں گے، کیونکہ اسلام کا پھیلاؤ انہیں دولت کمانے اور اثر و رسوخ حاصل کرنے سے روکتا ہے۔ اسلام جن صنعتوں پر تنقید کرتا ہے، جیسے شراب اور تفریحی صنعتیں، معاشرے کے اندر لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے اور مسلمانوں کو اس مقصد کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کے اندر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اس قدر وسیع ہے۔

آخر میں، جب بھی کوئی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جس میں خواہشات کو قابو میں رکھنا شامل ہے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، تو دوسرے لوگ جو اپنی تمام خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے جانوروں کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں، محسوس کریں گے کہ اسلام اور مسلمان انہیں جانوروں کی طرح ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے روکنے کی کوشش کریں گے تاکہ وہ حیوانیت کی زندگی اختیار کر کے ان کی طرح برتاؤ کریں جس کے تحت وہ اپنی تمام خواہشات کی پیروی کریں۔ یہ لوگ اسلام کے مخصوص عناصر کو نشانہ بنائیں گے تاکہ اس سے دوسروں کی حوصلہ شکنی کی جاسکے، جیسا کہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ۔ عقل رکھنے والا کوئی بھی شخص ان کی کمزور اور خالی تنقیدوں سے دیکھ سکتا ہے کہ ان کا واحد مسئلہ اسلام سے ہے اور یہ کس طرح اپنی خواہشات پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، وہ اسلام میں خواتین کے لباس کوڈ پر تنقید کرتے ہیں لیکن کسی دوسرے لباس کوڈ پر تنقید نہیں کرتے جو کہ معاشرے کے ہر پہلو، جیسے پولیس فورس، فوج، ہسپتال کا عملہ، اسکول اور کاروبار کا بنیادی جزو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں صرف خواتین کے اسلامی لباس کوڈ سے مسئلہ ہے اور معاشرے میں کوئی دوسرا لباس ان کی کمزور اور بے بنیاد تنقید کو واضح طور پر ظاہر نہیں کرتا ہے۔ درحقیقت اسلام اور مسلمان انہیں جانوروں کی طرح بناتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اسلام پر جس طرح بھی تنقید کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 27

اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے، لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں ”کہ تم بہت بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ۔“

یہ ان مسلمانوں کی طرف بھی اشارہ کیا جا سکتا ہے جو مذہبی بدعات پر عمل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کر سکیں، جیسے کہ اسلام کے اندر دھڑے بنا کر قیادت اور دولت حاصل کرنا۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہدایت کے دو ذرائع: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر سختی سے عمل کریں اور دینی علم کے دیگر تمام ذرائع سے اجتناب، دینی علم کے دوسرے ذرائع پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، خواہ وہ نیکیوں کی طرف لے جائے کریں۔ وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا، جو کہ گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی جڑیں ہدایت کے دو منابع میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ، مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، اتنا ہی وہ ان چیزوں پر عمل کرنے لگے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ اس طرح شیطان قدم قدم پر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو کچھ ایسی روحانی مشقیں کرنے کا مشورہ دیا جائے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم اور چیلنج ہوں۔ چونکہ یہ شخص جاہل ہے اور اسے دینی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے، اس لیے وہ آسانی سے اس جال میں پھنس جائیں گے اور ایسی روحانی مشقیں کرنے لگیں گے جو براہ راست اسلام کی تعلیمات کو چیلنج کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور کائنات کے بارے میں ایسی باتوں پر بھی یقین کرنے لگیں گے جو اسلام کی تعلیمات سے بھی متصادم ہیں، جیسے کہ ماننے والے لوگ یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کا علم ہدایت کے دو ذرائع، کے علاوہ کسی اور سے لیا گیا ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں سے کچھ واضح کفر ہیں جیسے کالا جادو کرنا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان اس کا احساس کیے بغیر بھی اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ انہیں مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مذہبی بدعات پر عمل کرنا جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں، شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو
"بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

:اور باب 4 النساء آیت 27

اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے، لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں
"کہ تم بہت بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ۔"

لیکن ہر حال میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ
انہیں ذہنی سکون عطا کرے گا جو انہیں لوگوں کی تنقیدوں سے محفوظ رکھے گا۔ جبکہ لوگوں کو
خوش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی صرف ذہنی سکون کو ضائع کرنے کا باعث بنے گی
کیونکہ کوئی شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں متوازن ذہنی
اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روک دے گا اور ان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو
غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 186

"لیکن اگر تم صبر کرتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو یقیناً یہ عزم کے کاموں میں سے ہے۔"

انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح دنیاوی کامیابی جدوجہد اور قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، جیسے ڈاکٹر بننا، اسی طرح جدوجہد اور قربانی کے بغیر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا، کسی کو ایسا بے ہودہ رویہ نہیں اختیار کرنا چاہیے جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوں، انہیں ذہنی سکون فراہم کرے گا کیونکہ وہ زبانی طور پر اس پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرنا، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے ضروری: باب 16 النحل، آیت 97 ہے۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

لیکن اگر کوئی اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرتا ہے اور اس کے بجائے انسان کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق کی پیروی کرتا ہے، تو وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، علم دور اندیشی، تجربے اور تعصبات کی کمی کی وجہ سے انسان کے بنائے ہوئے تمام ضابطہ اخلاق ذہنی سکون کا باعث نہیں بن سکتے۔ لہذا انسان کو لوگوں کی فطری کمزوری اور ضابطہ اخلاق بنانے کی ان کی ناقص کوششوں کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ یہ کبھی بھی دباؤ، پریشانیوں اور مشکلات کے بڑے بوجھ کا باعث بنے گا اور اس کے بجائے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے عطا کردہ الہی ضابطہ اخلاق کی پیروی کرنی چاہیے کیونکہ اسی سے دنیا میں دونوں طرح کے امن و سکون کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 28:

”اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔“

:اور باب 7 الاعراف، آیت 157

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، ان پڑھ نبی، جسے وہ تورات اور انجیل میں لکھا ہوا" پاتے ہیں، جو انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے لیے اچھی باتوں کو حلال کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور ان کے بوجھ کو دور کرتا ہے۔ اور بیڑیاں جو ان پر تھیں...

اس لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہترین ہے، حالانکہ انہیں کڑوی دوائیں تجویز کی گئی ہیں اور ایک سخت خوراک کا منصوبہ ہے۔ جس طرح یہ عقلمند مریض اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرے گا، اسی طرح اگرچہ، زیادہ تر معاملات وہ شخص جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ میں، مریض اپنی تجویز کردہ دوائیوں کے پیچھے سائنس کو نہیں سمجھتے اور اس لیے اپنے ڈاکٹر پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر اس کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ لوگوں سے یہ توقع نہیں کرتا کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر اندھا اعتماد کریں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی سچائی کو اس کے واضح دلائل سے پہچانیں۔ لیکن اس کے لیے انسان کو اسلام کی تعلیمات سے رجوع کرتے ہوئے غیر جانبدارانہ اور:باب 12 یوسف، آیت 108 کھلے ذہن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو" ...میری پیروی کرتے ہیں

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 28

“اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔“

سی باب 4 - ایک نساء، آیات 29-31

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ
تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدُوًّا ظُلْمًا فَنُصِيفُ نَصْلَهُ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا
﴿٣٠﴾

إِنْ تَحْتَبِئُوا كِبَارَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا
كَرِيمًا ﴿٣١﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے مال کو ناحق نہ کھاؤ بلکہ تجارت میں باہمی رضامندی سے، اور" اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

،اور جو ظلم اور زیادتی سے ایسا کرے گا تو ہم اسے آگ میں جھونک دیں گے۔ اور یہ، اللہ کے لیے ہمیشہ [آسان ہے۔

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ دور کر دیں گے اور تمہیں عزت والے دروازے میں داخل کر دیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب ہی کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت میں، اللہ تعالیٰ مومنوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات جیسے کہ اپنے مالی معاملات میں اپنے ایمان اور اس کی اطاعت کا مظاہرہ کریں۔ باب 4 النساء، آیت 29

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ۔"

سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کے مال کو اپنا کہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کے مال کا احترام کرنا چاہیے، جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے مال کا احترام کریں۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو لوگوں اور ان کے مال سے دور نہ رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ اس اہم اصول کو اپنائیں کہ وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ ان کے معاملات میں انصاف کو یقینی بنائے گا اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنائے گا۔ درحقیقت دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا جو کوئی اپنے لیے چاہتا ہے سچے مومن کی نشانی ہے صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود حدیث کے باب 4 النساء آیت 29 مطابق

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ۔"

اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ جو کچھ بھی غیر قانونی طریقوں سے حاصل کیا جاتا ہے وہ بالآخر اس زندگی اور آخرت میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ: باب 53 عن نجم، آیت 43 کے اختیار اور کنٹرول سے نہیں بچ سکتے۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایسا سلوک جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہو، لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس غلط استعمال کے نتیجے میں کسی کی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے انسان اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتا ہے۔ جب کسی کو اس کا تجربہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ لوگ اور چیزیں جن کی وہ کبھی قدر کرتے تھے، جیسے خاندان اور دوست، مدد کے بجائے تناؤ کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ نافرمانی کے اس راستے کو جاری رکھنا غلط جگہ پر غصے اور بے ضرر لوگوں پر الزام لگانے کا باعث بن سکتا ہے، جیسے کہ شریک حیات۔ منفی کا یہ چکر اہم رشتوں کو منقطع کر سکتا ہے، بالآخر تنہائی اور مایوسی کے جذبات کو تیز کر سکتا ہے۔ اس کے نتائج ذہنی صحت کے چیلنجوں کی طرف بڑھ سکتے ہیں، بشمول ڈپریشن، لت، اور یہاں تک کہ خود کو نقصان پہنچانے کے خیالات۔ مزید برآں، عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی بھی قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے سے روکتی ہے۔ آخرت کے نتائج اس دنیا میں آنے والی تمام مشکلات سے کہیں زیادہ ہوں گے۔

اس کے علاوہ، یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ غیر قانونی ذرائع سے حاصل کی گئی کوئی بھی دولت یا دنیاوی مال آخرکار مالک کے لیے بوجھ بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے ناجائز منافع کے ساتھ کیے جانے والے کسی بھی نیک عمل کو قبول نہیں کرے گا اور اس کے بدلے وہ دنیا اور آخرت دونوں میں بڑے گناہوں اور عذابوں کا باعث بنے گا جب تک کہ کوئی سچے دل سے توبہ نہ کرے۔ اسلام کی ظاہری بنیاد حلال چیزوں کو کمانے اور استعمال کرنے پر ہے جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیتوں پر ہے۔ اگر بنیاد ہی داغدار ہے تو اس سے جو کچھ نکلتا ہے وہ بھی داغدار ہو جائے گا اور بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ وہ نیک اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرز عمل سے کام لینے والوں کے انجام کا اندازہ لگانے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے۔

ان کے تمام مالی معاملات کے حلال ہونے کو یقینی بنا کر اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ باب 4 النساء
آیت 29:

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضامندی سے تجارت کرو۔"

انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ منصفانہ اور معقول طریقے سے برتاؤ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے مالی لین دین میں برکت اور رحمت رکھے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ ان کا کاروبار ترقی کرتا رہے گا اور انہیں دونوں جہانوں میں فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اگر کوئی جان بوجھ کر لوگوں کو ان کے مالی لین دین میں دھوکہ دیتا ہے، جیسے کہ ان کی مصنوعات کے عیب چھپاتا ہے، تو وہ اس رحمت اور برکت سے محروم ہو جائیں گے، جس کے نتیجے میں وہ زیادہ لالچی ہو جائیں گے، کیونکہ ان کا مال کبھی بھی ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ صحیح بخاری نمبر 2079 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ نمبر 2146 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ تمام کاروباری لوگ قیامت کے دن فاسقوں کے طور پر اٹھائے جائیں گے، بشرطیکہ وہ اللہ سے ڈریں اور کاروبار کے دوران حق بات نہ کہی جائے۔ باب 83 المطفین، آیات 1-6

افسوس ان لوگوں کے لیے جو کم دیتے ہیں، جو جب لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں، لیکن "اگر ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو نقصان پہنچاتے ہیں، کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک بڑے دن کے لیے، جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟"

لہذا، جو لوگ اپنے مالیاتی کاروبار کو صحیح طریقے سے چلانے میں ناکام رہتے ہیں وہ صرف اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 29

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ، بلکہ باہمی رضامندی سے تجارت کرو، اور اپنے "آپ کو قتل نہ کرو۔"

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ دولت اور قیادت کی حد سے زیادہ محبت اور خواہش مسلمان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے جو بکریوں کے ریوڑ پر دو بھوکے بھیڑیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ پاگل رویہ کسی کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا چاہے وہ بہت زیادہ دولت حاصل کر لے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ رویہ انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل نہیں کر پائیں گے اور وہ بلاشبہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ مزید دولت حاصل کرنے کا مستقل خیال اور جو بھی دولت حاصل کی ہے اسے کھونے کا مستقل خوف ان کے تناؤ، پریشانی اور پریشانی کو دونوں جہانوں میں ہی بڑھاتا ہے۔ کام کے انتہائی لمبے گھنٹے اور نیند اور آرام کی کمی چیزوں کو مزید خراب کرے گی۔ خواہ وہ کتنی ہی دولت اور دیگر دنیاوی چیزیں حاصل کر لیں، اس لیے انہیں کبھی بھی ذہنی سکون نہیں ملے گا۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جنہوں نے دولت کے حصول کے لیے شدید حرص کو اپنایا۔ لہذا، ایک مسلمان کو اپنی ذہنی اور جسمانی صحت کی خاطر ہر قسم کی ناجائز دولت، جیسے مالی سود سے بچنا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 29

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ، بلکہ باہمی رضامندی سے تجارت کرو، اور اپنے "آپ کو قتل نہ کرو۔"

اس کے علاوہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ دوسروں کو خود سے تعبیر کرتا ہے تاکہ وہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی ترغیب دے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ اس تناظر میں یہ آیت اس بات کی تنبیہ بھی کرتی ہے کہ جو لوگ غیر منصفانہ اور غیر قانونی مالیاتی لین دین کرتے ہیں وہ اپنی لالچ کی تسکین کے لیے دوسروں پر جسمانی طور پر ظلم کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ رویہ اس دن اور دور میں وسیع ہو گیا ہے۔ لہذا، انسان کو دنیاوی چیزوں جیسے مال کے لالچ پر قابو پا کر اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دنیاوی چیزوں کا مقصد سمجھتا ہے، جیسے کہ دولت۔ اس کا مقصد اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ہے کہ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ مطابق انہیں حاصل کرنا اور صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہے۔ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ جبکہ لالچ انسان کو دنیاوی نعمتوں کو غلط طریقے سے حاصل کرنے اور غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا۔ اس کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائے گی۔ لہذا ان کا لالچ انہیں دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کی زندگی گزارنے کا سبب بنے گا، خواہ ان کے پاس دنیاوی آسائشیں کیوں نہ ہوں۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ انہوں نے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں، یہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا۔ اس لیے آخرت میں جو عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا وہ اس دنیا میں جو عذاب برداشت کیا ہے اس سے بھی بدتر ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 30

اور جو کوئی ظلم اور زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا تو ہم اسے آگ میں جھونک دیں گے، اور یہ اللہ " کے لیے آسان ہے۔

:باب 4 النساء، آیت 29

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ، بلکہ باہمی رضامندی سے تجارت کرو، اور اپنے " آپ کو قتل نہ کرو۔

اس کے علاوہ انسان کا فرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں جو کچھ اسے مختص کیا گیا ہے اس پر زور نہ ڈالے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے کر دیا تھا اور اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا، خواہ اس کی حرص کتنی بھی ہو۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ اس کے بجائے انسان کو چاہیے کہ وہ اس دنیا میں اپنے حلال رزق کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جسمانی طاقت جیسے وسائل کو استعمال کرے اور پھر اس بات پر پختہ یقین رکھے کہ جو رزق اس کے لیے بہت پہلے مختص کیا گیا تھا وہ ان تک پہنچ جائے گا اور اس کو کوئی چیز نہیں بدل سکتی۔ اس حقیقت کو سمجھنا انہیں اپنے لالچ پر قابو پانے میں مدد دے گا اور یہ انہیں غیر قانونی ذرائع سے رزق حاصل کرنے سے روک دے گا۔ اس کے علاوہ، ایک شخص کو اس بات پر پختہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس کے لیے مختص کیا ہے، وہ اس کے لیے بہترین ہے، چاہے یہ ان پر ظاہر نہ بھی ہو اور جو کچھ وہ دوسروں کو عطا کرتا ہے وہ اس کے لیے بہترین ہے۔ لہذا ان کو چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جو بھی نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر توجہ دیں تاکہ وہ ذہنی سکون حاصل کریں، بجائے اس کے کہ اس دنیا میں ان کو یا دوسروں کے لیے کون سی دنیاوی چیزیں مختص کی گئی ہیں۔ ذہنی سکون دنیاوی چیزوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں مضر ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق بہت سی دنیاوی چیزیں رکھنے میں مضر نہیں ہے۔ یہ سچائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی رحمت ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ ہر کوئی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکتا ہے، خواہ اسے کتنی ہی دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہوں۔ باب 4 النساء، آیت 29

”بے شک اللہ تم پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔“

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنا مال ناحق نہ کھاؤ، بلکہ باہمی رضامندی سے تجارت کرو، اور اپنے "آپ کو قتل نہ کرو۔"

یہ آیت لوگوں کو متنبہ بھی کرتی ہے کہ اگر دولت کا لالچ بے لگام ہو گیا تو زیادہ دولت کا حصول اور ذخیرہ اندوزی ان کی بنیادی توجہ اور مقصد زندگی بن جائے گی۔ لیکن چونکہ دولت ایک عارضی چیز ہے جو اکثر آتی اور جاتی ہے، اس لیے لالچی شخص جو اپنی دولت میں نقصان کا سامنا کرتا ہے جیسے کہ مالی دیوالیہ پن، دباؤ اور تناؤ کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ یہ تناؤ انہیں ذہنی سکون سے اس حد تک محروم کر دے گا کہ ایسا لگتا ہے کہ وہ مر گئے ہیں کیونکہ ان کی اپنی نظروں میں دولت کے بغیر زندگی کی کوئی اہمیت نہیں۔ اگر یہ تناؤ اور دباؤ بڑھتا ہے تو یہ انہیں خودکشی کرنے کی ترغیب بھی دے سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اکثر کارپوریٹ دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ اس شخص کو یہ جان لینا چاہیے کہ دولت زندگی کا صرف ایک پہلو ہے اور یہ خود زندگی نہیں ہے۔ یہ ختم ہونے کا صرف ایک ذریعہ ہے، جس کا مقصد دولت کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے دولت کا حصول بذات خود ختم نہیں ہے۔ انہیں اپنی زندگی میں دیگر اچھی چیزوں کا مشاہدہ کرنا چاہیے، جیسے کہ ان کا خاندان۔ اس سے انہیں یہ سمجھنے کی ترغیب ملے گی کہ ان کے پاس زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے کافی وجوہات ہیں۔ اپنی دولت کو ہٹانے کے ساتھ، وہ اس دنیا میں اپنے حقیقی مقصد کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہیں، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 4 النساء، آیت 29

”بے شک اللہ تم پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔“

عام طور پر، خودکشی کرنا اسلام میں حرام ہے کیونکہ انسان کی زندگی اور اس کا مال صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس لیے کسی شخص کو اپنی زندگی ختم کرنے کا حق نہیں ہے۔ جو شخص اس بات کو ذہن میں رکھتا ہے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے گی کہ وہ اپنی زندگی اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ وہ اس بات کی تعریف کریں گے کہ انہیں جو کچھ بھی عطا کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ہے

اور انہیں تحفہ کے طور پر نہیں بلکہ قرض کے طور پر دیا گیا ہے۔ اس قرض کو اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ صحیح طریقے سے استعمال کر کے ادا کیا جائے ورنہ دونوں جہانوں میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ جنت کی نعمتیں بطور تحفہ عطا کی جائیں گی اور اس لیے اسے اجازت دی جائے: باب 7 الاعراف، آیت 43 گی کہ وہ جس طرح چاہے استعمال کرے۔

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو ”تم کرتے تھے۔“

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تحفہ اور قرض کے درمیان فرق کو سمجھیں تاکہ وہ اس مادی دنیا میں نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیں۔

باب 4 النساء، آیات 29-30

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے، اور جو ظلم اور زیادتی کے ساتھ ایسا ”کرے گا تو ہم اسے آگ میں جھونک دیں گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔“

قرآن پاک ایک بے گناہ کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل سے تشبیہ دیتا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 32

کسی جان کو مارتا ہے سوائے اس کے کہ کسی جان کے لیے یا زمین میں فساد کے لیے - گویا اس... " نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا تھا۔ اور جو کسی کو بچاتا ہے۔ - گویا اس نے بنی نوع انسان کو مکمل طور پر بچا لیا تھا

دوسروں کو نقصان نہ پہنچانا اسلام میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں درج ایک حدیث میں آپ نے واضح طور پر کہا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ دوسرے لوگ خواہ وہ کسی بھی عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، ان کے قول و فعل سے محفوظ محسوس نہ کریں۔ اس سے ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے: اگر نقصان سے بچنے کے لیے اس طرح کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے، تو اسلام بے گناہوں کے قتل کو کیسے قبول کر سکتا ہے؟ اسی حدیث میں بھی اس تشویش کا ازالہ کیا گیا ہے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کی جان و مال کی حفاظت کو یقینی نہ بنائے۔

جو لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا جب تک کہ وہ مسلح مخالف کے خلاف اپنے دفاع میں نہ ہو۔ اس نے عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کا گہرا احترام کیا اور ذاتی انتقام لینے سے گریز کیا۔ اس کے بجائے، اس نے قانونی حدود سے تجاوز کرنے والوں کے لیے انصاف کو برقرار رکھنے کے لیے ایک رہنما کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ سزاؤں پر عملدرآمد کیا۔ اس اصول کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6050 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اگر وہ واقعی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونے کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو دوسروں کے لیے بھی ایسا ہی خیال رکھیں۔

جبکہ مسلمانوں کو اپنے، اپنے خاندان اور اپنی املاک کے دفاع کی اجازت ہے، لیکن اس اجازت کی واضح حدود ہیں۔ کسی بے گناہ کی جان لینا یا پہلے مارنا کبھی بھی قابل قبول نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ وہی شائستگی اور مہربانی پیش کریں جو وہ اپنے آپ کو

صحیح بخاری نمبر 13 حاصل کرنا چاہتے ہیں، سب کے ساتھ احترام اور شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔
میں موجود حدیث کے مطابق یہ سچے مومن کی نشانی ہے۔

قتل کے کبیرہ گناہ پر بحث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تمام کبیرہ گناہوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں قلبی سکون اور کامیابی حاصل کریں۔ باب 4 النساء، آیت 31

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے، تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ" دور کر دیں گے اور تمہیں عزت والے دروازے میں داخل کریں گے۔

معمولی اور بڑے کے طور پر۔ کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی گناہوں کی درجہ بندی کر دی گئی ہے۔ درجہ بندی کے لیے بہت سی مختلف باتیں زیر بحث آئی ہیں۔ مثال کے طور پر، اسلامی حکومت جس گناہ کی سزا دے گی اسے ایک بڑے گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور جس گناہ کا تعلق جہنم سے ہو، اللہ تعالیٰ کا غضب یا لعنت، وہ گناہ کبیرہ شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ صغیرہ گناہوں پر قائم رہنا بھی ان کے کبیرہ گناہوں میں تبدیل ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ صغیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے معاف ہوتے مخلص توبہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور اعمال صالحہ سے مٹ سکتے ہیں۔ گناہ ہیں جبکہ صغیرہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیمات نے جان بوجھ کر کبیرہ اور چھوٹے گناہوں کی فہرست میں شامل کرنے سے گریز کیا ہے تاکہ مسلمان اپنے کسی گناہ کو کبیرہ سمجھ کر چوکنا رہیں۔ اگر لوگوں کو ایک فہرست عطا کی

جائے تو ان میں سے بہت سے لوگ بلا شبہ چھوٹے گناہوں پر اڑے رہیں گے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ معمولی ہیں۔

مزید برآں، ایک مسلمان کبیرہ گناہوں سے بچنے کے لیے جتنا زیادہ چوکنا ہو گا، اتنا ہی زیادہ محتاط ہو جائے گا، اس خوف سے کہ وہ کبیرہ گناہ کر بیٹھیں گے۔ یہ رویہ انہیں ان نعمتوں کا صحیح استعمال یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کرنے کی ترغیب دے گا جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا: باب 4 النساء، آیت 31 یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے، تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ "دور کر دیں گے اور تمہیں عزت والے دروازے میں داخل کریں گے۔"

جبکہ صغیرہ یا کبیرہ گناہوں پر قائم رہنے والا لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور یہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکے گا۔ اس لیے وہ تناؤ، پریشانیوں اور مشکلات سے بھری زندگی گزاریں گے، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ اس لیے ایک شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بھلائی کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنائے اور اس پر عمل کرے، یہاں تک کہ جب یہ تعلیمات اس کی ذاتی خواہشات کو چیلنج کرتی ہوں۔ جس طرح ایک عقلمند فرد اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ تجویز کردہ کڑوی دوائیں اور سخت خوراک بالآخر اس کے اپنے فائدے کے لیے ہیں، اسی طرح اسلامی اصولوں کو بھی قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جو شخص ان تعلیمات پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہے وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کی توقع کر سکتا ہے، بالکل اس مریض کی طرح جو اپنے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایک فرد کی متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنے اندر صحیح طور پر رکھنے کے لیے ضروری مکمل علم رکھتا ہے۔ جب کہ معاشرہ انسانی ذہنی اور جسمانی حالتوں کے بارے

میں بصیرت پیش کرتا ہے، لیکن یہ علم محدود ہے۔ وسیع تحقیق کے باوجود، یہ ہر ایک چیلنج سے نمٹ نہیں سکتا یا زندگی کے ہر تناؤ سے بچا سکتا ہے۔ علم، تجربے، دور اندیشی، اور موثری تعصبات کی حدود کی وجہ سے انسانی رہنمائی اکثر کم پڑ جاتی ہے۔ ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور اس نے اس علم کو قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے انسانیت تک پہنچایا ہے۔ جو لوگ اسلامی تعلیمات کے مطابق حاصل شدہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور جو لوگ حاصل نہیں کرتے ہیں ان کے مقابلے میں وہ کس طرح ذہنی سکون حاصل کرتے ہیں، ان کے درمیان فرق واضح نظر آتا ہے۔ اگرچہ مریض اپنے علاج کے پیچھے سائنس کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتے پھر بھی اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے بجائے اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی زندگیوں پر اس کے گہرے اثرات کی قدر کریں، اندھی عقیدت کے ذریعے نہیں، بلکہ واضح ثبوت کے ذریعے اس کی سچائی کو پہچان کر۔ اس تفہیم کے حصول کے لیے اسلام کی تعلیمات باب 12 یوسف، آیت سے رجوع کرتے وقت ایک کھلی اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کی ضرورت ہے۔

108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت

43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں
:باب 4 النساء، آیت 31 کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے، تو ہم تم سے تمہارے چھوٹے گناہ"
"دور کر دیں گے اور تمہیں عزت والے دروازے میں داخل کریں گے۔

سی باب 4 - ایک نساء، آیات 32-33

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسَأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٣٢﴾

وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَنُكُمْ فَآتَوْهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٣٣﴾

اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اور ہم نے سب کے لیے وارث بنایا ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔ اور جن کو تم نے اپنی قسمیں لگائی ہیں ان کو ان کا حصہ دو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

اس دنیا کی زندگی کے امتحانات میں سے ایک امتحان یہ ہے کہ جب کوئی ان لوگوں کو دیکھے جن کو ان سے زیادہ دنیاوی نعمتیں دی گئی ہیں تو صبر کرنا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 20

اور ہم نے تم میں سے بعض کو دوسروں کے لیے آزمائش بنایا ہے، کیا تم صبر کرو گے؟ اور تمہارا رب دیکھ رہا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 32 اور

اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔“

اس صورت میں انسان کو کبھی بھی حسد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک بڑا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی دنیاوی نعمتوں کی تقسیم کو براہ راست تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کے بجائے، کسی کو باب 42 یہ قبول کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو وہ عطا کرتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے۔
اششورہ، آیت 27

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ روئے زمین پر ظلم کر بیٹھتے لیکن "وہ جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔"

انسان کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ذہنی سکون زیادہ یا مخصوص دنیوی نعمتیں حاصل کرنے میں مضر نہیں ہے۔ اگر یہ سچ ہوتا تو امیر اور مشہور کو اس دنیا میں سب سے زیادہ ذہنی سکون حاصل ہوتا اور ایسا واضح طور پر نہیں ہے۔ ذہنی سکون صرف ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں مضر ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، خواہ یہ بہت سی دنیوی نعمتیں ہوں یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے یا تھوڑی۔ اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

باب 4 النساء، آیت 32

اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔“

درحقیقت زیادہ دنیوی نعمتوں کی خواہش اس دنیا میں صرف آزمائش کو بڑھاتی ہے کیونکہ جب زیادہ عطا کی گئی ہو تو دنیوی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا، ایک سادہ طرز زندگی کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کر کے ذہنی سنن سکون حاصل کرنا آسان ہو۔ یہی ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 4118 میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

مزید برآں، اپنے آپ کو دوسروں سے حسد سے بچانے کے لیے ان لوگوں کا مشاہدہ کرنا چاہیے جو ان سے کم دنیوی نعمتوں کے مالک ہیں۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4142 میں موجود ایک حدیث میں اس پر اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، ان نعمتوں پر کی نصیحت کی گئی ہے۔ کسی کی نیت میں شکر ادا کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ لیے عمل کرنا شامل ہے۔ کسی کی تقریر میں شکر گزاری میں وہ بات کرنا شامل ہے جو اچھی ہے یا خاموش رہنا۔ اور اپنے اعمال میں شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح شکر ادا کرنے والے کو دونوں جہانوں میں برکتوں، رحمتوں

باب 14 ابراہیم، آیت 7 اور ذہنی سکون میں اضافے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

اس کے علاوہ، دنیا کے آسانی سے چلنے کو یقینی بنانے کے لیے، اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو مختلف دنیاوی نعمتیں عطا کرنی تھیں۔ مثال کے طور پر، اگر اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ڈاکٹر بننے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، تو پھر وہ دیگر اہم کام کون کرے گا جو معاشرے کی بقا کے لیے ضروری ہیں، مثلاً کاشتکاری؟ ہر فرد کو مخصوص ہنر اور دنیاوی نعمتوں سے آراستہ کیا گیا ہے تاکہ وہ معاشرے میں اپنا حصہ پورا کرے تاکہ دنیا آسانی سے آگے بڑھ سکے۔ یہ درحقیقت دنیا کے اندر موجود نشانیوں میں سے ایک ہے جو خالق کی موجودگی کی نشاندہی کرتی ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 32

ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کی روزی کو ان کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ان میں سے بعض کو ”بعض پر درجات میں بلند کیا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کو خدمت کے لیے استعمال کریں۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو مزید ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر توجہ دیں تاکہ وہ دوسروں کے ساتھ موازنہ کرنے میں اپنی توانائی اور وقت ضائع کرنے کے بجائے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ باب 4 النساء، آیت 32

مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ”ہے جو انہوں نے کمایا۔“

اسلام لوگوں کا فیصلہ ایک ہی معیار پر کرتا ہے: وہ کتنے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اس کو خوش کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

لوگوں کی حیثیت کو جانچنے کے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جیسے کہ جنس، نسل اور سماجی طبقے، اور مسلمانوں کو ان کو نظر انداز کرنا چاہیے، ورنہ یہ مسلم قوم کے درمیان نسل پرستی اور تفرقہ کو جنم دیتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ کسی کی نیت دوسرے لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے وہ ظاہری اعمال کی بنیاد پر دوسروں کو دوسرے لوگوں سے بہتر نہیں ٹھہراتا اور اس لیے دوسرے لوگوں یا اپنی ذات کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے: کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

“پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کو ترغیب دیتا ہے جو اچھی دنیاوی چیزوں کی خواہش رکھتے ہیں کہ وہ انہیں صحیح طریقے سے تلاش کریں۔ باب 4 النساء، آیت 32

“اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔“

افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی رسومات ادا کرنے کی عادت ہے، خاص طور پر، دوسرے لوگوں کی طرف سے نصیحت کی جانے والی روحانی مشقیں جن کی نصیحت قرآن کریم یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں دی ہے، تاکہ مادی دنیا سے جڑی کوئی چیز حاصل کی جا سکے، جیسے کہ شریک حیات، بچہ یا ویزا۔ اگرچہ اسلام میں دنیاوی چیزیں مانگنے کی ممانعت نہیں ہے پھر بھی جب کسی کا مذہبی عبادات کی نیت صرف دنیوی فائدے پر مبنی ہو یا اسے دینی نعمتوں جیسے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے پر ترجیح دی جائے تو یہ اس کے لیے دونوں جہانوں خصوصاً آخرت میں نقصان کا باعث بنے گا جیسا کہ اس نے آخرت کو ترجیح نہیں دی۔ باب 2 البقرہ، آیت 200:

اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس” کا کوئی حصہ نہیں۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، جب کوئی دنیاوی چیزیں مانگتا ہے، تو وہ یہ جانے بغیر کرتے ہیں کہ آیا یہ ان کے لیے اچھا ہے، کیونکہ ان کے پاس اس بات کا تعین کرنے کے لیے علم اور دور اندیشی کی کمی ہے۔ اس لیے جو چیز وہ مانگ رہے ہیں وہ ان کے لیے دنیا میں بھی نقصان دہ ہو سکتی ہے اور آخرت میں بھی مشکلات کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ” تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

لہذا مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کریں اور مستقبل کے حوالے سے اپنی جہالت اور دور اندیشی کی کمی کو قبول کریں بجائے اس کے کہ وہ جانتے ہوں کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔

اس کے علاوہ اسلام کے بارے میں دنیاوی رویہ اختیار کرنا بھی ناپسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنے کے لیے مذہبی رسومات ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رویہ تھا۔ انسان کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرماتا ہے اس پر راضی رہنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، خواہ یہ ان کے لیے ظاہر نہ ہو، اور اس کے استعمال پر ثابت قدم رہنا چاہیے، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اس لیے ان کے نتائج سے بے خبر رہتے ہوئے مخصوص دنیاوی چیزوں کا مطالبہ کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

:اور باب 2 البقرہ، آیت 201

لیکن ان میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

یہ عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان کسی طبی ڈاکٹر سے ایسی دوائیں کیسے لے سکتا ہے جو اس نے خاص طور پر نہیں مانگی تھی جب کہ اپنے ڈاکٹر پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کی ذہنی اور جسمانی صحت کے لیے بہترین چیز عطا کی ہے، پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ پر اس درجے کا بھروسہ نہیں رکھتے کیونکہ وہ اس کے انتخاب اور فیصلوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے اس سے مخصوص چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان کے علم اور دور اندیشی کی کمی کو قبول کرے اور دنیا اور آخرت میں عمومی اچھی چیزیں مانگے اور اللہ تعالیٰ پر خصوصیت چھوڑ دے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر شخص کے لیے کیا بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت 201 میں بیان کردہ خیر عام ہے نہ کہ مخصوص۔ آیت 201 میں ذکر کردہ نیکی ہر وہ چیز ہے جسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ یہی دونوں جہانوں میں بھلائی کا باعث ہے۔ کوئی بھی چیز جس کا غلط یا گناہ کے طریقوں سے غلط استعمال کیا جائے وہ انسان کے لیے کبھی بھی اچھا نہیں ہو گا اور یہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں کا باعث بنے گا، چاہے وہ تفریح اور تفریح کے لمحات ہی کیوں نہ دیکھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے روحانی قلب، ذہنی سکون کے گھر سمیت ان کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 4 النساء، آیت 32:

مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔
 ”بے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔

ایک اور اہم بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے لیے دعا کرنے کے اس حکم کو خلوص نیت سے اس کی اطاعت کے ساتھ ملایا گیا ہے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت روایات میں ہر دعا کا تعلق اطاعت سے ہے۔ اس کے علاوہ، قرآن پاک میں ہر دعا کسی ایسے شخص کے ذریعہ کی گئی تھی جو اطاعت کے اعمال کے لئے وقف تھا۔ انہوں نے زندگی بھر کوشش کی کہ وہ جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کریں۔ یہ اس بات کو سمجھنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے کہ دعائیں صحیح معنوں میں تب ہی موثر ہوتی ہیں جب انہیں اطاعت کے اعمال کے ساتھ ملایا جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے سست رویہ اپنایا ہے جس کے تحت وہ دعائیں کرنے میں تو اچھے ہیں لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لیے کم سے کم توانائی، وقت اور دولت جیسے کسی دوسرے وسائل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہ بات واضح ہے کہ دعاؤں کا مقصد اطاعت کے عمل سے مدد لینا ہے تاکہ وہ موثر ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا ہر قدم واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے کس طرح جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی

تھیں۔ انہوں نے کبھی بھی صرف راحت یا فتح کی دعا ہی نہیں کی جبکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرنے سے انکار کیا۔ جامع ترمذی نمبر 3499 میں موجود حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دن کے اندر دو خاص اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا مثبت جواب دیا جاتا ہے، دونوں کا تعلق اطاعت سے ہے۔ پہلا وقت براہ راست فرض نمازوں کے بعد ہے اور دوسرا رات کے آخری حصے میں ہے جب کہ رات کی نماز نفلی ادا کرنی چاہیے۔ مزید برآں، مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ دعاؤں کو مکمل اور مؤثر ہونے کے لیے اطاعت کے عمل سے مدد ملنی چاہیے۔ باب 35 فاطر، آیت 10

“...اس کی طرف اچھی بات چڑھتی ہے، اور عمل صالح اسے بلند کرتا ہے”

اس بات کو سمجھنے میں ناکامی کہ دعاؤں کی تائید اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جسمانی اعمال سے ہونی چاہیے، مسلمانوں کی حالت میں مثبت تبدیلی نہ آنے کی ایک بڑی وجہ ہے، کیونکہ انسان کو اپنی زندگی میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے اپنی نیت، قول اور فعل کو بدلنا ہوگا۔ باب 13 الرعد، آیت 11

بے شک اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اندر کی حالت نہ بدلیں۔“

اس کے علاوہ، اپنی زندگی میں مثبت تبدیلی پیدا کرنے کے لیے ان کے پاس موجود وسائل جیسے ان کی توانائی کو استعمال کرنا چاہیے اور وہ صرف دعاؤں پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر، جو شخص اپنے شریک حیات کے ساتھ ازدواجی مسائل کا سامنا کر رہا ہے، اسے مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہئیں اور اسے اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے دعاؤں کے ساتھ جوڑنا چاہیے۔ وہ ان مسائل کے حل کے لیے عملی طور پر قدم اٹھانے سے گریز کر کے سست روی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے جن کا انہیں سامنا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی دعاؤں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، یہ غیر فعال اور غلط رویہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔

باب 4 النساء، آیت 32

”اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔“

اللہ رب العزت کو اپنا رب ماننے اور اس کی بندگی کو قبول کرنے کا ایک حصہ یہ سمجھنا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے اور اس لیے وہ فیصلہ کرے گا کہ انہیں کیا دینا ہے اور کیا روکنا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 32

”بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

اس حقیقت کو قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو قبول کرے گا اور اس لیے ہر وقت صبر اور اپنی نیتوں میں شکر گزار رہے گا، خواہ وہ اپنی جائز دنیاوی خواہشات کو حاصل کرے یا نہ کرے۔ شکرگزاری کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمل کرنا ہے۔ جب بات کسی کی تقریر کی ہو تو شکرگزاری کا اظہار مہربان الفاظ کے ذریعے یا ضرورت پڑنے پر خاموشی اختیار کر کے کیا جاتا ہے۔ کسی کے اعمال کے لحاظ سے، شکرگزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہیں۔ مزید برآں، صبر میں کسی کی بات یا عمل سے شکایت کرنے سے گریز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہنا، اس بات پر یقین رکھنا کہ وہ صرف وہی انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے، چاہے یہ ان کے لیے واضح نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا ہر حال میں صحیح طریقے سے عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی مسلسل مدد اور رحمت حاصل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہوتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس دنیا میں عطا کی جانے والی دنیاوی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد ان دنیاوی نعمتوں کو دوسروں کے لیے وراثت کے طور پر چھوڑنے کا ذکر کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 33

”اور ہم نے سب کے لیے اس کا وارث بنایا ہے جو والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔“

وصیتیں بنا کر دوسروں پر ظلم کرنا عام رواج تھا اور اب بھی ہے جس کا مقصد بعض لوگوں خصوصاً رشتہ داروں کو وارث بننے سے ہٹانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس غلط رویہ کی کئی بار اصلاح فرمائی ہے کہ متوفی کے ورثاء کو جو حصہ ملتا ہے۔ زیر بحث بنیادی آیات ابتدا میں نازل ہوئیں اور بعد میں وراثت کے حوالے سے مزید مخصوص اور مفصل آیات نازل ہوئیں، جس میں مزید واضح کیا گیا کہ وراثت کو کیا حصہ ملتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لوگ متعصب ہونے کی وجہ سے اپنی وراثت کو منصفانہ طریقے سے تقسیم نہیں کر پائیں گے۔ صرف وہی ہے جو ہر ایک کے لیے بہترین چیز جانتے ہوئے بھی برکات کو منصفانہ طریقے سے تقسیم کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ تمام دنیاوی نعمتیں انسان کے پاس ہوتی ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کی ہے اور عطا کی ہے، اسی لیے یہ حق ہے کہ وہ انتخاب کرے کہ کس شخص سے میراث ملے اور اس کا حصہ کیا ہو۔ لہذا کسی شخص کو اسلام کے وضع کردہ وراثت کے طریقہ کار پر سوال اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ جو دنیاوی چیزیں اس کے پاس ہیں وہ ان کی ملکیت نہیں ہیں۔

عام طور پر، یہ دوسروں کے حقوق کو پورا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اسلام کے دونوں پہلوؤں کا پورا ہونا ضروری ہے۔ پہلا پہلو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرنا ہے جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں۔ دوسرا پہلو لوگوں کے حقوق کی تکمیل ہے، جیسا کہ اس بات کو یقینی بنانا کہ کسی کی وراثت کو اسلامی قانون کے مطابق ان کی بہترین صلاحیت کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے لیے یہ عام بات ہے کہ وہ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس طرح کامیابی حاصل کریں گے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر غلط ایمان رکھتے ہیں، دوسروں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کوئی بھی مال یا دوسری دنیاوی چیزیں جو ناجائز طریقے سے حاصل کی جاتی ہیں وہ صرف اس کے لیے جانے والے کے لیے لعنت ہی بنتی ہیں کیونکہ ان ناجائز چیزوں کے ساتھ وہ جتنے بھی اچھے اعمال انجام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا اور اگر وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں تو دونوں جہانوں میں ان کے گناہ اور عذاب میں اضافہ ہی ہو گا۔ اس لیے کہ اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کی کمائی اور اس کا استعمال ہے جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی خراب ہے تو جو کچھ بھی اس سے نکلے گا وہ خراب ہو جائے گا اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ وہ اچھے اعمال ہی کیوں نہ ہوں۔ قیامت کے دن اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کا نتیجہ نکالنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔

اس کے علاوہ تمام مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن عدل قائم ہو گا۔ ایک شخص کو اپنی نیکیاں ان تمام لوگوں کے حوالے کرنے پر مجبور کیا جائے گا جن پر اس نے دنیا میں ظلم کیا تھا اور اگر ضرورت پڑی تو وہ ان لوگوں کے گناہ اٹھانے پر مجبور ہوں گے جن پر اس نے ظلم کیا تھا۔ اس کی وجہ سے قیامت کے دن انہیں جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا جس طرح حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے لوگوں کو کوشش کرنی چاہیے اسی طرح حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے بھی کوشش کرنی چاہیے۔ سابقہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرتا ہے جو وہ خود چاہتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ اس میں دوسروں کی ان کاموں میں مدد کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اور انہیں ان چیزوں سے تنبیہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو تمام چیزوں، لوگوں اور رشتوں پر ترجیح دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو اپنے وعدوں کو ایک خاص مثال کے ساتھ پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ باب 4
النساء، آیت 33

”اور جن کو تمہاری قسمیں لگائی گئی ہیں ان کو ان کا حصہ دو۔“

بغیر کسی معقول وجہ کے وعدہ خلافی کرنا منافقت کا ایک پہلو ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2749 میں منافق کی صفات اختیار کرنے والے کو ڈرنا چاہیے کہ موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ آخرت میں اس کا انجام ان کے ساتھ ہو گا۔ اس لیے ایک مسلمان کو ان تمام وعدوں کو پورا کرنا چاہیے جو انہوں نے کیے ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت سے اطاعت کریں گے، ہر حال میں جب انہوں نے اسے اپنا رب مان لیا تھا۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے اس کی خوشنودی کے لیے جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ وعدہ ایک عملی ہے۔ لہذا، یہ زبانی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرنے سے بہت آگے ہے۔ لوگوں سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کا حساب قیامت کے دن ہوگا۔ باب 17 الاسراء، آیت 34

”اور [ہر] عہد کو پورا کرو، بیشک عہد ہمیشہ [جس کے بارے میں] سوال کیا جائے گا۔“

ان وعدوں میں غیر کہے گئے اور غیر تحریری وعدے بھی شامل ہیں، جیسے کہ جب کسی کے بچے ہوتے ہیں۔ بچہ پیدا کرنا والدین کو خود بخود اسلام کی تعلیمات کے مطابق بچے کے حقوق کی تکمیل کے وعدے کا پابند کر دیتا ہے۔ ان وعدوں میں دنیاوی بھی شامل ہیں، جیسے تجارتی لین دین اور مالی سودے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دنیاوی معاملات کو اپنے دینی معاملات سے الگ کرنے کی کوشش نہ کرے جبکہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اس کی زندگی کے دنیاوی پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ کی کوئی

دلچسپی نہیں ہے۔ یہ ایک احمقانہ رویہ ہے کیونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور ضابطہ حیات ہے جو انسان کی ہر سانس اور ہر اس صورت حال پر اثر انداز ہوتا ہے جس میں وہ ملوث ہو خواہ وہ دنیاوی ہو یا مذہبی۔ اس لیے کسی بھی ذمہ داری کا ارتکاب کرنے سے پہلے گہرائی سے سوچنا چاہیے کیونکہ اس دنیا میں تمام ذمہ داریاں کسی نہ کسی وعدے کی پابند ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔

لہذا اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ انہیں میراث میں سے ان کا صحیح حصہ دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح واقف ہے اور: دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 33

”بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔“

باب 4 - النساء، آیات 34-35

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ
أَمْوَالِهِمْ فَإِلَّا فَضَّلَتْ لِكُلٍّ حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ وَاللَّي تَتَّخِفُونَ
نُفُوسَهُنَّ فَأَعْطُواهُنَّ مِنْ أَهْجُرُهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَأَضَرُّهُنَّ فَإِنْ أَطَعَكُمْ فَلَا
تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا ﴿٣٤﴾

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا
إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾

مرد عورتوں کے نگہبان ہیں جو اللہ نے ایک دوسرے پر دیا ہے اور جو وہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں، تو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، [شوہر کی] غیر موجودگی میں اس چیز کی حفاظت کرتی ہیں جس کی اللہ ان سے حفاظت کرتا ہے، لیکن جن بیویوں (سے تم کو تکبر کا اندیشہ ہے، وہ ان کو نصیحت کریں، اگر وہ اس پر عمل کریں، تو وہ ان کی حفاظت کریں] آخر میں، ان کو ہلکے سے [مارو، لیکن اگر وہ آپ کی اطاعت کرتے ہیں، تو ان کے خلاف کوئی ذریعہ تلاش نہ کریں، اللہ ہمیشہ سے بلند اور عظیم ہے۔

اور اگر تم دونوں [شادی شدہ جوڑے] کے درمیان اختلاف کا اندیشہ رکھتے ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک ثالث اس کی قوم سے بھیج دو۔ اگر وہ دونوں صلح چاہتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا۔ بے شک اللہ ہمیشہ جاننے والا اور باخبر ہے۔

اسلام اس عقیدے کی وکالت نہیں کرتا کہ مرد عورتوں پر برتر ہیں۔ اس غلط عقیدے کی لوگوں نے وکالت کی ہے کیونکہ وہ اسلام کی طرف سے مردوں کو وراثت میں زیادہ حصہ دینے کے پیچھے کی حکمت کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 11

”اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے: مرد کے لیے دو عورتوں کے حصہ کے برابر“

اللہ تعالیٰ نے مردوں پر زیادہ ذمہ داریاں عائد کی ہیں جیسے گھر کے اخراجات پورے کرنا اور عورتوں کو ان ذمہ داریوں سے آزاد کر دیا۔ باب 4 النساء، آیت 34

مرد عورتوں کے نگہبان ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے ایک دوسرے پر دیا ہے اور جو وہ اپنے "مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

وراثت پر بحث کرتے وقت معاشرے میں مرد اور عورت کی مختلف مالی ذمہ داریوں پر غور کرنا ضروری ہے۔ مرد زیادہ مالی ذمہ داریاں برداشت کرتے ہیں، جیسے کہ اپنی ماؤں، غیر شادی شدہ بیٹیوں یا بیویوں کو مہیا کرنا۔ اسی طرح، بھائی اپنی غیر شادی شدہ بہنوں کی کفالت کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں اگر ان کے والد کا انتقال ہو جائے۔ ایسے حالات میں جہاں ایک عورت کے پاس باپ، بھائی یا شوہر کی کمی ہوتی ہے، اس کی مدد کرنا اس کے دوسرے قریبی رشتہ داروں پر آتا ہے۔ اگر اس کا کوئی رشتہ دار دستیاب نہ ہو تو اسلامی حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی ضروریات کو پورا کرے۔ غیر اسلامی ریاستوں میں، مسلم کمیونٹی کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ خاندانی تعلقات سے قطع نظر اس کی حمایت کریں۔ ان مختلف ذمہ داریوں کی وجہ سے، یہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مردوں کو وراثت میں سے زیادہ حصہ ملے۔ یہ اصول کام کی جگہ کا آئینہ دار ہے، جہاں مختلف ذمہ داریوں والے ملازمین کو مساوی تنخواہ نہیں ملتی۔ لہذا، مردوں اور عورتوں کو وراثت میں مساوی حصہ مختص کرنا غیر منصفانہ ہوگا جب ان کے مالی فرائض میں فرق ہو۔ اگر کوئی عورت گھریلو اخراجات میں

حصہ ڈالنے کا انتخاب کرتی ہے، تو اسے اس کی سخاوت کا یقیناً اجر ملے گا۔ تاہم، وراثت سے متعلق قوانین تبدیل نہیں ہوں گے۔ اس کی شراکتیں اس کے نامزد حصہ کو تبدیل نہیں کرتی ہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کو گھریلو اخراجات پورے کرنے پر مجبور پاتی ہے، تو وراثت کا قانون بدستور برقرار ہے۔ اس کے باوجود، اللہ تعالیٰ، اس کے صبر اور ایمان کے بدلے اس کے انعامات کا وعدہ کرتا ہے، اور اسے دنیا اور آخرت دونوں میں معاوضے کا یقین دلاتا ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور ہر فرد اس کا بندہ ہے۔ وہ ہر ایک کے لیے بہترین مہیا کرے گا، لیکن وراثت کے قوانین جوں کے توں رہیں گے۔ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، عاجزی اور اس کی حکمت پر بھروسا کے ساتھ اس کے فیصلوں کو قبول کرے گا۔

یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ اسلام سے پہلے عورتیں خود ہی ایسی چیز میں شمار ہوتی تھیں جو دوسروں کو وراثت میں ملتی تھیں اور ان کا دوسروں سے وراثت میں آنے کا خیال بھی لغو تھا۔ اسلام نے اس ناجائز عمل کو ختم کیا اور انہیں وراثت میں واجب حصہ دیا۔

عام طور پر، اسلام افراد کی تشخیص ایک ضروری معیار کی بنیاد پر کرتا ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی مخلصانہ اطاعت۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کے لیے پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49: الحجرات، آیت 13:

”بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس بات پر توجہ مرکوز کریں کہ افراد کا اندازہ لگاتے وقت اصل میں کیا اہمیت رکھتا ہے، جنس، نسل اور سماجی طبقے جیسے غیر متعلقہ معیارات کو ایک طرف رکھتے ہوئے۔ ان معیارات پر قائم رہنا نسل پرستی کا باعث بن سکتا ہے اور کمیونٹی میں تقسیم پیدا کر

سکتا ہے۔ انسان کو سمجھنا چاہیے کہ انسان کے ارادے سطح پر نہیں دیکھے جاتے۔ اس لیے وہ کسی کی قدر کا تعین صرف اس بات کی بنیاد پر نہیں کر سکتے کہ وہ ظاہری طور پر کیا کرتے ہیں۔ اس لیے اپنے یا دوسروں کے بارے میں قیاس آرائیوں سے پرہیز کرنا بہت ضروری ہے۔ آخر میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر شخص کی نیت، قول اور عمل کو پوری طرح سمجھتا ہے۔ باب 53 عن نجم: آیت 32:

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

جو شخص اس حقیقت کو سمجھے گا وہ اپنے آپ کو دوسروں سے تشبیہ دینے سے گریز کرے گا اور اس کی بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے برتری حاصل کرے گا۔ اس فرمانبرداری میں اسلامی تعلیمات کے خاکہ کے طور پر ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے۔ باب 4 النساء: آیت 34:

پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، [شوہر کی] غیر موجودگی میں اس چیز کی حفاظت کرتی ہیں جس کی اللہ ان سے حفاظت کرے گا۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ شادی کے ادارے کی وکالت کرتا ہے اور ناجائز تعلقات کی مذمت کرتا ہے۔ جب دو افراد حقیقی طور پر پر عزم نہیں ہوتے ہیں، جیسے شادی میں، وہ اکثر مشکل وقتوں میں درکار مدد فراہم کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، جو ان کے جذباتی انتشار کو بڑھا سکتا ہے۔ متعدد رشتوں کے درمیان مسلسل تبدیلی کسی کی ذہنی تندرستی پر نقصان دہ اثر ڈال سکتی ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ بہت سے لوگ جو بریک اپ سے گزرتے ہیں وہ مشاورت کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ وہ ذہنی صحت کے چیلنجوں کا سامنا کر سکتے ہیں، بشمول ڈپریشن، ان لوگوں سے زیادہ جو مستحکم تعلقات کو برقرار رکھتے ہیں، جیسے کہ شادی۔ مزید برآں، وہ افراد جو اپنی کمیونٹی میں متعدد شراکت داروں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں، انہیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے موزوں شریک

حیات تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ ایسا اکثر اس لیے ہوتا ہے کہ ایسے افراد میں ایسی عادات یا خصائص پیدا ہو سکتے ہیں جو سنجیدہ عزم کے خواہاں افراد کے لیے پرکشش نہیں ہوتے، جو مزید جذباتی پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ آرام دہ تعلقات میں، شراکت دار اکثر خود کو اپنی خواہشات میں غلط طریقے سے پاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک قریب تر ہونا چاہتا ہو اور آخرکار آباد ہو جائے، جبکہ دوسرا ہو سکتا ہے کہ اس وژن کو شیئر نہ کرے، جس سے زیادہ سرمایہ کاری کرنے والے پارٹنر کے لیے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور طویل مدتی جذباتی نشانات ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس، ازدواجی رشتے میں، دونوں شراکت دار عام طور پر ایک دوسرے کے لیے اپنی لگن کے بارے میں ایک ہی صفحے پر شروع ہوتے ہیں۔ ایک شادی شدہ جوڑا منصوبہ بند اور غیر متوقع دونوں صورتوں میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے لیے پرعزم ہے، جیسے کہ بچوں کی پرورش۔ مزید برآں، کسی کے ساتھ شامل ہونے سے قربت اور افہام و تفہیم کا غلط احساس پیدا ہو سکتا ہے، جو شادی کے بعد جب ذمہ داریاں بدلنا شروع ہو جائیں تو عدم اطمینان کا باعث بن سکتا ہے۔ اکثر، عدم اطمینان پارٹنر میں تبدیلیوں سے نہیں بلکہ شادی کے ساتھ آنے والی نئی حرکیات اور دباؤ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شادی سے پہلے صحبت کرنا بھی ہمیشہ ان مسائل کو حل نہیں کرتا۔ لوگوں کے لیے یہ عام ہے کہ کسی ساتھی کے ساتھ تصادم ان کی زندگی کے مختلف شعبوں کو متاثر کرتا ہے، جیسے کہ تعلیم، جہاں کچھ نوجوان اپنی تعلیم محض اس لیے چھوڑ سکتے ہیں کہ وہ روزانہ کسی سابق ساتھی سے ملنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ شادی میں تعلق کی گہرائی معمولی اختلافات کے خلاف لچک کو فروغ دیتی ہے جو اکثر کم پرعزم تعلقات میں رہنے والوں کے لیے ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتے ہیں۔

کسی شخص کو کسی ایسے رشتے کی ظاہری شکل سے گمراہ نہیں کرنا چاہیے جسے غیر قانونی سمجھا جاتا ہو، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس سے خود کو یا معاشرے کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ بہت سے لوگوں میں گہری سمجھ کی کمی ہوتی ہے اور وہ اکثر اپنے جذبات کو ترجیح دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ غلطی سے یہ سوچتے ہیں کہ شادی سے باہر کا رشتہ نقصان دہ ہے۔ تاہم، یہ نقطہ نظر ان پوشیدہ نتائج کو نظر انداز کرتا ہے جو خود اور دوسروں دونوں پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں۔ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ایک مسلمان کے لیے، اپنے ساتھی کے ساتھ مزید گناہ آمیز رویے میں ملوث ہونے کا لالچ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ سکتا ہے۔ چونکہ جذبات اور لگاؤ کو سنبھالنا مشکل ہو سکتا ہے اور چونکہ زنا جیسے رویے بہت سے معاشروں میں عام ہو چکے ہیں، اس لیے غیر شادی شدہ جوڑے، کے لیے ان گناہوں میں پڑنا بہت آسان ہے۔ اس کے نتیجے میں بے شمار مسائل پیدا ہو سکتے ہیں بشمول غیر ارادی حمل اور اسلام کے اندر اہم خطاؤں کو معمول پر لانا۔ یہاں تک کہ اگر وہ بڑے گناہوں سے بچتے ہیں، جذباتی الجھن فیصلے پر بادل ڈال سکتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کی نا مناسبت کو تسلیم کیے بغیر شادی کر لیتے ہیں، چاہے وہ شروع میں ایک اچھا میچ لگتے ہوں۔ شادی کی حرکیات تناؤ اور ذمہ داریوں کو متعارف کرواتے ہیں، جیسے کہ شریک حیات اور بچوں کے حقوق کا احترام کرنا، جو جوڑے کے درمیان تعلقات کو بنیادی طور پر بدل دیتے ہیں۔ یہ تبدیلی اکثر

افراد کو ایک دوسرے پر شادی کے بعد تبدیلی کا الزام لگانے کا باعث بنتی ہے۔ مزید برآں، شادی سے پہلے خرچ ہونے والا کوئی بھی وقت ایک جوڑے کو ایک دوسرے کے کردار کو صحیح معنوں میں اسی طرح سمجھنے کی اجازت نہیں دیتا جس طرح ایک شادی شدہ جوڑا کرتا ہے۔ پوشیدہ منفی خصلتیں اکثر شادی کے بعد ہی ظاہر ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں ازدواجی مسائل مزید بڑھتے ہیں۔ یہ اکثر نظر انداز کیا جانے والا سچ ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ کوئی ایک اچھا ساتھی لگتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ برابر کے اچھے شریک حیات یا والدین ہوں گے۔ وہ خوبیاں جو ایک اچھے شریک حیات یا والدین بننے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں وہ ان خصوصیات سے مختلف ہوتی ہیں جو اچھے ساتھی کے لیے بنتی ہیں۔ جذباتی وابستگی افراد کو کسی متقی شخص سے شادی کرنے کی ضرورت سے اندھا کر سکتی ہے، کیونکہ وہ غصے کے لمحات میں بھی اپنے شریک حیات اور بچوں کے تئیں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس، تقویٰ سے محروم شخص ان حقوق کو نظر انداز کر سکتا ہے اور نقصان پہنچا سکتا ہے، خاص طور پر جب وہ پریشان ہوں۔ اپنے مضبوط جذبات کے ساتھ، رشتہ دار اس اہم خیال کو نظر انداز کر سکتے ہیں اور تقویٰ کی کمی کے باوجود اپنے ساتھی سے شادی کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ محبت اکثر اپنے ساتھی کی منفی خصلتوں کے بارے میں کسی کے نظریے کو دھندلا دیتی ہے، جو کہ سنن ابوداؤد نمبر 5130 میں موجود حدیث میں ایک احتیاطی اصول ہے۔

مزید برآں، جو ایک ناپاک کردار کو اپناتا ہے اور اس وجہ سے اس کے متعدد شراکت دار ہیں وہ ہمیشہ بدکار لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ ناپاک لوگ ہمیشہ ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور صرف اپنی خواہشات کی تکمیل میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کے حقوق کا احترام نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے حقوق ادا کریں گے، خواہ ان کی شادی ہو جائے۔ جب بھی ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ناراض ہوتا ہے، تو وہ آسانی سے زبانی طور پر اسے گالی دیتے ہیں اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں ایک طوائف سے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر وہ بعد میں معافی مانگتے ہیں، تو یہ زبانی توہین ہمیشہ جذباتی نشانات چھوڑ دیتی ہے جو ٹھیک نہیں ہوتی اور اکثر کسی کی ذہنی صحت کے لیے جسمانی زیادتی سے زیادہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے ناپاک اور ڈھیلے کردار کی وجہ سے ناپاک لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتے ہیں، وہ ہمیشہ ان کے ساتھی یا شریک حیات کی طرف سے جسمانی طور پر زیادتی کا شکار ہوتے ہیں۔ جس لمحے ناپاک شخص ان ظاہری خوبیوں سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھی کو اس کی طرف راغب کرتی ہیں، جیسے کہ اس کی خوبصورتی، اس کا ناپاک ساتھی یا شریک حیات کسی اور کی تلاش کرے گا۔ یہ ایک بڑی وجہ ہے کہ ناپاک لوگوں کے اکثر غیر ازدواجی تعلقات ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھی یا شریک حیات کے ساتھ ایک گاڑی کی طرح سلوک کریں گے جو تھوڑی دیر کے لیے استعمال ہوتی ہے اور پھر اسے اپ گریڈ کیا جاتا ہے۔ اس رویے کی وجہ سے ہونے والے جذباتی صدمے کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ، اگر جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے بھی جب اپنے

والدین سے ناراض ہوتے ہیں، ان پر زبانی گالیاں دیں گے، خاص طور پر ماں کو، اور ان کا موازنہ ان کے ماضی کے غیر مہذب رویے کے نتیجے میں طوائف سے کریں گے۔ اپنے ہی بچے کے ساتھ بدسلوکی کے نتیجے میں جو جذباتی داغ پڑتے ہیں اس کا ازالہ مشکل ہے۔ دوسری طرف، جو معمولی کردار کو اپناتا ہے وہ معمولی اور اچھے لوگوں کو اپنی زندگی میں راغب کرتا ہے۔ یہ لوگ، جیسے کہ ایک ساتھی یا شریک حیات، اپنے حقوق کو پورا کریں گے اور ان کی طرف سے جو بھی زبانی بدسلوکی کی گئی ہے اسے مسترد کر دیا جائے گا، کیونکہ اس میں شامل ہر شخص جانتا ہے کہ توہین درست نہیں ہے۔ اگر اس جوڑے کے بچے ہیں، تو بچے اپنے معمولی اور راست کردار کی وجہ سے والدین دونوں کا احترام کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، غیر ارادی حمل ایک رشتے میں اہم تناؤ کا اضافہ کر سکتے ہیں، جو اکثر علیحدگی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ بہت سے جوڑے والدین کی ذمہ داریوں کو بانٹنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال بچے کے لیے ایک بکھرا ہوا گھر بنا سکتی ہے، جس میں والدین دونوں کی طرف سے ضروری مدد اور نگرانی کا فقدان ہے، جس کے نتیجے میں شامل ہر فرد کے لیے چیلنجز پیدا ہو سکتے ہیں۔ بہت سے نوجوان جو خود کو مصیبت میں پاتے ہیں—خواہ وہ جرم، گروہ میں ملوث ہونے، یا جنسی شکاریوں کا نشانہ بننے کے ذریعے—اکثر ٹوٹے ہوئے خاندانوں سے آتے ہیں۔ بچے کی پرورش ان لوگوں کے لیے بھی مشکل کام ہے جو والدین بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے اور بھی مشکل ہے جو تیار نہیں ہیں۔ ان حالات میں والدین کا جذباتی وزن بچے کی پرورش پر نقصان دہ اثر ڈال سکتا ہے، جو اکثر پہلے بیان کیے گئے مسائل کا باعث بنتا ہے۔ بہت سے معاملات میں، مغلوب واحد والدین اپنے بچے کو رضاعی دیکھ بھال یا گود لینے پر مجبور محسوس کر سکتے ہیں، جس کے بچے پر دیرپا منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں اور ان کے زندگی میں جدوجہد کرنے کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

غیر قانونی تعلقات اکثر سنگین نتائج کا باعث بنتے ہیں جنہیں آسانی سے پہچانا نہیں جاتا، خاص طور پر وہ لوگ جو جذباتی یا بے خبر ہوتے ہیں۔ وہ پہلی نظر میں بے ضرر لگ سکتے ہیں، بالکل ایک مزیدار کھانے کی طرح جو حقیقت میں زہر سے داغدار ہے۔ ان پوشیدہ خطرات سے بچنے کے لیے، ضروری ہے کہ کسی باشعور شخص سے رجوع کیا جائے اور ان کی رہنمائی پر بھروسہ کیا جائے چاہے یہ ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام امور کا مکمل علم رکھتا ہے، خاص طور پر بعض اعمال اور تعلقات سے جڑے مخفی خطرات کا۔ اس لیے اس کی ہدایت کو قبول کرنا اور اس کی پیروی کرنا ضروری ہے، چاہے وہ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ایک عقلمند مریض کے مشابہ

ہے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اگرچہ کچھ علاج ناخوشگوار ہو سکتے ہیں، لیکن وہ بالآخر ان کے بہترین مفاد میں ہیں۔ جس طرح یہ مریض طبی سفارشات پر عمل کر کے بہتر صحت کی کوشش کرتا ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو اپنانے والا شخص بھی دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون پاتا ہے۔ حقیقی ذہنی اور جسمانی ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے درکار بصیرت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وسیع تحقیق کے باوجود دنیا جو اجتماعی علم پیش کرتی ہے، اس کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اس میں زندگی کے ہر چیلنج سے نمٹنے کی صلاحیت نہیں ہے یا انسانی سمجھ، علم، تجربے اور تعصبات سے محدود، ہر طرح کے دباؤ سے کسی کو بچانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ وہ گہری حکمت جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کو یقینی بناتی ہے وہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں پوشیدہ ہے۔ ان لوگوں کا مشاہدہ جو اسلامی اصولوں پر کاربند ہیں اور ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، ان لوگوں کے مقابلے میں جو نہیں کرتے، اس حقیقت کو واضح طور پر واضح کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف معاشرتی چیلنجوں کا جامع حل فراہم کیا اور ان کے بنیادی مسائل کو حل کیا۔ غیر قانونی تعلقات کو ممنوع قرار دے کر اور شادی کو فروغ دے کر، وہ جوڑوں کو ایک دوسرے اور اپنے بچوں کے لیے مخلصانہ طور پر وقف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ شادی، طلاق، بیواؤں اور بچوں کی دیکھ بھال کی اہمیت پر بات کرتا ہے، ایسی رہنمائی پیش کرتا ہے جو ترقی پزیر معاشرے کی راہ ہموار کرتی ہے۔ جب خاندان کے افراد، خواہ متحد ہوں یا الگ، ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہیں اور اپنے بچوں کے لیے ایک مستحکم اور خوشگوار گھر بناتے ہیں، یہ ایک مثبت لہر کو فروغ دیتا ہے جو پوری کمیونٹی میں گونجتا ہے۔ دوسری طرف، جب ایک خاندان ہم آہنگی کا فقدان ہے اور ان حقوق کو نظر انداز کرتا ہے، تو اس کا اثر نقصان دہ ہو سکتا ہے، جس سے ایک منفی لہر پیدا ہو سکتی ہے جو پورے معاشرے کو متاثر کرتی ہے۔

پوری تاریخ میں، بہت سے مفکرین نے معاشرتی مسائل کے حل تجویز کیے ہیں، لیکن اکثر یہ سطحی، مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جس سے صرف محدود فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ان بنیادی مسائل کو حل کرتا ہے جو افراد اور معاشرے دونوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، دنیا اور

آخرت میں کامیابی کے حصول کے لیے وضاحت اور رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 89:

اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کی وضاحت اور ہدایت اور رحمت ہے۔“

لیکن صرف وہی لوگ جو ان کو دی گئی ذہانت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ کی آیات میں گہری حکمت کو سمجھ سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 242:

“اس طرح اللہ تم پر اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ پھر مشورہ دیتا ہے کہ کسی شخص کو اس صورت میں کیا قدم اٹھانے چاہئیں جب ان کی شریک حیات ان کے ساتھ متکبرانہ رویہ اختیار کرے اور اس وجہ سے وہ اپنی زوجیت کے فرائض ادا کرنے میں ناکام رہے۔ باب 4 النساء، آیت 34:

“لیکن وہ [بیویاں] جن سے تمہیں تکبر کا اندیشہ ہے، [پہلے] انہیں نصیحت کرو۔“

نصیحت نرمی سے کرنی چاہیے کیونکہ سختی سے دیا جانے والا مشورہ اکثر رد کر دیا جاتا ہے، چاہے وہ صحیح اور اچھا مشورہ ہو۔ جوڑے کو اپنے مسائل پر تب ہی بات کرنی چاہیے جب وہ دونوں جذباتی طور پر پرسکون ہوں۔ کسی کو اپنے شریک حیات کو ان کے فرائض کی یاد دہانی کرنی چاہیے اور ان

سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ بدلے میں ان کے حقوق کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ حقوق کسی کی خواہشات، خواہشات یا دنیاوی معیارات، جیسے ثقافت اور فیشن پر مبنی نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ معیارات غیر حقیقی، غیر منصفانہ ہیں اور ہمیشہ دلائل کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے بجائے، ہر میاں بیوی کے حقوق کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کیا جانا چاہیے جو کہ پیروی کرنے کے لیے بہترین اور بہترین معیار فراہم کرتی ہے کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کا داماد اس کی پیاری بیٹی کے ساتھ سلوک کرے۔

اس کے علاوہ، اپنے شریک حیات کے ساتھ بحث کرنے کے بجائے، معمولی مسائل کو چھوڑ دینا اکثر ایک اچھا خیال ہے جو حل کرنے کے لیے ضروری نہیں ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا مسلسل نپٹکنگ یا اختلاف رائے سے زیادہ ہم آہنگی کا باعث بن سکتا ہے۔ تاہم، اہم معاملات، خاص طور پر ذمہ داریوں سے نمٹنا ضروری ہے، چاہے وہ اختلاف کا باعث بنیں۔ ان حالات میں، مہربان الفاظ کا استعمال بہت مؤثر ہو سکتا ہے اور اس کے مثبت نتائج کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

اگر نرم مشورہ کام نہ آئے تو میاں بیوی کو ایک ساتھ نہیں سونا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 34

لیکن وہ [بیویاں] جن سے تمہیں تکبر کا اندیشہ ہے، [پہلے] انہیں نصیحت کرو، [پھر اگر وہ ڈٹے] ”رہیں [تو انہیں بستر پر چھوڑ دو۔“

الگ الگ سونے سے شریک حیات کو یہ واضح پیغام جاتا ہے کہ ان کے درمیان مسائل سنگین ہیں اور ان پر بات چیت اور حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی صورت میں جہاں ایک شخص اب بھی اپنے شریک حیات کا خیال رکھتا ہے، یہ علیحدگی ان پر نقصان دہ اثر ڈالے گی اور انہیں اپنے درمیان مسائل کو دور کرنے کے لیے سخت کوشش کرنے کی ترغیب دے گی تاکہ وہ اپنی ہم آہنگ شادی کی طرف لوٹ سکیں۔ اس کے علاوہ، یہ جسمانی علیحدگی جوڑے کو اپنی شادی پر غور کرنے کے لیے کچھ

وقت بھی دیتی ہے تاکہ وہ اپنے مستقبل کے حوالے سے بہترین فیصلہ کر سکیں۔ ایسا کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے جب جوڑے مسلسل ایک دوسرے کے گرد ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ سانس لینے کی جگہ کسی کے ذہن کو صحیح پر مرکوز کرنے میں مدد کر سکتی ہے اور یہاں تک کہ اپنے شریک حیات کی تعریف میں اضافہ کر سکتی ہے۔ جوڑے کو ان کے مسائل کے دوران الگ رہنے کا مشورہ نہیں دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اکثر انہیں آزادی کا غلط احساس دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ طلاق کے منفی پہلوؤں کو سمجھنے میں ناکام ہو سکتے ہیں جب تک کہ بہت دیر نہ ہو جائے۔ ایک دوسرے کے آس پاس رہنا انہیں اپنے مسائل پر بات کرنے اور اپنے شریک حیات کی مثبت چیزوں کی تعریف کرنے کی اجازت دیتا ہے، ایسا کچھ وہ نہیں کر سکتے اگر وہ اپنی شادی کے مسائل کے دوران الگ رہتے ہوں۔

اگر ان کے گھر کے اندر یہ جسمانی علیحدگی کام نہیں کرتی ہے، تو اگلے قدم کا مشورہ دیا گیا ہے۔
باب 4 النساء، آیت 34:

لیکن وہ [بیویاں] جن سے تم کو تکبر کا اندیشہ ہے، [پہلے] [انہیں نصیحت کرو،] پھر اگر وہ ٹٹے ”
[رہیں] تو انہیں بستر پر چھوڑ دو، اور [آخر میں] [انہیں مارو۔]

تھوڑا سا غور کرنے سے زیادہ امکان ہے کہ اس آیت میں خوف تکبر کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے جو زنا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس کی مزید تائید سنن ابن ماجہ نمبر 1851 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر نصیحت کی ہے کہ اس آیت میں بیان کردہ اقدامات صرف اس صورت میں استعمال کیے جاتے ہیں جب بیوی صریح بے حیائی کا ارتکاب کرے اور اس کا مطلب زنا کے لیے عام طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ، عام طور پر، ایک شوہر اپنی بیوی سے کسی چیز سے نہیں ڈرتا، جیسے زبانی یا جسمانی زیادتی، سوائے اس کے کہ اس کے زنا کرنے کے خیال کے۔ باقی آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جیسے جیسے شوہر کا اپنی بیوی پر شک بڑھتا جاتا ہے، ویسے ویسے اس کا ردعمل بھی قدم بہ قدم بڑھتا جاتا ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی آیات کو صحیح طور پر اسی وقت سمجھا اور اس پر عمل کیا جا سکتا ہے جب ان کی عملی مثال، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھا جائے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ایک دوسرے سے متصادم نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ان میں سے کسی ایک یا دونوں کی غلط تشریح نہ کی گئی ہو۔ سچائی ہمیشہ دونوں کے درمیان صلح دکھائے گی۔ یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں کبھی کسی عورت، بچے یا غیر فوجی کو نہیں مارا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6050 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کو منہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2142 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1985 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مارنے والوں کے خلاف سخت تنقید کرتے ہوئے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 1851 میں پائی جانے والی ایک اور حدیث میں واضح طور پر شوہروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے جسم پر زخم یا نشان چھوڑے بغیر ماریں۔ یہ مشورہ انہوں نے اپنے الوداعی حج کے دوران لاتعداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے فرمایا۔

لہذا اس آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ملانے کے لیے واضح ہے کہ اس آیت میں جو ضربیں بیان کی گئی ہیں وہ نقصان پہنچانے کے لیے نہیں ہیں، جیسا کہ یہ ممنوع ہے، بلکہ کسی کی توجہ مبذول کرنے اور حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لیے ہے۔ یہ وہی طریقہ ہے جو اچھی ماؤں کے ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے جو اپنے بچے کو جسمانی طور پر پکڑ کر ہلکا تھپڑ مارتی ہیں تاکہ ان کی توجہ مبذول کرائی جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ صورتحال سنگین ہے۔ اس کا مقصد بچے کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے۔ یہ پوری دنیا میں بچوں کی پرورش کا ایک بالکل قابل قبول طریقہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، اس آیت میں خوف تکبر کی جو اصطلاح بیان کی گئی ہے وہ زنا کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس آیت میں بتائے گئے دیگر اقدامات کے بعد اگر بیوی اپنے شوہر کے ساتھ بدگمانی کا مظاہرہ کرتی ہے اور حالات کی سنگینی کو نہیں سمجھتی ہے تو شوہر کو جسمانی طور پر اس کو سنبھالنے کی اجازت ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اسے صورت حال کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لیے، یعنی وہ اسے طلاق دینے پر غور کر رہا ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اس طرح اپنے شریک حیات کے ساتھ جسمانی طور پر رہنا بیوی پر بھی اس کے شوہر کے حوالے سے لاگو ہوتا ہے، اگر وہ اس کے ساتھ اور شادی کے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں صرف اس اور اسی طرح کی تشریحات کے ذریعے ہی اس معاملے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیات اور احادیث کی موافقت ہوتی ہے۔ اس آیت کی سخت تفسیر آیت اور احادیث کے درمیان واضح

تضاد کو ظاہر کرے گی، جو خود بخود اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان میں سے ایک یا دونوں کی غلط تشریح کی گئی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے شوہروں کو، اور بیویوں کو توسیع کے ذریعے خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے شریک حیات کے حقوق ادا کرتے رہیں اور ان کے ساتھ صحیح سلوک کریں۔ باب 4 النساء، آیت 34

”...لیکن اگر وہ آپ کی بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی ذریعہ تلاش نہ کریں“

میاں بیوی کے درمیان حسن سلوک کا ایک اہم پہلو ہر ساتھی کے لیے شادی کے بارے میں غیر حقیقی توقعات کو ترک کرنا ہے۔ کوئی بھی کامل نہیں ہے، اور یہ پہچاننا بہت ضروری ہے کہ جس طرح ایک شخص میں خامیاں ہیں، اسی طرح ان کی شریک حیات بھی۔ تمام لوگ غلطیاں کرتے ہیں، اور جس طرح ایک شخص دوسروں سے سمجھ اور معافی کی امید رکھتا ہے، انہیں ان پر بھی وہی فضل کرنا چاہیے۔ باب 24 النور، آیت 22

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

یہ شادی شدہ جوڑوں کے لیے خاص طور پر اہم ہے، کیونکہ چھوٹے مسائل کو نظر انداز کرنا اور شکایات کو دور کرنا ان کے تعلقات میں تناؤ کو روک سکتا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ رنجشوں کو دور کرنے اور ماضی کی غلطیوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے، بجائے اس کے کہ ان کو اپنے شریک حیات کے ساتھ جھگڑا کرنے کے لیے استعمال کرے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج بہت سے مسلمان پرانی شکایات سے چمٹے ہوئے ہیں، جو اکثر برسوں بعد ان کی پرورش کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف ان کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے امکانات کو روکتا ہے بلکہ ناراضگی کو بھی فروغ

دیتا ہے اور ان کے تعلقات کو پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ شادی شدہ جوڑے ایک ساتھ کافی وقت گزارتے ہیں، معاف کرنے والا رویہ اپنانا ضروری ہے۔ چھوڑنا سیکھنا ایک مسلمان کے طور پر اس کے کردار کو بڑھاتا ہے اور اپنے شریک حیات کے دل میں محبت اور احترام پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بخشش حاصل کرنے کے امکانات کو بڑھاتا ہے۔ جب یہ احترام بڑھایا جاتا ہے، تو ہر میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے خوشی لانے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ شادی شدہ جوڑوں کو معمولی باتوں پر جھگڑتے دیکھنا افسوسناک ہے۔ جو لوگ معمولی غلطیوں پر توجہ مرکوز کرتے ہیں وہ صرف اپنی زندگی اور دوسروں کی زندگی دونوں کے لیے چیلنجز لاتے ہیں۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ مکمل علم رکھنے کے باوجود اپنی مخلوق کی خامیوں پر توجہ نہیں دیتا تو مسلمانوں کو بھی اپنے رشتوں خصوصاً ازدواجی زندگی میں خوشی حاصل کرنے کی تمنا کرنی چاہیے۔ یہ اصول حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ صحیح مسلم نمبر 3645 میں مذکور ہے۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کسی خاص منفی صفت کو اپنے شریک حیات کی مثبت صفات پر سایہ نہ ہونے دیں۔ اس کے بجائے، مسلمانوں کو حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ اچھی خوبیوں پر توجہ مرکوز کریں اور وقت کے ساتھ ساتھ صبر اور سمجھ بوجھ کے ذریعے اپنے ساتھی کی کم سازگار پہلوؤں کو بہتر بنانے کے لیے نرمی سے رہنمائی کریں۔ دوسروں کی منفی خصوصیات کو مکمل طور پر نظر انداز کرنے اور اس طرح کام کرنے میں کہ جیسے وہ کامل ہیں اور ان کے مثبت پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرنے کے درمیان بہت فرق ہے جبکہ نرمی سے انہیں بہتر کے لیے بدلنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ تبدیلی راتوں رات نہیں آتی، اس لیے جب خود میں اور دوسروں میں ترقی کی بات آتی ہے تو صبر کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ خاص طور پر شوہر کو تنبیہ کرتا ہے کہ چاہے وہ گھر کا نگراں کیوں نہ ہو کیوں کہ اس پر زیادہ ذمہ داریاں ہیں اور وہ اپنی دولت اور جسمانی طاقت کی وجہ سے اقتدار کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے، لیکن شوہر کو ہر حال میں اپنی بیوی کے ساتھ احترام اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے چاہے وہ اس سے ناراض ہو یا خوش، کیونکہ وہ اس دنیا میں یا اگلی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے اقتدار سے کبھی نہیں بچ سکے گا۔ باب 4 النساء، آیت 34:

”بے شک اللہ ہمیشہ سے بلند اور عظیم ہے۔“

چونکہ شادی کی کچھ مشکلات جوڑے کے ذریعے نہیں نمٹ سکتے، اس لیے باہر سے مدد کی سفارش کی جاتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 35

اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک ثالث اس کی قوم سے بھیج دو۔

جیسا کہ اس آیت میں چنے گئے عربی لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان ثالثوں کے پاس عقلمندی ہونی چاہیے۔ مطلب، انہیں ان حقوق کے بارے میں علم ہونا چاہیے جو شریک حیات پر ان کے خاندان کے واجب الادا ہوتے ہیں اور شریک حیات کے حقوق۔ ثالث کو شادی کا تجربہ ہونا چاہیے اور جوڑوں کو اکثر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ثالث کو تقویٰ کا مالک ہونا چاہیے کیونکہ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ اپنے علم اور تجربے کا صحیح اور منصفانہ طریقے سے استعمال کریں۔ انہیں اپنے فریق کو درست ثابت کرنے کا غلط ارادہ نہیں اختیار کرنا چاہئے اور ہر وقت حق پر قائم رہنا چاہئے، چاہے اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ اپنی طرف سے غلطی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ثالثوں کو دونوں فریقوں کو ایک خاندان کے طور پر دیکھنا چاہیے نہ کہ دو مخالف قوتوں کے طور پر، بصورت دیگر وہ ثالث کے طور پر اپنا کردار ادا نہیں کریں گے اور صرف دونوں فریقوں کے لیے مزید مسائل پیدا کریں گے۔ جبکہ اگر ثالث اور شادی شدہ جوڑا صحیح رویہ اختیار کریں اور عدل و انصاف پر قائم رہیں تو نکاح میں صلح ہو جائے گی۔ باب 4 النساء، آیت 35

اگر وہ دونوں صلح چاہتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا۔“

اس لیے دونوں ثالث اور شادی شدہ جوڑے دونوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صحیح طریقے سے برتاؤ کریں، کیونکہ ان کی نیت، قول اور فعل دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جوابدہ ہوں گے۔ باب 4 النساء، آیت 35

”بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا اور باخبر ہے۔“

اس کے علاوہ، اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ شادی شدہ جوڑے کے لیے کیا بہتر ہے، جب تک کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کے دوران اور اپنے جھگڑوں کے دوران صحیح طریقے سے پیش آئیں، وہ ان کی رہنمائی کرے گا کہ کیا بہتر ہے، چاہے اس کا نتیجہ طلاق ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں صدق دل سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنا حصہ پورا کرے اور پھر یہ تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کا انتخاب کرے گا جو ان کے: باب 2 البقرہ، آیت 216 لیے بہتر ہو، خواہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

:باب 4 النساء، آیت 35

اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک منصف اس کی قوم میں سے اور ایک "ثالث اس کی قوم سے بھیج دو، اگر وہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔“

یوں تو یہ آیت شادی شدہ جوڑے کے درمیان جھگڑے پر توجہ مرکوز کرتی ہے، لیکن اس میں جو نقطہ نظر بیان کیا گیا ہے وہ مختلف دیگر تنازعات میں بھی فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ قانونی مداخلت کی

کوشش کرنے سے پہلے، افراد کو ثالثی میں مدد کے لیے اپنی برادری کے دانشمند اور متقی افراد کو شامل کر کے مصالحت کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرح مشغول ہونا محبت اور دیکھ بھال کے جذبے کو فروغ دیتا ہے، جو تعلقات کو برقرار رکھنے اور دشمنی کو روکنے میں مدد کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، قانونی نظام کا سہارا لینے سے اکثر ناراضگی اور تقسیم پیدا ہوتی ہے، جیسے ہی معاملہ عوامی ہو جاتا ہے، فریقین اپنے وسائل قانونی فیسوں پر خرچ کرتے ہیں، اور ماحول زیادہ مخالف ہوتا ہے۔

باب 4 - النساء، آیات 36-42

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَنًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (٣٦)

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَاءَآتِهِمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا﴾ (٣٧)

وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا﴾ (٣٨)

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا﴾ (٣٩)

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظِلُّمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِن تَكَ حَسَنَةً يُّضَعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (٤٠)

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ (٤١)

يَوْمَذِ يَوْذُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا

﴿٤٢﴾

، اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیکی کرو" رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، دور پڑوسیوں، تمہارے ساتھی، مسافر اور ان

لوگوں کے ساتھ جو تمہارے دست راست ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ خود فریبی اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور وہ لوگ جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر۔ اور جس کا شیطان ساتھی ہو تو وہ بُرا ساتھی ہے۔

اور ان کو کیا نقصان پہنچے گا اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے؟ اور اللہ ان کے بارے میں ہمیشہ جاننے والا ہے۔

بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ جب کہ اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اس کو بڑھاتا ہے اور اپنی طرف سے بڑا اجر دیتا ہے۔

تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے؟

اس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی خواہش کریں گے کہ وہ زمین پر چھا جائیں۔ اور وہ اللہ سے ایک بات بھی نہیں چھپائیں گے۔

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کو درپیش ہر صورت حال اور ہر دنیاوی نعمت پر، اثر انداز ہوتا ہے جس سے وہ تعامل کرتا ہے، اس لیے اسلام میں اللہ تعالیٰ کے حقوق، حقوق العباد، مخلوق کے حقوق کو پورا کرنا شامل ہے جو کہ اسلام کی بنیاد ہے۔ باب 4 النساء، آیت 36

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔“

اللہ تعالیٰ پر حقیقی عقیدہ، عمل کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے وہ لازماً اس کی بندگی کو قبول کرے گا۔ سچا بندہ نہ اپنی خوشنودی تلاش کرتا ہے اور نہ ہی دوسروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ان کی خوشنودی حاصل کریں۔ وہ اپنے مالک کی رضا اور اطاعت کو دیگر تمام چیزوں پر ترجیح دیں گے، جیسے لوگوں کی اطاعت اور پیروی، ان کی اپنی خواہشات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت۔ بندے کی صرف یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے مالک کو راضی کرے۔ اس کے علاوہ، ایک بندہ یہ قبول کرتا ہے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے بشمول ان کی اپنی جان، ان کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لہذا، وہ ہر اس چیز کو استعمال کرنے میں جلدی کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچا بندہ یہ سمجھے گا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور رب اور ہر چیز کا خالق اور رب ہے، اس لیے وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ اس لیے وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اس کی اطاعت میں بھرپور کوشش کریں گے : النحل، آیت 97 16 کیونکہ یہی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

انسان جتنا زیادہ اس طریقے پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اسے یقین ہو گا کہ قیامت کے دن ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اس سے ان کو مزید حوصلہ ملے گا کہ وہ اپنے ایمان کو عملی طور پر اس کے لیے تیار کر لیں، جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 177

"...لیکن [حقیقی] نیکی [اس میں] ہے جو اللہ پر، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے"

لہذا جو شخص زبانی طور پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتا ہے اور اس طرح روز قیامت کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے تو اسے اپنے ایمان کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے کیونکہ ان کے اچھے اعمال کا فقدان ان کے اللہ تعالیٰ اور یوم الہی پر ایمان کی کمی کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ اور اس پر عمل کرنے اور قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی طرف اشارہ کردہ کائنات کے اندر موجود نشانیوں کا مشاہدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ، برگزیدہ اور یوم آخرت پر ایمان کو مضبوط اور مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی کائنات کے اندر ان گنت متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرتا ہے، جیسے سورج کا زمین سے کامل فاصلہ، پانی کا چکر، سمندروں کی کثافت، جو بحری جہازوں کو ان پر چلنے کی اجازت دیتے ہیں جبکہ سمندری زندگی کو اپنے اندر پنپنے دیتے ہیں، اور بہت سے نظاموں کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو وہ ایک خالق کے ہاتھ کا مشاہدہ کرے گا۔ بہت سارے بالکل متوازن نظام بے ترتیب واقعات کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ، اگر ایک سے زیادہ خدا ہوں گے تو یہ افراتفری کا باعث بنے گا کیونکہ ہر خدا کائنات کے اندر کچھ مختلف چاہتا ہے۔ یہ واضح طور پر معاملہ نہیں ہے اور اس وجہ سے ایک واحد خدا، اللہ، بلند باب 21 الانبیاء، آیت 22 کی طرف اشارہ کرتا ہے

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

کائنات کے اندر بھی بے شمار نشانیاں ہیں جو قیامت کے آنے کی نشاندہی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، جب کوئی شخص آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں بالکل متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرے گا تو اسے ایک بڑی چیز نظر آئے گی جو متوازن نہیں ہے، یعنی لوگوں کے اعمال۔ نیکی کرنے والے کو اس کا پورا پورا بدلہ دنیا میں نہیں ملتا اور برے کام کرنے والے کو ان کی پوری سزا نہیں ملتی، خواہ انہیں حکومت کی طرف سے سزا دی جائے۔ یہ سمجھنا منطقی ہے کہ واحد خالق، اللہ، برگزیدہ، جس نے اس کائنات کے اندر تمام دوسرے نظاموں کو متوازن کیا، ایک دن لوگوں کے اعمال میں بھی توازن پیدا کرے گا، جو اس دنیا کی سب سے بڑی غیر متوازن چیز ہے۔ اعمال کے اس توازن کے لیے لوگوں کے اعمال کو پہلے ختم ہونا چاہیے۔ یہ قیامت کا دن ہے جب لوگوں کے اعمال کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ اور توازن رکھا جائے گا۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ بارش کو مردہ بنجر زمین کو زندہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے اور مخلوق کو مہیا کرنے کے لیے مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس مردہ بیج کو بھی زندہ کر سکتا ہے جس کا نام انسان ہے، جو زمین میں دفن ہے، اس مردہ بیج کی طرح جو زندہ ہو جاتا ہے۔ موسموں کا بدلنا قیامت کو صاف ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں درختوں کے پتے مر کر گر جاتے ہیں اور درخت بے جان دکھائی دیتا ہے۔ لیکن دوسرے موسموں میں، پتے ایک بار پھر اگتے ہیں اور درخت زندگی سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمام مخلوقات کی نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال ہے۔ نیند موت کی بہن ہے جیسے سونے والے کے حواس کٹ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی شخص کی روح ان کو واپس کر دیتا ہے اگر وہ اس پر زندہ رہنا مقصود ہو تو سوئے ہوئے شخص کو ایک بار پھر زندگی بخشتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیاں ہیں۔"

ان اور بہت سی مثالوں پر غور کرنے سے انسانوں کے جی اٹھنے کے امکان اور قیامت کے دن اس کی ضرورت کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 36

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔“

آخر میں، خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے گریز کرنا، اس کی اطاعت کو دوسری تمام چیزوں کی اطاعت پر ترجیح دینا شامل ہے، جو اس کی اطاعت باب 25 کے خلاف ہیں، جیسے کہ خواہشات، ان کے خاندان اور دوست، فیشن، سوشل میڈیا اور ثقافت۔ الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

لہذا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ چیزوں کو شریک کرنا، کسی جھوٹے معبود کی پرستش سے بالاتر ہے، جیسے بت، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی چیز کی اطاعت شامل ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے جب وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کرے جو انہیں قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت روایات میں دی گئی ہیں۔ حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ دوسری طرف، جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، وہ اسے ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف

لے جاتا ہے، یہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے رکھنے سے روکتا ہے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا دونوں جہانوں میں ہمیشہ تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ دنیاوی آسائشیں ہی کیوں نہ ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا ایک شخص کو اپنی فلاح و بہبود کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا چاہیے چاہے وہ اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ یہ ایک عقلمند مریض کے مشابہ ہے جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر بھروسہ کرتے ہوئے، علاج کے منصوبے پر عمل کرتا ہے — یہاں تک کہ جب اس میں ناخوشگوار دوائیں اور سخت غذائی پابندیاں شامل ہوں۔ جس طرح یہ عاقل مریض بہتر ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کرتا ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو بھی اسی طرح کے فائدے ملیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس وہ علم ہے جو افراد کو ان کی زندگی کے ذہنی اور جسمانی دونوں پہلوؤں میں توازن حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو ان کی زندگیوں میں صحیح طور پر رکھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ معاشرے میں ذہنی اور جسمانی صحت کی اجتماعی تفہیم، وسیع تحقیق کے باوجود، کسی بھی شخص کو درپیش ہر چیلنج سے نمٹنے میں ناکام ہے۔ انسانی مشورے کسی کو ہر قسم کے تناؤ سے نہیں بچا سکتے اور

، نہ ہی اپنے تعلقات کو مکمل طور پر نیویگیٹ کرنے میں مدد کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ انسانی تعصبات علم اور تجربے سے محدود ہے۔ اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ کے پاس وہ حتمی علم ہے، جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ یہ سچائی اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرتے ہیں اور جو نہیں مانتے۔ ان مریضوں کے برعکس جو اکثر اپنے علاج کے پیچھے سائنس کو مکمل طور پر سمجھے بغیر اپنے ڈاکٹر پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر غور کریں تاکہ ان کی زندگیوں میں مثبت تبدیلیوں کو پہچان سکیں۔ اس لیے وہ اندھے ایمان کی توقع نہیں رکھتا۔ اس کے بجائے، وہ لوگوں کو واضح ثبوتوں کے ذریعے اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سفر کے لیے اسلام کی تعلیمات کو دریافت کرتے وقت غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کی ضرورت ہوتی ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 36

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لیے یہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 36

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اور ”رشتہ داروں کے ساتھ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ہمیشہ جامع نصیحتیں دیتا ہے۔ اس معاملے میں، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اکثر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے، کیونکہ صرف اس ایک نصیحت پر عمل کرنے سے ہی معاشرے میں خوشحالی، امن اور انصاف یقینی ہو گا۔ اگر ہر شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے تو کبھی کسی بیرونی ذریعہ سے کسی اور امداد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ یقینی بنائے گا کہ خاندان کی ہر اکائی کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، جس کے نتیجے میں پورے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

ضروری ہے کہ اپنے رشتہ داروں کی ہر اس چیز میں مدد کرے جو اسلام میں قابل تعریف ہے اور انہیں ہر اس چیز سے خبردار کرے جو قابل ملامت ہو۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

افسوس کی بات ہے کہ آج بہت سے مسلمان اس نصیحت کو نظر انداز کرتے ہیں اور اس کے بجائے دوسروں کی مدد کرتے ہیں ان کے ساتھ اپنے تعلق کے مطابق، اس بات سے قطع نظر کہ جس چیز میں وہ ان کی مدد کر رہے ہیں وہ اچھی ہے یا بری۔ ایک مسلمان کو مندرجہ ذیل آیت میں بتائی گئی ترتیب پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے رشتہ داروں کی صرف ان چیزوں میں مدد کرنا چاہیے جن کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے ہے۔ باب 4 النساء، آیت 36

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اور "رشتہ داروں کے ساتھ

اپنے رشتہ داروں کو ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے، جس میں جذباتی، جسمانی اور مالی مدد شامل ہے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ لوگوں کے ذریعہ بیان کردہ اچھے رشتہ دار کے معیار اور تعریف پر زیادہ توجہ نہیں دینی چاہئے، کیونکہ ان کا معیار اور تعریف اکثر اسلام کے مقرر کردہ تعریف اور معیار سے متصادم ہوتی ہے۔ اس کے بجائے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، خواہ وہ رشتہ دار ان کو اچھا رشتہ دار سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو اپنے رشتہ داروں سے دنیاوی وجوہات کی بنا پر کبھی بھی رشتہ نہیں توڑنا چاہیے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5984 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص اپنے رشتہ داروں سے دنیاوی وجوہات کی بنا پر تعلق توڑے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اس کے علاوہ، اگرچہ ایک مسلمان اپنے رشتہ دار سے مذہبی وجوہات کی بناء پر تعلقات منقطع کر سکتا ہے، لیکن یہ بہتر ہے کہ اپنے رشتہ دار سے اچھے کاموں میں ان کی مدد کر کے اور برے کاموں میں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے تعلقات قائم رکھے، کیونکہ اس سے ان کے رشتہ دار کو اپنی گمراہی سے سچی توبہ کی ترغیب مل سکتی ہے۔

ایک مسلمان کو جانور جیسا سلوک کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو صرف اپنی اور اپنے خاندان کا خیال رکھتا ہے۔ اس کے بجائے، اسلام مسلمانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کریں، خاص طور پر وہ لوگ جو اپنے معاشرے میں سماجی طور پر کمزور سمجھے جاتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 36

“...اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ”

اسلامی تعلیمات میں اکثر یتیموں کا تذکرہ کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اکثر اپنی سماجی کمزوری کی وجہ سے اپنے حقوق سے محروم رہتے ہیں۔ لہذا، ایک مسلمان کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ان لوگوں کی مدد کریں جو معاشرے میں سماجی طور پر کمزور سمجھے جاتے ہیں، جیسے کہ یتیم اور بیوائیں، اپنے وسائل کے مطابق۔ آج کے دور میں یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرنا انتہائی آسان ہو گیا ہے کیونکہ کوئی بھی اسے چند منٹوں میں آن لائن ترتیب دے سکتا ہے۔ اور کفالت کی رقم اکثر ان کے ماہانہ فون بل سے کم ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اسلام کے اس اہم حصے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مسلسل تائید کا باعث ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اس کا قرب حاصل ہوگا۔ آخرکار بیوہ جیسے صحیح بخاری نمبر 6005 میں موجود حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے مسکینوں کی دیکھ بھال کرنے والے کو رات بھر عبادت کرنے اور روزے رکھنے والے کے برابر۔ لہذا ثواب ملے گا۔ صحیح بخاری نمبر 6006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے جس شخص کو نفلی اعمال مثلاً نفلی رات کی نماز اور نفلی روزے کرنا مشکل ہو اسے اس حدیث پر عمل کرنا چاہیے تاکہ کم سے کم محنت سے یہ ثواب حاصل ہو سکے۔

یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو بھی اسباب ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ نے انہیں قرض کے طور پر عطا کیا ہے نہ کہ بطور تحفہ۔ قرض اس کے مالک کو ادا کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قرض دیا گیا ہے اسے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا استعمال اس کی رضا کے لیے ہو۔ لہذا ضرورت مندوں کی مدد کرنے والا صرف وہی قرض ادا کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ پر قرض ہے۔ جب کوئی اس کو یاد کرے گا تو یہ اسے اس طرح

برتاؤ کرنے سے روک دے گا جیسے وہ اللہ تعالیٰ یا کسی ضرورت مند پر احسان کر رہے ہوں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی نعمتوں سے نوازا اور ضرورت مندوں کی مدد کر کے ان گنت انعامات حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ ضرورت مند شخص نے عطیہ دہندگان کی مدد کو قبول کر کے ایک احسان کیا ہے۔ اگر ہر ضرورت مند دوسروں کی امداد کو ٹھکرا دے تو اللہ کی تعلیمات میں بیان کردہ اجر کیسے ملے گا؟ ان نکات کو یاد رکھنے سے غلط رویہ اپنانے سے ثواب ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔

آخر میں، ضرورت مندوں کی مدد کرنے میں کسی بھی شخص کی جائز ضرورت کو پورا کرنا شامل ہے۔ اس میں جذباتی، جسمانی اور مالی ضروریات شامل ہیں۔ لہذا کوئی مسلمان خواہ اس کے پاس کتنا ہی کم مال کیوں نہ ہو، اس آیت پر عمل کرنے سے عذر نہیں کر سکتا۔ باب 4 النساء، آیت 36

اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، دور پڑوسیوں“
...کے ساتھ

اس آیت میں قریبی اور دور کے پڑوسیوں کے ساتھ ساتھ ان پڑوسیوں کا بھی ذکر ہے جو کسی شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پڑوسیوں کا بھی جو ان سے رشتہ دار نہیں ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق، ایک شخص کے پڑوسی ایک مسلمان کے گھر سے ہر سمت میں چالیس گھروں کے اندر رہنے والے تمام افراد کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ اصول امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 109 میں موجود ایک حدیث سے ثابت ہے۔

صحیح بخاری نمبر 6014 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت پر زور دیا۔ اس نے ذکر کیا کہ ایسا کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی اس قدر مضبوط تھی کہ انہیں تقریباً یقین تھا کہ کوئی پڑوسی ان کے مسلمان پڑوسی سے وراثت میں مل سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں پڑوسیوں

کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت پر زور دیا۔ صحیح مسلم نمبر 174 میں درج ایک حدیث میں آپ نے اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر یقین کو اپنے پڑوسیوں کے ساتھ سلوک سے جوڑ دیا۔ یہ اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ کسی کو اپنے پڑوسیوں کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں کو کتنی سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ مزید برآں، امام بخاری کے ادب المفرد نمبر 119 کی ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو عورت اپنی مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کرتی ہے اور بہت زیادہ نفلی عبادت میں مصروف ہوتی ہے وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ اگر کسی کے پڑوسی کو زبانی طور پر نقصان پہنچانے کا انجام ایسا ہے تو، ایک پڑوسی کو جسمانی نقصان پہنچانے کی کشش ثقل کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ بحیثیت مسلمان، پڑوسیوں سے بدسلوکی کا سامنا کرنے پر صبر سے کام لینا ضروری ہے۔ منفی ردعمل ظاہر کرنے کی بجائے، انہیں مشکل حالات میں بھی مہربانی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اچھائی کا جواب اچھائی سے دینا مشکل نہیں ہے۔ سچی نیکی تب چمکتی ہے جب کوئی احسان کے ساتھ نقصان پہنچاتا ہے۔ اچھا پڑوسی وہ ہے جو مصیبت کو احسان کے موقع میں بدل دے۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو اس [سے دفع کرو جو بہتر ہے، اس طرح جس "کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ ایک مخلص دوست ہو۔

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کسی کو اپنے پڑوسیوں یا دوسروں کو حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے اور جب مناسب ہو اپنا دفاع کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کی رازداری کا احترام کرتے ہوئے مہربانی کا اظہار کریں، جیسے کہ انہیں سلام کرنا اور مدد کی پیشکش کرنا، ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ مداخلت نہ کریں۔ یہ ضروری ہے کہ ان کی ہر طرح سے مدد کی جائے، چاہے وہ مالی مدد کے ذریعے ہو یا جذباتی حوصلہ افزائی کے ذریعے۔ انہیں اپنے پڑوسیوں کو عوامی تنقید سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے، خاص طور پر جب اس سے کوئی نقصان نہ ہو۔ جو لوگ دوسروں کے عیب چھپانے کا انتخاب کرتے ہیں وہ ان کے اپنے عیبوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھپاتے ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ دوسروں کی خامیوں کو بے نقاب کرتے ہیں وہ اپنی خامیوں کے سامنے آنے کا خطرہ مول لیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 4880 کی ایک حدیث میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر کار اپنے پڑوسیوں کے ساتھ وہ حسن سلوک اور احترام کرنا چاہیے جو وہ اس کے بدلے میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

،اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، مسکینوں کے ساتھ”
“...قربیی پڑوسی کے ساتھ، دور کے پڑوسی کے ساتھ، اپنے ساتھی کے ساتھ

ایک طرف کے ساتھیوں میں ان کی شریک حیات بھی شامل ہے۔ ایک شریک حیات کے حقوق کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ پہلے شادی سے منسلک ذمہ داریوں اور حقوق کی ٹھوس سمجھ حاصل کی جائے۔ اس میں یہ جاننا بھی شامل ہے کہ وہ اپنے شریک حیات پر کیا واجب الادا ہیں، بدلے میں انہیں کیا توقع رکھنی چاہئے، اور مختلف حالات کو ایک ساتھ کیسے جانا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ان شعبوں میں علم کی کمی اکثر غلط فہمیوں اور تنازعات کا باعث بنتی ہے جو کہ جھگڑوں یا طلاق تک بھی بڑھ سکتی ہے۔ لوگ اپنی خواہشات، فیشن اور ثقافت کی بنیاد پر ایسے مطالبات کر سکتے ہیں جو ان کی شریک حیات کو پورا کرنے کا پابند نہیں ہے۔ لہذا، ایک مضبوط اور مکمل شادی کی تعمیر کے لیے اسلامی معلومات کا حصول بہت ضروری ہے۔

اس کے علاوہ، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے خوف کو اپنانا چاہیے، تاکہ وہ اپنے شریک حیات اور آنے والے بچوں کے حقوق کو پورا کر سکے۔ واقعی ایک متقی فرد دوسروں کے حقوق اور ضروریات کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے، خاص کر جب بات ان کے شریک حیات کی ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے حساب لے گا کہ انہوں نے ان حقوق کو کس قدر احسن طریقے سے ادا کیا۔ توجہ اس بات پر نہیں ہوگی کہ دوسروں نے اپنے حقوق پورے کیے ہیں۔ یہ وہ معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے خطاب کرے گا۔ اس کے برعکس، ایک ناپاک مسلمان اکثر اسلام کی تعلیمات کے بجائے معاشرتی اصولوں، ثقافتی اثرات اور ذاتی خواہشات سے نکل کر اپنے حقوق پر قائم رہتا ہے۔ یہ ذہنیت ان کے رشتوں میں عدم اطمینان کا باعث بن سکتی ہے، کیونکہ اگر ان کی شریک حیات حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہوں تو بھی انہیں حقیقی تکمیل نہیں مل سکتی ہے۔ یہ منقطع اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ کیوں اسلام کی سمجھ کی کمی اکثر طلاق کی بڑھتی ہوئی شرحوں سے جڑی ہوئی ہے۔

جیسا کہ ایک متقی شخص اپنے شریک حیات اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے کوشش کرے گا، اس لیے ضروری ہے کہ ایک ایسے شریک حیات کی تلاش کی جائے جو تقویٰ کا مالک ہو۔ صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اگر وہ کسی ناپاک شخص، کو شادی کے لیے چن لیں تو وہ اپنے حقوق پورے نہیں کریں گے اور آسانی سے ان پر ظلم کریں گے خاص کر جب وہ ناراض ہوں گے۔ مزید برآں، ایک فاسق مسلمان کو ان حقوق کا علم بھی نہیں ہوگا جو وہ اپنے شریک حیات اور بچوں پر واجب الادا ہیں اور نتیجتاً وہ انہیں صحیح طریقے سے ادا نہیں کریں گے۔ اس سے ان کی شادی میں مزید مسائل پیدا ہوں گے۔

:باب 4 النساء، آیت 36

،اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں کے ساتھ، مسکینوں کے ساتھ“
 ...قریبی پڑوسی کے ساتھ، دور کے پڑوسی کے ساتھ، اپنے ساتھی کے ساتھ

ایک طرف کا ساتھی کسی ایسے شخص کا بھی حوالہ دے سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی شخص اہم وقت گزارتا ہے، جیسے کہ دوست۔ اس صورت میں، ایک شخص کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ خود چاہتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ سلوک کرے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت یہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ اس میں ان کے 2515 ذرائع کے مطابق مدد کرنا، جیسے مالی، جذباتی اور جسمانی مدد شامل ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر ان کی مدد کرنی چاہیے، اس لیے انہیں ان سے کسی قسم کی شکرگزاری یا اجر کی امید نہیں رکھنی چاہیے، کیونکہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر حاصل کرنے سے روک دے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ساتھی کو اللہ 3154 تعالیٰ کی سچی اطاعت کی ترغیب دیں، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ انہیں جسمانی طور پر، مثال کے طور پر، اور زبانی طور پر ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ ان

کی صحبت سے دونوں جہانوں میں انہیں فائدہ پہنچے گا ورنہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تنائو اور گمراہی کا باعث بن جائے گا، کیونکہ انسان ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے متاثر ہوتا ہے، خواہ وہ لطیف ہو یا ظاہر، خواہ مثبت ہو یا منفی۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

باب 4 النساء، آیت 36

اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسی، دور پڑوسی، اپنے ...ساتھی کے ساتھ مسافر

مسافر وہ اجنبی ہے جو پردیس میں پھنس گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ انہیں دے دیں تاکہ اگر انہیں ضرورت ہو تو سفر میں ان کی مدد کریں۔ جس کے پاس مال ہے اس کو چاہیے کہ وہ اس اجنبی کے ساتھ ہمدردی کرے اور ان کی ہر ممکن مدد کرے خواہ وہ ان کو کھانا یا نقل و حمل کا ذریعہ دے یا سفر کے دوران ان پر ہونے والی کسی بھی برائی سے بچائے۔

باب 4 النساء، آیت 36

اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسی، دور پڑوسی، اپنے ...ساتھی کے ساتھ مسافر، اور وہ لوگ جن کے پاس آپ کے دائیں ہاتھ ہیں

جیسا کہ لڑائیوں اور جنگوں کے دوران اسیروں کو غلاموں کے طور پر لے جانے کا رواج پوری دنیا میں رائج تھا، اسلام مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف غیر منصفانہ فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ لڑائیوں کے دوران قیدیوں کو غلام بنا کر لے جائیں۔ اس سے صرف مسلمان غلاموں کی آبادی میں اضافہ ہو گا جبکہ کافر غلاموں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہو جائے گی۔ اس لیے اسلام نے سب سے پہلے غلاموں کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے تاکہ ان کے ساتھ انتہائی احترام اور خیال رکھا جائے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ ایسے حسن سلوک کی تاکید فرمائی کہ ان کے ساتھ خاندان کے افراد جیسا سلوک کیا جائے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے غلاموں کو وہی کھلائیں جو وہ خود کھاتے ہیں، انہیں وہی لباس پہنائیں جو وہ خود پہنتے ہیں اور ان پر کبھی کام کا بوجھ نہ ڈالیں بلکہ ان کے روزمرہ کے کاموں میں ان کی مدد کریں۔ صحیح مسلم نمبر 4313 میں موجود ایک حدیث میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے غلامی کو مکمل طور پر مٹانے کے لیے بھی اقدامات کیے اور غلام آزاد کرنے کے عمل کو بھاری اجر و ثواب کے ساتھ ایک انتہائی نیک عمل قرار دیا۔ مثال کے طور پر، جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے غلام کو آزاد کیا، اس سے جہنم سے آزادی کا وعدہ کیا گیا، جامع ترمذی نمبر 1541 میں موجود حدیث میں ہے۔ مزید برآں، اسلام نے بعض گناہوں کا پہلا کفارہ غلام کو آزاد کرنے کو مقرر کیا ہے۔ مثال کے طور پر، باب 58 المجادلہ، آیت 3

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے احرار کرتے ہیں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات پر پلٹ جاتے ہیں تو ان کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے، اس سے تمہیں یہی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

جب ان تعلیمات کو اسلامی معاشرے میں نافذ کیا گیا تو غلاموں کے ساتھ خاندان کے افراد جیسا سلوک کیا گیا اور آخر کار غلامی جیسا کہ وسیع پیمانے پر رائج تھا، ختم کر دیا گیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ

دنیا کے کچھ حصوں میں، مختلف شکلوں میں غلامی اب بھی موجود ہے، جیسے کہ مالی غلامی۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل مثلاً مالی امداد کے مطابق اسے مکمل طور پر ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ جو لوگ تکبر اختیار کرتے ہیں وہ اس کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کریں گے۔ باب 4 النساء، آیت 36

”بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خود فریبی اور تکبر کرنے والے ہیں۔“

جیسا کہ ایک متکبر شخص ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے اس کی اپنی جان سمیت جو کچھ اس کے پاس ہے وہ ان کا ہے، وہ ان نعمتوں کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرنے میں آزاد ہے۔ اس جاہلانہ رویہ سے بچنا چاہیے کیونکہ ہر نعمت جس میں ان کی جان بھی شامل ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قرض کے طور پر عطا کی ہے، اور اس لیے اس کی واپسی لازم ہے۔ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے یہ اس بات کو یقینی استعمال کرنے سے ادا کیا جاتا ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ اس حقیقت کو سمجھنے اور صحیح طریقے سے عمل کرنے کے لیے عاجزی کی ضرورت ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ جبکہ متکبر اس حقیقت کو نہ سمجھے گا اور نہ ہی اسے قبول کرے گا اور اس کے نتیجے میں وہ ان نعمتوں کا لالچ سے غلط استعمال کرنے پر اڑے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور دوسروں کو بھی ویسا ہی کرنے کی ترغیب دیں گے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی اپنا حیوانی رویہ اختیار کریں۔ نتیجتاً وہ ان بے شمار نعمتوں کا انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قول و فعل سے عطا کی ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 37

جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں ” دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔“

اس سے ان کی ذہنی اور جسمانی حالت غیر متوازن ہو جائے گی، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکیں گے۔ لہذا متکبر انسان کو دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانیاں اور مشکلات ہی ملیں گی، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 4 النساء، آیت 37

”اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

:اور باب 9 توبہ آیت 82

”پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔“

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ ”وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ

رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 4 النساء، آیت 37

"...جو بخل کرتے ہیں اور [دوسروں] کو بخل کا حکم دیتے ہیں "

عام طور پر دیکھا جائے تو لالچ انسان کو صدقہ دینے کے اپنے فرض سے غفلت کا سبب بن سکتا ہے، جس کا نتیجہ آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے۔ صحیح بخاری کی ایک قابل ذکر حدیث نمبر 1403 میں اس بات کو تنبیہ کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں قیامت کے دن ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان کے اعمال کے نتیجے میں انہیں مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔"

اگر کسی کا لالچ اسے صدقہ دینے سے روکتا ہے تو یہ غیر قانونی نہیں ہو سکتا، لیکن یہ ضرور قابل فخر چیز نہیں ہے۔ یہ اس کے خلاف ہے جس کے لیے ایک حقیقی مومن کھڑا ہے۔ سیدھے الفاظ میں جو شخص بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے، جنت سے، دوسروں سے دوری اور جہنم کے قریب کرتا ہے۔ یہ تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1961 کی ایک حدیث میں ملتی ہے۔

لالچ ایک شخص کو اپنی برکات جیسے کہ وقت اور دولت کو استعمال کرنے کی طرف لے جا سکتا ہے جو صرف ان کے اپنے مفادات کو پورا کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ حقیقی سکون اور کامیابی اس زندگی اور آخرت میں حاصل ہوتی ہے جو انہیں دیا گیا ہے اس طریقے سے استعمال کرنا جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جو تمام نعمتوں کا حقیقی مالک اور عطا کرنے والا ہے۔

ایک لالچی شخص اکثر اپنے حقوق کا استعمال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے حقوق کو آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ ذہنیت دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتی ہے کیونکہ انسان کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا نہیں کرتا اور وہ ہمیشہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کے حقوق کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ زیر بحث اہم آیات میں متنبہ کیا گیا ہے لالچی شخص صرف اپنے لالچ کو چھپانے کے لیے دوسروں کو لالچ سے برتاؤ کرنے کی ترغیب دے گا۔ اس لیے لالچی لوگوں سے بچنا چاہیے ورنہ وہ بھی لالچ میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 37:

"...جو بخل کرتے ہیں اور [دوسروں] کو بخل کا حکم دیتے ہیں"

آیت 37 اہل کتاب کے ان علماء کی طرف بھی اشارہ کر سکتی ہے جنہوں نے لالچ کے ساتھ ان کو عطا کردہ علم الہی کو روک دیا جس میں قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحث کی گئی تھی اور انہوں نے جان بوجھ کر ان تعلیمات کو چھپایا، تدوین کیا اور غلط تشریح کی کہ، باب 6 الانعام اس کی قیادت پر قبضہ کرنے کے لالچ میں ان کی قیادت اور دولت جیسی چیزیں آئیں۔ آیت 20:

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ”جانتے ہیں“۔

انہوں نے اس طرح کا برتاؤ بھی کیا کیونکہ اسلام قبول کرنے کا مطلب ہے کہ انہیں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا ہوگا جو انہیں دی گئی تھیں اور اس کے نتیجے میں ان کی لالچ نے انہیں اسلام قبول کرنے سے روک دیا۔ اس کے علاوہ، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مزید غضبناک کیا، کیونکہ انہوں نے جان بوجھ کر دوسروں کو گمراہ کیا اور انہیں اسلام سے انکار کر کے ان کی طرح برتاؤ کرنے کی ترغیب دی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ حقیقت ہے۔ باب 4 النساء، آیت 37

جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ”بے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

افسوس کی بات ہے کہ کچھ مسلم علماء جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح کرتے ہیں اس لیے یہ ان کے مکتبہ فکر کے مطابق ہے اور وہ جان بوجھ کر اسلامی علم پر بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں جو ان کے مکتبہ فکر سے متصادم ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو کھونے کے خوف سے اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں، جو انہیں تحائف اور غیر فطری احترام فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے عالم کو سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں موجود حدیث میں جہنم سے ڈرایا گیا ہے۔ اس کے

علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی اندھی تقلید کے ذریعے گمراہ ہونے سے بچیں اور اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ جانوروں کی طرح برتاؤ کرنے کے بجائے قرآن پاک کی صحیح تعلیمات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات پر قائم رہیں گے۔ اسلام اس وجہ سے دوسروں کی اندھی تقلید پر سخت تنقید کرتا ہے اور اس لیے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سمجھ کر سیکھنے اور اس پر عمل: یوسف ، آیت 108 کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

جو شخص اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی درست اطاعت کرے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

اس کے علاوہ جو لالچی رویہ اختیار کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 38:

اور وہ لوگ جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔“

،جب بھی وہ کوئی اچھا کام کرتے ہیں، جیسے صدقہ دینا، وہ صرف دنیاوی فائدے کے لیے کرتے ہیں جیسے کہ لوگوں کی طرف سے تعریف۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور وجہ سے عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث

میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ بے ادبی کرنے والے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر واقعی ایمان نہیں رکھتے، ورنہ دونوں جہانوں میں ثواب حاصل کرنے کے لیے اس کی رضا کے لیے عمل کرتے۔ باب 4 النساء، آیت 38

اور اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔“

،اور بے غیرت شخص یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ یوم آخرت پر صحیح معنوں میں یقین نہیں رکھتا، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے عملی طور پر اس کے لیے تیار ہو چکے ہوتے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 38

اور نہ اللہ پر ایمان لاؤ اور نہ یوم آخرت پر۔“

یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ اسلام کی بنیاد نیت ہی ہے، جب وہ فاسد ہو گا تو اس سے نکلنے والی ہر چیز فاسد ہو گی۔ جو اپنے ایمان کو اس طرح بگاڑتا ہے اس کا ایمان ضائع ہونے کا بڑا خطرہ ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے اطاعت کے اعمال کے ذریعے پرورش پانے کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی یا پانی جیسی پرورش نہیں پاتا، مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور اطاعت کے اعمال کی پرورش کے بغیر مر سکتا ہے۔ ایمان کا کھو جانا واقعی سب سے بڑا نقصان ہے۔ باب 4 النساء، آیت 38

“اور جس کا شیطان ساتھی ہو تو وہ بُرا ساتھی ہے۔“

یہ آیت تنبیہ کرتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے بے وفائی اختیار کرے گا، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے لازماً شیطان کی اطاعت کرے گا۔ شیطان کی یہ اطاعت مختلف شکلوں میں ہو سکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بجائے فیشن، سوشل میڈیا، لوگوں اور ثقافت کی پیروی اور اطاعت شامل ہے۔ لہذا یہ آیت لوگوں کو متنبہ کرتی ہے کہ اس دنیا میں دو ہی راستے ہیں: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا راستہ جو ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے یا شیطان کی اطاعت کا راستہ جو دونوں جہانوں میں مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی اس کی وجہ تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ یہ ہے کہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنا دماغ اور جسم کے سکون کے حصول کے لیے ادا کرنے کی ایک چھوٹی سی قیمت ہے، جس طرح ایک شخص اچھی جسمانی صحت کے حصول کے لیے اپنی خوراک کو کنٹرول کرتا ہے۔ جبکہ زندگی اس کے لیے ایک تاریک قید خانہ بن جاتی ہے جو اپنی تمام خواہشات کو پورا کرنے کے باوجود ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کو دیکھتا ہے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت پاتے ہیں اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں غلط جگہ دیتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے اور اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 39:

اور ان کا کیا نقصان ہوگا اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے اور اللہ نے جو کچھ انہیں دیا ہے "اس میں سے خرچ کرتے؟"

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دو راستے واضح کر دیے ہیں اور یہ فیصلہ لوگوں کو کرنا ہے کہ کس میں سے نیچے جانا ہے۔ لیکن انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اس لیے وہ ان سے دونوں جہانوں میں ہر نیت، قول اور فعل کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 39

”اور اللہ ان کے بارے میں ہمیشہ جاننے والا ہے۔“

جیسا کہ ہر شخص کو زندگی میں اپنے راستے کا انتخاب کرنے کی آزادی ہے، اس لیے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا انتخاب کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کے علاوہ کوئی اور ذمہ دار نہیں ہے۔ جس طرح ایک نادان مریض جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے اس کا اپنے سوا کوئی قصوروار نہیں ہے اور نہ ہی وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کرتا ہے۔
باب 4 النساء آیت 40

”بے شک اللہ ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو صحیح راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور دونوں جہانوں میں بہت زیادہ انعام اور ذہنی سکون کا وعدہ کرتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 40

جب کہ اگر کوئی نیکی ہوتی ہے تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے بڑا اجر دیتا ”
ہے۔“

گناہوں کے برعکس، جن کی ادائیگی اس کی جسامت اور سنگینی کے مطابق ہوتی ہے، نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے قیامت کے دن

اپنے احتساب کی تیاری میں بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 41

”تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے؟“

یہ آیت ایک قسم کی خواہش مندانہ سوچ کو مٹا دیتی ہے جو مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے۔ بہت سے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ چونکہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو ہیں، وہ شفاعت کریں گے اور انہیں جہنم سے بچائیں گے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں۔ یہ وہی، آرزو مندانہ سوچ تھی جو اہل کتاب نے اختیار کی تھی جو اپنے انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ ان کو نجات دے گا، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں۔ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک حقیقت ہے اور بہت سی اسلامی تعلیمات میں اس پر بحث کی گئی ہے جیسے سنن ابن ماجہ، نمبر 4308 میں موجود حدیث، اس کے باوجود کچھ مسلمان جہنم میں جائیں گے۔ چونکہ جہنم میں ایک لمحہ ناقابل برداشت ہے، اس لیے اس رویے سے بچنا چاہیے، کیونکہ وہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہ کر اپنے آپ کو بے وقوف بنا سکتا ہے، جبکہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حقیقی امید، اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر قائم رہنا اور پھر یہ امید رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے گا۔ نافرمانی ہمیشہ خواہش مندانہ سوچ سے جڑی ہوتی ہے اور اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش مند سوچ اور اللہ تعالیٰ سے امید کے درمیان اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آیت نمبر 41 مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن مسلمانوں کی شفاعت کریں گے، لیکن وہ ان کے خلاف بھی گواہی دیں گے۔ 41: باب 4 النساء، آیت

”تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے؟“

باب 25 الفرقان، آیت 30 اور

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

اس آیت میں مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے ہی قرآن پاک کو لیا اور قبول کیا۔ غیر مسلم قرآن پاک کو ترک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے اسے پہلے کبھی نہیں لیا اور نہ ہی قبول کیا۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے خلاف گواہی دیں گے اس کا کیا بنے گا۔

لہذا خواہش مندانہ سوچ سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سچی امید کو اپنانا چاہیے، جیسا کہ قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت، صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ، جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے، جو شخص خواہش مندانہ سوچ اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتا ہے، وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش اطاعت کے ساتھ ہونی چاہیے۔ جس طرح ایک پودا مر جائے گا اگر وہ غذا حاصل نہ کر سکے، مثلاً پانی، اسی طرح مسلمان کا ایمان بھی اس صورت میں مر سکتا ہے جب وہ اطاعت کے ساتھ اس کی پرورش نہ کر سکے۔ باب 4 النساء، آیت 42

”اس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش وہ زمین پر چھا جائے۔“

یہ آیت اس احمقانہ رویہ کو بھی ختم کرتی ہے کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ کوئی شخص اس کی نافرمانی کی زندگی گزارنے کے بعد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر لے گا۔ یوم جزا جزا کا دن ہے، یہ امن قائم کرنے کا دن یا دوسرے امکانات کا دن نہیں ہے۔ باب 30 اروم، آیت 57

پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی ان سے اللہ کو راضی کرنے کا کہا جائے گا۔

یہ دنیا اعمال کی جگہ ہے اور آخرت جزا کی جگہ ہے۔ کسی کو یہ سوچ کر بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت پر مبنی ضابطہ اخلاق کے تحت عملی طور پر زندگی گزار سکتے ہیں اور پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن کامیابی حاصل کر لیں گے۔ یہ ایک اور قسم کی خواہش مندانہ سوچ کے سوا کچھ نہیں، جس کی اسلام میں کوئی قدر نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہمیشہ اس کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ یعنی جو شخص سچے دل سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے طریقوں سے استعمال کرتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، وہی ہے جو سچی امید رکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں کو معاف کرے گا اور انہیں جنت سے نوازے گا۔ مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلام کو جزا کے دن تک لانا چاہیے نہ کہ صرف اندرونی ایمان۔ اسلام ایک عملی ضابطہ حیات ہے جو اس بات پر اثر انداز ہوتا ہے کہ انسان اپنی عطا کردہ ہر نعمت کو کس طرح استعمال کرتا ہے، یہ صرف ایک اندرونی عقیدہ نہیں ہے۔ اس کی وضاحت صحیح مسلم نمبر 99 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ دوسری صورت میں سوچنا صرف خواہش مندانہ سوچ اور دونوں جہانوں میں بڑا نقصان پہنچاتا ہے۔ باب 3 :علی عمران، آیت 85

جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کرے گا وہ ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا”
”اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، اس لیے ہر ایک کی نیت، قول اور فعل کا حساب ہوگا اور وہ
:اپنے احتساب سے نہیں بچ سکیں گے۔ باب 4 النساء، آیت 42

”اور وہ اللہ سے ایک بات بھی نہیں چھپائیں گے۔“

باب 4 - النساء، آيات 43-57

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا
إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَايِطِ
أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا غَفُورًا ﴿٤٣﴾

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشَرُّونَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾

مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَسْمَعُ غَيْرَ
مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأَسْمَعُ وَانْظُرْنَا
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٤٦﴾

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ءَامِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّن قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ
وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٤٧﴾
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا
عَظِيمًا ﴿٤٨﴾

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْكُونَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٤٩﴾

أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٠﴾

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ
لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَتُّولَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ ءَامَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذَا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ ءَاتَيْنَا ءَالَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَءَاتَيْنَاهُم مَّلَكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾

فَمِنْهُمْ مَّنْ ءَامَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا
لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرَى مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

اے ایمان والو، تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تمہیں معلوم نہ ہو کہ تم کیا" کہہ رہے ہو یا جنابت کی حالت میں، سوائے ان لوگوں کے جو [نماز کی جگہ] سے گزر رہے ہو یہاں تک کہ تم اپنے پورے بدن کو غسل نہ کر لو۔ اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ؟

اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ کافی ہے مددگار اور اللہ کافی ہے مددگار۔

یہودیوں میں وہ بھی ہیں جو اپنی جگہوں سے الفاظ کو توڑ مروڑ کر کہتے ہیں کہ "ہم نے سنا اور نافرمانی" اور "سنا لیکن سنا نہیں" اور "رعینا" اپنی زبانیں مروڑتے ہیں اور دین کو بدنام کرتے ہیں۔ اور اگر وہ کہتے کہ "ہم نے سنا اور مان لیا" اور "ہمارا" سمجھنے کے لیے [انتظار کرو] تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ موزوں ہوتا۔ لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے، سو یہ چند لوگوں کے سوا ایمان نہیں لاتے۔

اے کتاب والو، اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں اور ان کو پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ان پر لعنت بھیجیں جس طرح ہم نے سبت کو توڑنے والوں پر لعنت کی تھی۔ اور اللہ کا حکم کبھی پورا ہوتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے، اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ دھاگے کے اندر۔

دیکھو وہ اللہ کے بارے میں کیسا جھوٹ گھڑتے ہیں اور صریح گناہ کے لیے یہی کافی ہے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے، جو جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور جس پر اللہ لعنت کرے تو تم اس کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

یا غلبہ میں ان کا حصہ ہے؟ پھر [اگر ایسا ہوتا] تو وہ لوگوں کو کھجور کے دانے کے دانے کے برابر بھی نہ دیتے۔

یا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے؟ لیکن ہم نے ابراہیم کے گھرانے کو کتاب اور حکمت دی تھی اور ان کو ایک عظیم سلطنت عطا کی تھی۔

اور ان میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لائے اور ان میں سے کچھ اس کے مخالف تھے۔ اور آگ کے لیے جہنم کافی ہے۔

بیشک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انہیں آگ میں جھونک دیں گے۔ جب بھی ان کی کھالیں بھونیں گی ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں ڈال دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے اس میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور “ہم انہیں گہرے سایہ میں داخل کریں گے۔“

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس معاملے میں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو شراب کے منفی اثرات کی قدر کرنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی سے اس سے بچ سکیں، جیسا کہ وحی الہی کے اس مرحلے پر اس کی ممانعت نہیں کی گئی تھی۔ باب 4 النساء، آیت 43:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

اس حکم کو بعد میں ایک اور آیت کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا جس میں نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا گیا تھا۔

تتسیخ وہ عمل ہے جس کے ذریعے کچھ عرصے کے بعد ایک حکم یا ممانعت کو دوسرے حکم یا ممانعت سے بدل دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس تکنیک کو استعمال کیا تاکہ ایک غیر مسلم سے مضبوط مسلمان کی طرف منتقلی کو ایک شخص کے لیے آسان بنایا جاسکے۔ اگر تمام حتمی احکام و ممنوعات کو ایک ہی بار میں مکمل طور پر نافذ کر دیا جائے تو یہ عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں شراب کو فوری طور پر حرام نہیں کیا گیا، کیونکہ شراب کو ایک ہی پل میں ترک کرنا زیادہ تر لوگوں کے لیے مشکل ہو جاتا تھا جو اسے پیتے تھے۔ اس کے بجائے اسے مراحل میں ممنوع قرار دیا گیا۔ باب 2 البقرہ، آیت 219:

وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور ”لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔ لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔“

:اور باب 4 النساء آیت 43

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم یہ نہ جان لو ”کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

:اور آخر میں باب 5 المائدہ آیت 90

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھروں پر قربانی کرنا، اور طاغوت کے تیر شیطان کے کام سے ”ناپاک ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

یہ عمل طبی ڈاکٹروں کی طرف سے بھی اختیار کیا جاتا ہے جو ادویات کی پوری خوراک سیدھے طریقے سے تجویز نہیں کرتے ہیں اور اس کے بجائے خوراک کو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھاتے ہیں تاکہ مریض ان کو مثبت انداز میں ڈھال سکیں۔ یہ حکمت عملی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت اور رحمت تھی، کیونکہ اسلام قبول کرنے والے لاتعداد لوگ اس کو رد کر دیتے اگر تمام حتمی احکام و ممنوعات نزول کے آغاز میں ایک ہی بار میں نازل ہو جاتے۔ جیسا کہ اس آیت کے آخری

حصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس کام کا اختیار رکھتا ہے پھر بھی اس نے لوگوں کے لیے آسانی اور رحمت کا راستہ منتخب کیا۔

باب 4 النساء، آیت 43

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

مسلمانوں کو شراب کی ممانعت سے پہلے اس کے منفی اثرات پر غور کرنے کی دعوت دینا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسلام سوچنے کا مذہب ہے نہ کہ اندھی تقلید کا۔ جو شخص اس دنیا کی چیزوں اور ان کے تجربات کے بارے میں سوچتا ہے اور مسلسل یہ فیصلہ کرتا ہے کہ آیا یہ چیزیں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہیں یا نہیں، وہ اس دنیا میں اٹھائے جانے والے اقدامات اور ان اقدامات کی تعریف کرے گا جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، اپنے بارے میں سوچنے میں ان واضح ثبوتوں اور شواہد کا مطالعہ کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات کے اندر اسلام کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں جو کہ مضبوط ایمان کی طرف لے جائے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، خواہ حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کو سیکھ کر اور ان پر عمل کرنے سے انسان مضبوط ایمان پیدا کرتا ہے۔ یہ تعلیمات ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت اس زندگی اور آخرت میں ذہنی سکون کو فروغ دیتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں ان کا ایمان کمزور ہوگا۔ ایسے افراد آسانی سے اپنی خواہشات کے سامنے جھک جاتے ہیں، یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ ان خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں ترک کرنا بالآخر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے مستقل عزم کو یقینی بناتے ہوئے اپنے ایمان میں یقین پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ اس سفر میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، کوئی شخص اپنی ذہنی اور جسمانی دونوں حالتوں میں امن اور ہم آہنگی کا احساس حاصل کر سکتا ہے اور یہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہر ایک اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے رکھیں۔

باب 4 النساء، آیت 43

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم یہ نہ جان لو " کہ تم کیا کہہ رہے ہو یا نجاست کی حالت میں، سوائے ان لوگوں کے جو [نماز کی جگہ] سے گزر رہے ہوں، یہاں تک کہ تم اپنے پورے بدن کو دھو لو۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مردوں کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے۔ قرآن پاک میں فرض نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کی گئی ہے۔
باب 2 البقرہ، آیت 43

”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

اس آیت کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی وجہ سے بہت سے معزز علماء نے مسلمان مردوں کے لیے باجماعت نماز کو فرض قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابوداؤد نمبر 550 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو مسلمان اپنی فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک منافق سمجھتے تھے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک کہ سنگین نتائج سے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ان مردوں کے گھروں کو جلانے پر غور کریں گے جنہوں نے بغیر کسی معقول وجہ کے مسجد میں نماز چھوڑ دی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 1482 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو لوگ اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں وہ ایسا کریں اور یہ سوچ کر اپنے آپ کو دھوکہ نہ دیں کہ دوسرے اچھے کام جیسے گھر کے کاموں میں مدد

کرنا ایک متبادل ہے۔ اگرچہ خاندان کی کفالت درحقیقت پسندیدہ ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 676 میں موجود ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صحیح ترجیح کو برقرار رکھا جائے، اور ذاتی خواہشات کی بنیاد پر ان کی اہمیت کو تبدیل نہ کیا جائے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اُس کی تعلیمات سے منہ موڑ رہے ہیں اور محض اپنے میلانات کی پیروی کر رہے ہیں، حتیٰ کہ راستبازی کے کاموں میں بھی۔ قابل ذکر ہے کہ اسی حدیث میں جو اس سے پہلے نقل کی گئی ہے اس بات پر زور دیتی ہے کہ جب فرض نماز کا وقت آتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے۔

باب 4 النساء، آیت 43:

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے..."
 "عورتوں سے رابطہ کیا ہو [یعنی ہمبستری کی ہو]۔"

قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ کرتے وقت ایک چیز جو نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ صریح باتوں پر براہ راست گفتگو نہیں کی جاتی بلکہ ان پر بالواسطہ طور پر حیا کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ لہذا حیا ہونا اللہ تعالیٰ کی اپنی لامحدود حیثیت کے مطابق ایک روایت ہے اور انسان کو ان کے بنائے ہوئے درجے کے مطابق حیا کو اپنانا چاہیے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

جامع ترمذی نمبر 2458 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی تواضع میں سر اور اس کے مواد کی حفاظت، پیٹ اور اس میں موجود چیزوں کی حفاظت اور موت کے بارے میں کثرت سے غور کرنا شامل ہے۔ انہوں نے یہ بیان کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ جو لوگ آخرت کا حصول چاہتے ہیں انہیں مادی دنیا کی زینت کو چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ حیا صرف لباس سے بالاتر ہے۔ یہ کسی کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ سر کی حفاظت میں زبان، آنکھ، کان، حتیٰ کہ اپنے خیالات کو گناہ اور معمولی کاموں سے بچانا بھی شامل ہے۔ معمولی باتوں سے بچنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ اکثر قیامت کے دن پچھتاوے کا باعث بنتے ہیں اور گناہوں کے ارتکاب کی طرف پہلا قدم بن سکتے ہیں۔ اگرچہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی باتوں اور نگاہوں کو دوسروں سے چھپا سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کو چھپا نہیں سکتے۔ اس طرح، جسم کے ان حصوں کی حفاظت کرنا حقیقی شائستگی کی علامت ہے۔ مزید برآں، پیٹ کی حفاظت کرنا حرام مال اور کھانے پینے سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ ان میں ملوث ہونے سے نیک اعمال رد ہو سکتے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 2342 میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جس طرح نیت اسلام کی باطنی بنیاد ہے، اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کمائی میں مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع میں موت کی مسلسل یاد بھی شامل ہے۔ یہ یاد بہت اہم ہے کیونکہ یہ اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے بچنے کے لیے مخلصانہ عزم کی ترغیب دیتی ہے، بشرطیکہ کسی کو معلوم نہ ہو کہ ان کی موت کب آئے گی۔ یہ ایک یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے کہ یہ زندگی کسی کا آخری ٹھکانہ نہیں ہے اور وہ بغیر کسی ناکامی کے، اس سے منتقل ہو جائیں گے۔ اس کو ذہن میں رکھنا انسان کو اپنی حتمی منزل یعنی آخرت کے لیے تیاری کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس تیاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، جو لوگ موت پر غور کرنے سے کتراتے ہیں وہ آخرت کے اپنے ناگزیر سفر کی تیاری سے غافل ہو جائیں گے۔ اس کے بجائے، وہ اپنی تمام تر کوششیں اس دنیا میں لطف اندوز ہونے اور اپنی زندگی کو خوبصورت بنانے پر مرکوز کر سکتے ہیں۔ یہ ذہنیت اللہ تعالیٰ کو فراموش کرنے اور اس کی مخلصانہ اطاعت کی اہمیت کا باعث بن سکتی ہے، جس کے نتیجے میں اس کی زندگی اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت "کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر کار، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا مظاہرہ کرنے کا مطلب ہے مادی دنیا کے خلفشار پر آخرت کو ترجیح دینا۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اس میں فضول خرچی، اسراف اور اسراف سے پرہیز کرتے ہوئے ذاتی اور منحصر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مادی وسائل کا استعمال بھی شامل ہے، کیونکہ یہ خصلتیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں۔ باب 7 الاعراف، آیت 31

”اور کھاؤ پیو لیکن حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

آخرت پر توجہ مرکوز کرنے کا مطلب ہے کہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا جو اسلامی تعلیمات میں بیان کیے گئے ہیں، بجائے اس کے کہ اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کریں۔ جو لوگ اس نقطہ نظر کو اپناتے ہیں، وہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور اپنی زندگی میں ہر چیز کو صحیح طریقے سے رکھ کر حقیقی سکون اور کامیابی حاصل کریں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

حسب معمول، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے رعایتیں دیتا ہے جو اپنے فرائض کی ادائیگی سے قاصر ہیں، کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب اور طرز زندگی ہے جو انسانوں کی فطرت کے مطابق بنایا گیا ہے اور اس لیے ان کی حدود اور کمزوریوں کا احترام کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 43

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے ” عورتوں سے رابطہ کیا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی تلاش کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا “مسح کرو۔

ان مراعات کے نتیجے میں ہر شخص اپنے فرض کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہاں تک کہ اس دنیا میں جو بھی امتحانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس پر کامیابی کے ساتھ قابو پاتا ہے۔ باب 2 البقرہ :آیت 286

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

لہذا لوگوں کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہ جاتا اگر وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہتے ہیں۔ کسی کو اپنی پوری کوشش کرنے کا دعویٰ کرنے کا سست رویہ ترک کرنا چاہئے جب وہ واضح طور پر اپنی پوری کوشش نہیں کر رہا ہے۔ اگر وہ ہوتے تو بلاشبہ وہ تمام چیزیں پوری کر دیتے جن کی ان سے توقع کی جاتی ہے۔ لہذا انسان کو صحیح رویہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ ان کا دونوں جہانوں میں جوابدہ ہوگا اور ان کی طرف سے کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ لوگوں سے کمال کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، خواہ وہ مذہبی مراعات پر عمل کریں یا اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کے بعد سچے دل سے توبہ کریں، اس لیے مغفرت کا دروازہ موت تک ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 43

”بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔“

،مخلص توبہ میں احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے جب تک کہ یہ مزید پریشانی کا باعث نہ ہو۔ انسان کو سچے دل سے وعدہ کرنا چاہیے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی تلافی کرنی چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے رہیں، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

بنی نوع انسان کو عطا کردہ الہی ضابطہ اخلاق کے ایک پہلو کی وضاحت کے بعد جو انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطوں کی پیروی کے دھوکے میں نہ آئیں جو دونوں جہانوں میں صرف گمراہی، تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 44

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا، وہ گمراہی خریدتے ہیں اور "چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ؟"

اہل کتاب میں سے کچھ علماء نے جو خدائی ضابطہ اخلاق انہیں دیا گیا تھا اسے چھوڑ دیا اور جان بوجھ کر ان کی تعلیمات کی غلط تشریح اور تدوین کی اور اس طرح دنیاوی فائدے مثلاً قیادت اور دولت کے حصول کی خاطر اپنا ضابطہ اخلاق گھڑ لیا۔ چونکہ وہ جانوروں کی طرح صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل میں دلچسپی رکھتے تھے، اس لیے انہوں نے دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دی، تاکہ ان کے رویے پر ان پر تنقید نہ کی جائے، جیسا کہ ہر ایک کا برتاؤ اسی طرح ہوتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 44

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا، وہ گمراہی خریدتے ہوئے ”
[اس کے بدلے میں]۔“

اگرچہ اس کی تدوین نہیں کی جا سکتی، لیکن اس سے بھی کم، دنیاوی چیزوں جیسے قیادت اور دولت کے حصول کے لیے قرآن پاک کی غلط تشریح کی جا سکتی ہے۔ اہل کتاب کی طرف سے علماء کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں مصیبت ہی کا باعث ہے۔ اس طریقے سے حاصل ہونے والی دنیاوی چیزیں اس کے لیے دونوں جہانوں میں پریشانی، پریشانی اور سنن ابن ماجہ مصائب کا باعث بن جاتی ہیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور جس طرح یہ شخص قرآن مجید کی کی حدیث نمبر 253 میں اس شخص کو جہنم سے ڈرایا ہے غلط تشریح کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے، اس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا جائے گا کہ جتنے لوگ اس کی تاویل پر عمل کریں گے۔ جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے:- باب 4 النساء آیت 44

”اور کاش تم راستہ کھو بیٹھو؟ ...“

دوسروں کی اندھی تقلید سے گریز کر کے ان کے گمراہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اس کے بجائے انہیں علم اور شواہد کے مطابق ہر صورت حال کا جائزہ لینے کی کوشش کرنی چاہیے اس سے پہلے کہ وہ کسی چیز پر عمل کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے لوگوں کو عقل اور ذہانت عطا کی ہے۔ حتیٰ کہ اسلامی تعلیمات کی اندھی پیروی پر بھی اسلام نے تنقید کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ کھلے ذہن کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں اور فہم و بصیرت کے ساتھ اس پر عمل کریں۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

:اور باب 34 سبا، آیت 46

کہہ دو میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے جوڑے اور الگ الگ کھڑے ہو جاؤ اور پھر سوچو، تمہارے ساتھی میں کوئی جنون نہیں ہے، وہ تو تمہیں سخت عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہے۔

اس لیے دوسروں کو اندھی تقلید کرنے سے گریز کرنا چاہیے، خواہ وہ مقبول رائے ہی کیوں نہ ہو اور اپنی عقل اور عقل کو استعمال کرتے ہوئے ہر صورت حال کا علم اور ثبوت کے مطابق فیصلہ کرنے سے پہلے جائزہ لے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ اپنے دینی اور دنیاوی دونوں معاملات میں صحیح فیصلے کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، اسلام افراد کو اپنی خواہشات پر عبور حاصل کرنے اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس رہنمائی کا مقصد دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون کو فروغ دینا ہے۔ نتیجتاً، جو لوگ دنیاوی لذتوں کے حصول کو ترجیح دیتے ہیں وہ اکثر مسلمانوں پر تنقید کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشاں ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 44

"اور کاش تم راستہ کھو بیٹھو؟ ..."

جب کوئی اپنے اردگرد کے لوگوں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے، تو یہ ان کی اپنی زندگی کے انتخاب کے بارے میں عدم تحفظ کے جذبات کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں بے چینی محسوس کر سکتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، خاص طور پر جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ان کے عزم پر تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ منفیت اکثر اپنے ہی خاندان سے پیدا ہوتی ہے۔

مزید برآں، سوشل میڈیا، فیشن اور مروجہ ثقافتی اصولوں سے متاثر معاشرہ ان لوگوں کو حقیر نظر سے دیکھتا ہے جو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ردعمل کی جڑ اس تشویش میں ہے کہ اسلام سے حقیقی وابستگی ان کی دولت اور اثر و رسوخ حاصل کرنے کی صلاحیت کو روک سکتی ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، جیسے شراب اور تفریحی صنعت لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر قائم رہنے کی حوصلہ شکنی کے لیے سرگرم عمل ہے۔ یہ مختلف پلیٹ فارمز پر اسلام کی بے تحاشہ منفی تصویر کشی کی ایک اہم وجہ ہے۔

بالآخر، جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کا ارتکاب کرتا ہے، جو خود پر قابو پانے اور ان نعمتوں کے صحیح استعمال کی وکالت کرتی ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، تو وہ لوگ جو بے لگام خواہشات کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں، خطرہ محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے یا اس کے اصولوں پر عمل کرنے سے روکنے کی کوشش کا باعث بن سکتا ہے، جس کا مقصد ایک زیادہ خوشگوار طرز زندگی کو فروغ دینا ہے۔ اسلام کے مخصوص پہلو، جیسے خواتین کے لباس کوڈ، کو اکثر تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ دیکھنا آسان ہے کہ ان کے اعتراضات اسلام کے خود نظم و ضبط کے پیغام سے گہرے مسئلے سے جنم لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ قانون نافذ کرنے والے، فوج صحت کی دیکھ بھال اور تعلیم جیسے پیشوں میں اسی طرح کے ضوابط کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلامی لباس کوڈ کو نشانہ بناتے ہیں۔ یہ انتخابی تنقید ان کے دلائل کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے۔ حقیقت میں، یہ اسلامی اقدار اور ان کے اپنے طرز زندگی کے انتخاب کے درمیان تضاد ہے جو انہیں بے چین بناتا ہے، اور انہیں اسلام پر غیر ضروری تنقید کرنے پر اکساتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 44

"اور کاش تم راستہ کھو بیٹھو؟ ..."

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی دشمنان اسلام کی چالوں سمیت تمام چیزوں کو جانتا ہے، اسی لیے وہ صحیح ہدایت اور دوسروں کے گمراہ ہونے سے بچنے کی کنجی دیتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 44

"اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کافی ہے دوست اور اللہ کافی ہے مددگار۔"

گمراہی سے خدا کی حفاظت صرف اسی کو حاصل ہوگی جو خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔
باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

دوسری طرف جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا اسے گمراہی سے تحفظ نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن

اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس لیے ان کا رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9
توبہ آیت 82:

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو قبول کریں اور ان پر حقیقی طور پر عمل کریں چاہے وہ تعلیمات ذاتی خواہشات سے ٹکرا سکیں۔ جس طرح ایک عاقل مریض اپنی صحت کی خاطر اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، خواہ اس میں ناقص دوا اور سخت خوراک شامل ہو، اسی طرح اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ عقلمند مریض کا عزم ذہنی اور جسمانی تندرستی میں بہتری کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ اسلامی تعلیمات کو اپناتے ہیں وہ اپنی ذہنی اور جسمانی حالتوں میں گہرے فوائد کا تجربہ کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس حتمی حکمت ہے کہ وہ افراد کو دماغ اور جسم دونوں میں سکون حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر چیز اور ہر ایک کو ان کی زندگیوں میں صحیح طریقے سے پوزیشن دینے میں مدد کرتا ہے۔ اگرچہ معاشرے نے تحقیق کے ذریعے انسانی فطرت کو سمجھنے میں اہم پیش رفت کی ہے، لیکن اس کا علم ہر اس چیلنج سے نمٹنے میں کم ہے جس کا سامنا ہو سکتا ہے۔ انسانی بصیرت کسی کو ہر قسم کے تناؤ سے نہیں بچا سکتی یا موروٹی حدود اور تعصبات کی وجہ سے اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو درست طریقے سے

ترتیب دینے میں ان کی مدد نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے ضروری جامع علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، جو اس نے قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے انسانیت پر نازل کیا ہے۔ جو لوگ اسلامی تعلیمات کے مطابق دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے ان کے درمیان فرق ان لوگوں کے لیے واضح ہے جو کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ دوسروں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ بہت سے مریض اپنے علاج کے پیچھے سائنس کو پوری طرح سمجھے بغیر اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، اللہ تعالیٰ، اسلام کی تعلیمات پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ کوئی ان کے مثبت اثرات کو حقیقی طور پر پہچان سکے۔ اندھا اعتماد کا مطالبہ کرنے کے بجائے، وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ واضح ثبوت کے ذریعے ان تعلیمات کی سچائی کی تعریف کریں۔ تاہم، اس سفر کے لیے اسلام کے اصولوں کو دریافت کرتے وقت کھلے ذہن اور غیر جانبدارانہ نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 45

”اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کافی ہے دوست اور اللہ کافی ہے مددگار۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ اہل کتاب کے نقش قدم پر نہ چلیں جنہوں نے جان بوجھ کر اپنے عقیدے کو کفر سے بدل دیا۔ انہوں نے اس طرح برتاؤ کیا کہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنا چاہتے تھے جو انہیں دی گئی تھیں اور انہیں صرف دنیاوی چیزوں جیسے قیادت اور دولت کے حصول کی فکر تھی۔ باب 4 النساء آیت 46

”...یہودیوں میں وہ ہیں جو“

پہلی بات یہ ہے کہ اس کی آیت یہ واضح کرتی ہے کہ تمام اہل کتاب نے اس طرح کا برتاؤ نہیں کیا۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے لیے دی گئی ہیں جیسا کہ آسمانی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس گروپ کے کچھ ارکان کے اعمال کی بنیاد پر پورے گروپ کا فیصلہ نہ کرنے کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے، کیونکہ یہ اکثر امتیازی سلوک کا باعث بنتا ہے، جیسے کہ نسل پرستی۔ باب 4 النساء آیت 46

”...یہودیوں میں وہ بھی ہیں جو الفاظ کو ان کے [صحیح] استعمال سے توڑ دیتے ہیں“

اس میں دنیاوی فائدے جیسے قیادت اور دولت کی خاطر جان بوجھ کر الہی تعلیمات کی غلط تشریح کرنا شامل ہے۔ باب 4 النساء آیت 46

یہودیوں میں وہ بھی ہیں جو الفاظ کو ان کے استعمال سے توڑ مروڑ کر کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور”
“نافرمانی کی۔

سننا اور نافرمانی زبانی طور پر ایمان کو قبول کرنے کی نمائندگی کرتی ہے لیکن اپنے اعمال کے ذریعے اس کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی نافرمانی کے درمیان فرق کو جاننا بھی شامل ہے، پھر بھی جان بوجھ کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے: اس کی نافرمانی کا انتخاب کرنا جو عطا کی گئی ہیں۔ باب 4 النساء آیت 46

”وہ لوگ جو الفاظ کو اپنے [صحیح] استعمال سے توڑ مروڑ کر کہتے ہیں، ”ہم نے سنا اور نافرمانی...“
...اور ”سنا لیکن سنا نہیں“ اور ”رعینہ“ اپنی زبانیں مروڑتے ہوئے کہتے ہیں

اہل کتاب میں سے بعض علماء نے جان بوجھ کر الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا تاکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھلم کھلا تنقید کی جا سکے، جبکہ ان کے الفاظ کو بے قصور قرار دیا جائے۔ اس کے علاوہ، ان کے طرز عمل نے ان الہی تعلیمات کو غلط انداز میں پیش کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں اور اس کے نتیجے میں انہوں نے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے روکا، کیونکہ انہوں نے ایک ایسے مذہب کی تصویر کشی کی جو غیر منصفانہ اور غیر منصفانہ تھا۔
باب 4 النساء آیت 46

وہ لوگ جو الفاظ کو اپنے [صحیح] استعمال سے توڑ مروڑ کر کہتے ہیں کہ ”ہم نے سنا اور نافرمانی... کی“ اور ”سنا لیکن سنا نہیں“ اور ”رعینہ“ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں اور دین کو بدنام کرتے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر نہ چلیں اور اس کے بجائے صحیح رویہ اختیار کریں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ باب 4 النساء آیت 46

..."اور اگر وہ کہتے [اس کے بجائے]، "ہم سنتے اور مانتے ہیں..."

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان کا زبانی اعلان اس وقت تک اہمیت نہیں رکھتا جب تک کہ اس کی تائید جسمانی عمل سے نہ ہو۔ اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ آیت الہی علم کو صحیح طور پر سننے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے تاکہ یہ اطاعت کے جسمانی اعمال کی طرف لے جائے۔ صحیح طور پر سننے میں اسلامی علم سیکھتے وقت توجہ مرکوز کرنا شامل ہے تاکہ معلومات کو سنا اور سمجھا جائے۔ انہیں علم پر غور کرنا چاہیے اور اس کی تعریف کرنی چاہیے کہ یہ ان کے ماضی کے اعمال سے کیسے جڑا ہوا ہے۔ انہیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ مستقبل میں جس علم پر بات کی گئی تھی اس کو کیسے عملی جامہ پہنایا جائے اور اسے خلوص نیت سے اپنی زندگیوں میں لاگو کیا جائے۔ باب 4 النساء آیت 46

اور اگر وہ کہتے [اس کے بجائے]، "ہم نے سنا اور مان لیا" اور "ہمارا انتظار کرو [سمجھنے کے]..."

..."[لیے]، تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ مناسب ہوتا

جو شخص یہ اقدامات نہیں کرتا اس نے الہی تعلیمات کو صحیح طور پر نہیں سنا ہے اور اس وجہ سے ان کو اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرے گا۔ اسلامی علم کو صحیح طور پر سننے میں ناکامی ایک بڑی وجہ ہے کہ جن مسلمانوں کو اسلامی علم، جیسے لیکچرز تک رسائی حاصل ہے، اپنے طرز عمل یا عمل میں بالکل بھی تبدیلی نہیں لاتے، کیونکہ وہ غلط طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ صرف اسلامی علم

کو سننا ہی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کافی ہے، چاہے وہ تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ دنیاوی فائدے کی خاطر جان بوجھ کر الہی تعلیمات کی غلط تشریح کرنا اور ایمان کے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ عملی جامہ پہنانے میں ناکامی کفر کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 4 النساء آیت 46

”لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی ہے۔“

یہ اس لیے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اپنے ایمان کو زہر آلود کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ مر سکتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 46

لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے، لہذا وہ ایمان نہیں لاتے، سوائے تھوڑے ”کے۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے دیکھ بھال اور توجہ کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودا بغیر پرورش کے، جیسے سورج کی روشنی، مرجھا جائے گا اور مر جائے گا، اسی طرح ایک شخص کا ایمان کم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے فعال طور پر تعاون نہ کیا جائے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ باب 4 النساء آیت 46:

لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے، اس لیے وہ چند لوگوں کے سوا ایمان نہیں لاتے۔

چند لوگ اہل کتاب میں سے علماء میں سے ان مٹھی بھر لوگوں کی طرف بھی اشارہ کر سکتے ہیں جنہوں نے اسلام کے آنے سے پہلے اور قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کی، جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل کتاب کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اپنے گمراہ علماء کے نقش قدم پر نہ چلیں۔ باب 4
النساء آیت 47:

”اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے، اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، مبلغین کی اندھی تقلید سے گریز کرتے ہوئے ان کے گمراہ ہونے سے بچنا چاہیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ چوپایوں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کرے اور اس کے بجائے وہ عقل اور عقل استعمال کرے جو اسے دی گئی ہے تاکہ اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ واضح دلائل و شواہد کا مطالعہ کیا جائے تاکہ وہ اپنے لیے اسلام کی حقانیت کی تعریف کر سکے۔ چاہے وہ کسی بھی عقیدے کی پیروی کرے، انہیں اپنی مذہبی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ آیا یہ سچ ہے یا نہیں اور اپنے علماء اور مبلغین کی اندھی تقلید سے گریز کریں۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

اہل کتاب کے علماء چونکہ آسمانی صحیفوں کے ماہر تھے، اس لیے وہ قرآن مجید کے مصنف اللہ عزوجل سے واقف تھے اور اس لیے اس کی الہامی ماخذ کو آسانی سے پہچان لیتے تھے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کے بارے میں ان کے آسمانی صحیفوں میں گفتگو کی گئی تھی، ان کے لیے اسلام کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ باب
:الانعام، آیت 20 6

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک [جیسا کہ وہ اپنے [اپنے [بیٹوں کو"
"...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو"
جانتے ہیں۔

:اور باب 4 النساء آیت 47

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے، جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس" موجود ہے۔"

اس کے علاوہ، قرآن کریم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کی غیر ترمیم شدہ اور درست تعلیمات کی تصدیق کی اور ترمیم شدہ تعلیمات کو درست کیا۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابقہ آسمانی صحیفوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا، جس چیز کا اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں نے انکار نہیں کیا تھا، وہ آسمانی صحیفوں کی تدوین یا غیر ترمیم شدہ تعلیمات کو نہیں جان سکتے تھے، جو کہ قرآن کریم کی آسمانی ابتدا کا مزید ثبوت ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 48

اور تم نے اس سے پہلے کوئی صحیفہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا، پھر" ("یعنی دوسری صورت میں (جھٹلانے والے شک میں پڑ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو متنبہ کیا ہے کہ اگر وہ اسلامی تعلیمات کو جھٹلانے اور نظر انداز کرنے پر اڑے رہے تو ان کا یہ طرز عمل ان کے روحانی دلوں پر مہر لگا دے گا اور نتیجتاً وہ ہدایت کو نہ پہچان سکیں گے اور نہ اس پر عمل کر سکیں گے۔ باب 4 النساء آیت 47

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے، اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے جو تمہارے پاس موجود" ہے اس کی تصدیق کرتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں اور انہیں ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں۔"

سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں درج ایک حدیث کے مطابق جب بھی کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے روحانی قلب پر ایک سیاہ نشان لکھا جاتا ہے۔ جیسے جیسے گناہ جمع ہوتے جاتے ہیں، یہ تاریکی

ان کے روحانی دل کو گھیر لیتی ہے، اس زندگی میں حقیقی رہنمائی کو پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کی ان کی صلاحیت کو روکتی ہے۔ باب 83 المطففین، آیت 14

”نہیں، بلکہ داغ نے ان کے دلوں پر جو کچھ وہ کما رہے تھے، ڈھانپ دیا ہے۔“

بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے سبت کے دن، ہفتہ کے دن کی حرمت کو پامال کیا، جس دن، دوسری چیزوں کے علاوہ، انہیں کھانے کے لیے شکار کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ سبت سے پہلے مچھلی پکڑنے کے مقصد کے لیے جال، رسیاں اور پانی کے مصنوعی تالاب لگا کر سبت کے دن کی تعظیم سے بچنے کے لیے دھوکہ دہی کے طریقے استعمال کرنے لگے۔ ہفتے کے روز جب مچھلیاں معمول کے مطابق وافر مقدار میں آئیں تو وہ ہفتہ کے باقی دنوں میں رسیوں اور جالوں میں پھنس گئیں۔ رات کے وقت وہ سبت ختم ہونے کے بعد مچھلیاں جمع کرتے۔ ان کی شیطانی چالوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر بنا کر سزا دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلنے سے متنبہ کرتا ہے کیونکہ یہ صرف جانوروں کے مشابہ طرز عمل اختیار کرنے کا سبب بنتا ہے جس میں انسان ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کی کوشش کرتا ہے۔ نتیجتاً یہ حیوان پرست لوگ اس دنیا یا آخرت میں کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کر پائیں گے کیونکہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کی اہمیت اور اس سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کیسے حاصل ہوتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 163

اور ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے تھی - جب انہوں نے سبت کے معاملے میں حد سے تجاوز کیا تھا - جب ان کی مچھلیاں ان کے پاس ان کے سبت کے دن کھلم کھلا آتی تھیں اور جس دن ان کے پاس سبت نہیں تھا وہ ان کے پاس نہیں آتے تھے، اس طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھے۔

اور باب 4 النساء آیت 47

یا ان پر لعنت بھیج جیسا کہ ہم نے سبت توڑنے والوں پر لعنت کی ہے۔“

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔
باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

لہذا، اپنے اعمال کے نتائج سے بچنے کے لیے ان کی عاجزی کو قبول کرنا چاہیے اور اس لیے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنی چاہیے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ لیکن اگر وہ عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہیں تو وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ لہذا ان کا یہ طرز عمل انہیں دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کی طرف لے جائے گا، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ یہ دونوں نتائج اس وقت واضح ہوتے ہیں جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو نہیں مانتے۔ باب 4 النساء آیت 47

“اور اللہ کا حکم کبھی پورا ہوتا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بعد اہل کتاب میں سے علماء کو ان کے کبیرہ گناہوں کے باوجود اور تمام لوگوں کو تاکید کی کہ وہ صدق دل سے توبہ کریں کیونکہ تمام لوگوں کے لیے مغفرت کا دروازہ ان کی موت تک کھلا ہے۔ باب 4 النساء آیت 48

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا، لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے ”بخش دیتا ہے۔“

اس بات پر عالم اسلام کا اتفاق ہے کہ جس گناہ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن معاف نہیں کرے گا وہ کفر ہے۔ اس دنیا میں اس وقت معاف کیا جاتا ہے جب کوئی سچے دل سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لے لیکن اگر کفر کی حالت میں مر جائے تو قیامت کے دن اس کی مغفرت نہیں ہو گی۔ جبکہ باقی تمام گناہ جن سے کسی نے سچے دل سے توبہ نہ کی ہو، اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو قیامت کے دن معاف کر سکتا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو آسانی سے معاف کر دیتا ہے لیکن لوگوں کو ایک دوسرے کو معاف کرنے پر مجبور نہیں کرے گا۔ جیسے جیسے قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا، ظالم مجبور ہو جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے حوالے کر دے اور اگر ضرورت پڑی تو ظالم اپنے مظلوموں کے گناہ لے گا۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفر سے کم تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، لیکن کسی کو خواہش مند نہ سوچ نہیں اختیار کرنی چاہیے کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنے کی ترغیب خواہش مند سوچ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنا، دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور دے گا۔ بخشش کی امید رکھنا شامل ہے۔ اسلام میں اس رویے کی کوئی اہمیت نہیں۔ جبکہ حقیقی امید میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرنا شامل ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنا اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرنا اور پھر دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی امید رکھنا شامل ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود ۔ اس لیے اس فرق کی قدر کرنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے

وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں حقیقی امید کو اپنائیں، اور خواہش مندانه سوچ سے بچیں، کیونکہ اس سے نہ دنیا میں مدد ملے گی نہ آخرت میں۔ آخر کار خواہش مندانه سوچ کو اختیار کرنے والے کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہے۔ ایمان ایک نازک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے دیکھ بھال اور توجہ کی ضرورت ہے۔ جس طرح ایک پودے کو پھلنے پھولنے کے لیے سورج کی روشنی اور پانی جیسی پرورش کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایمان بھی اطاعت کے عمل سے پرورش کا مطالبہ کرتا ہے۔ جب کوئی اس پرورش کو نظر انداز کرتا ہے، تو ایمان مرجھا جاتا ہے اور مر جاتا ہے، جس سے گہرا نقصان ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا ہوا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کو معاف نہیں کرے گا۔ باب 4 النساء آیت 48

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا، لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے ”بخش دیتا ہے۔“

یہ آیت معمولی شرک کی طرف بھی اشارہ کر سکتی ہے۔ معمولی شرک میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے علاوہ کسی اور وجہ سے نیک عمل کرنا شامل ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس شخص کی بے وفائی کو نہ تو نظر انداز کیا جائے گا اور نہ ہی اسے معاف کیا جائے گا اور نہ اس کو دنیا اور آخرت میں کوئی اجر ملے گا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

لہذا ایسے رویے سے بچنا چاہیے جو ثواب کے نقصان اور آخرت میں عذاب کا باعث بنتا ہے، جیسے خواہش مندانه سوچ اور معمولی شرک سے، ایسے رویے سے سچی توبہ کر کے۔ سچے دل سے توبہ کا مطلب واقعی پچھتاوا ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور کسی نے بھی ظلم کیا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں۔ مستقبل میں انہی غلطیوں سے بچنے کے لیے حقیقی طور پر عزم کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے حوالے سے جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے ایمانداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

باب 4 النساء آیت 48

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا، لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے ”بخش دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفر کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ اس سے دنیا کی زندگی کا مقصد ختم ہو جائے گا۔ اگر امتحان دینے والے تمام طلبا کو پاس مارک دے دیا جائے حالانکہ ان میں سے کچھ ناکام ہو گئے تھے، تو امتحان دینا بے معنی ہوگا۔ امتحان کا پورا نکتہ ان لوگوں کے درمیان فرق کرنا ہے جو پاس ہونے کے مستحق ہیں اور جو ناکام ہونے کے مستحق ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کافروں کو اہل ایمان کے ساتھ جنت میں جانے کی اجازت دیتا ہے تو وہ دونوں گروہوں کو برابر کر دے گا جو کہ عدل و باب 45 الجثیہ، آیت 21 انصاف کے صریحاً متصادم ہے۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔“

اگرچہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، اس سے کم نہیں، اس کی رحمت اس کے عدل و انصاف سے متصادم نہیں ہے کیونکہ اس سے وہ منفی رویے کا باعث بنے گا، جس سے وہ پاک ہے۔ ایک دنیاوی جج کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا اور ان کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ ہر مجرم کو بغیر سزا کے معاف کر دیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے اس سلوک کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے جو سب سے بہتر جج ہے؟

اس دنیا میں بغیر جدوجہد اور کوشش کے کوئی دنیاوی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا، جیسا کہ ڈاکٹر بننا۔ چونکہ جنت میں داخل ہونا کسی بھی دنیاوی کامیابی سے بہت بڑی کامیابی ہے، اس لیے اس کے لیے کچھ محنت کی ضرورت ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے کم از کم جدوجہد ایمان ہے، خواہ کسی نے اپنے عقیدے کے ساتھ گناہ ہی کیوں نہ کیے ہوں۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف کھلم کھلا انحراف اور ان کی تخلیق کے باب 51 ذریات، آیت 56 مقصد کا واضح انکار ہے۔

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو اپنے خالق اللہ کو جھٹلائے وہ قیامت کے دن اس کی طرف سے مسترد ہونے کا مستحق ہے۔ جو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں ناکام رہے وہ قیامت کے دن ضائع ہونے کا مستحق ہے، جس طرح ایجاد جو اپنے مقصد تخلیق میں ناکام ہو جائے اسے ناکامی کا نام دیا جاتا ہے اور اسے ضائع کر دیا جاتا ہے۔

مزید برآں، کسی شخص کو یہ سوچنے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی بخشش لامحدود ہے، اسی طرح اسے شرک کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ تمام گناہوں کی مکمل بخشش صرف اسی پر ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہو۔ جو شخص تعریف کے لحاظ سے اس کی وحدانیت پر یقین نہیں رکھتا وہ یہ نہیں مانتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش لامحدود ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معاف کرنے اور رحم کرنے کی صلاحیت دی ہے۔ کوئی یا تو اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہے، اس طرح اس کی بخشش لامحدود ہے اور اس

وجہ سے یہ ان کے تمام گناہوں پر قابو پا سکتا ہے۔ یا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کرنے میں ناکام رہتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی لامحدود بخشش پر یقین کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اگر وہ نہیں مانتے کہ اس کی بخشش لامحدود ہے تو اس کی بخشش ان پر لاگو نہیں ہوگی، وہ ان کے شرک کو معاف نہیں کرے گا جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔

آخر میں، کفر کا انتخاب کرنے والا دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دے گا، کیونکہ ان کا انتخاب آزادی کے طور پر ظاہر ہوگا اگرچہ یہ دھوکہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقی آزادی ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو ان کی عطا کی گئی ہے اسے ذہنی سکون حاصل نہیں ہو گا۔ اس کے بجائے، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو غلط جگہ دیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی، آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ لیکن جیسا کہ یہ سلوک دنیا کو آزادی کے طور پر دکھایا جا سکتا ہے بہت سے لوگ اس کی پیروی کریں گے۔ اس کے نتیجے میں، ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا انتخاب کرتا ہے، وہ بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی کفر اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ لہذا یہ شخص آخرت میں اپنی قسمت کا مستحق ہے۔ باب 4 النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

بالآخر یہ کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول اور اختیار میں ہے، انسان کے پاس اس کے احکام کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس طرح کسی شخص کو کسی خاص ملک کے انچارج، حکومت کے مقرر کردہ اصولوں کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اسی طرح اگر وہ مالک کائنات کے احکام کی تعمیل میں ناکام رہے تو اسے دونوں جہانوں میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک شخص کسی ملک کو چھوڑنے کے قابل ہو سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے راضی نہ ہو لیکن وہ ایسی جگہ فرار نہیں ہو سکے گا جہاں اللہ تعالیٰ کے احکام اور دائرہ اختیار کا اطلاق نہ ہو۔ ایک شخص اپنے معاشرے کے اصول بدل سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کو کبھی نہیں بدل سکتا۔ اس کے علاوہ جس طرح ایک گھر کا مالک مکان کے احکام کا فیصلہ کرتا ہے، خواہ دوسرے لوگ ان اصولوں پر اعتراض کریں، اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اس لیے

اس کائنات کے قوانین کا فیصلہ وہی کرتا ہے، خواہ لوگ ان قوانین کو پسند کریں یا نہ کریں۔ لہذا، ایک کو ان کے اپنے مفاد کے لئے، ان قوانین کی تعمیل کرنا ضروری ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو سمجھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے گا اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرے گا جو اس کی خوشنودی کے لیے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک شخص یا تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے موجود حکمتوں کو جاننے کی کوشش کر سکتا ہے، تاکہ وہ سمجھ سکے کہ ان سے ان کے اور وسیع تر معاشرے کو کس طرح فائدہ ہوتا ہے اور وہ کس طرح دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون کا باعث بنتے ہیں یا وہ اپنی خواہشات کی عبادت کر سکتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات کو رد کر سکتے ہیں۔ لیکن جو شخص اسلامی احکام پر عمل کرنے میں ناکام رہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایت انہیں بچا نہیں سکے گی۔

باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

باب 4 النساء آیت 49

”کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا؟“

اس آیت کا آغاز اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک خودغرض رویہ سے بچنے کی اہمیت ہے جس کے تحت انسان صرف اپنی زندگی اور خاص طور پر اپنے مسائل کے بارے میں سوچتا ہے۔ جو

اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ عام تاریخ میں پائے جانے والے اسباق، اپنی ذاتی تاریخ اور اپنے اردگرد کے لوگوں کی حالت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے گا۔ ان چیزوں سے سیکھنا ایک طاقتور ترین طریقہ ہے جس سے کوئی شخص اپنے رویے کو بہتر بنا سکتا ہے اور تاریخ کو اپنے آپ کو دہرانے سے بچ سکتا ہے تاکہ وہ ذہنی سکون حاصل کر سکے۔ مثال کے طور پر جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ دولت مند اور مشہور لوگوں کو ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اور اس کے نتیجے میں وہ کس طرح تناؤ، ذہنی امراض، منشیات کی لت اور خودکشی کے رجحانات میں مبتلا ہیں حالانکہ وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کرتے ہیں اور دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، وہ دیکھنے والے کو سکھائے گا کہ ان کے نقش قدم پر نہ چلیں اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں ذہنی سکون حاصل نہیں ہو گا۔ بہت سی دنیاوی چیزوں کے مالک ہونے میں۔ یا جب کوئی شخص کسی بیمار شخص کو دیکھتا ہے، تو اسے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ اپنی اچھی صحت کے لیے شکرگزار ہوں اور اس سے پہلے کہ وہ اسے بھی کھو بیٹھیں، اس کا صحیح استعمال کریں۔ لہذا اسلام مسلمانوں کو باقاعدگی سے ایسے لوگوں کی بجائے مشاہدہ کرنے والے افراد بننے کی ترغیب دیتا ہے جو اپنے معاملات میں ایسے مگن رہتے ہیں کہ وہ کسی اور چیز پر توجہ نہ دیں۔ باب 47 10 محمد، آیت:

”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

جیسا کہ پہلے تنبیہ کی گئی ہے کہ خواہش مندانہ سوچ اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے گا۔ اہل کتاب کی طرف سے خواہش مندانہ سوچ کو اپنایا گیا کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ: باب 5 المائدہ، آیت 18 تعالیٰ کے محبوب اور اس کے خاص لوگ ہیں۔

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے اعمال سے قطع نظر ان کے لیے بخشش اور رحمت کی ضمانت ہے۔ باب
النساء آیت 49

”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟“

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے اسی خواہش مندانہ سوچ کو اپنایا ہے۔ یہ جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں، ان کے اعمال کی پرواہ کیے بغیر انہیں بخش دیا جائے گا۔ ایک جاہل جو اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے میں ناکام رہے گا وہ یہ سمجھے گا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی روایت بدل دی جائے گی، جیسا کہ اہل کتاب نے گمان کیا ہے۔ یعنی اگرچہ اس نے سابقہ قوموں کو سزا دی ہے اور ان کو عذاب دے گا جنہوں نے اس کی مسلسل نافرمانی کی، جاہل کا خیال ہے کہ یہ روایت ان کے لیے بدل دی جائے گی۔ لیکن وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روایت کسی اور قوم کے لیے نہیں بدلتی۔ باب 35
فاطر، آیت 43

پھر کیا وہ پہلے لوگوں کے راستے [یعنی تقدیر] کے سوا انتظار کرتے ہیں؟ لیکن تم اللہ کے راستے ”
”میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور اللہ کی راہ میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔“

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، جب کوئی خواہش مندانہ سوچ اپناتا ہے تو اسے اپنا ایمان کھونے کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ اہل کتاب جنہوں نے خواہش مندانہ سوچ اختیار کی انہوں نے فرض کیا کہ وہ کافر ہونے کے باوجود اب بھی مومن ہیں اور اس لیے انہوں نے ڈھٹائی کے ساتھ دعویٰ کیا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، چاہے انہیں پہلے تھوڑی سی سزا ہی کیوں نہ دی جائے۔ باب 2 البقرہ، آیت 80

اور وہ کہتے ہیں کہ آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی سوائے چند دنوں کے، کہو، کیا تم نے اللہ سے "کوئی عہد لیا ہے؟ کیونکہ اللہ اپنے عہد کو کبھی نہیں توڑے گا۔ یا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟"

افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمانوں نے بھی یہی رویہ اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلے جائیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو پاک اور نجات یافتہ سمجھتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 49

”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟“

لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ پاکیزگی اس میں مضمر ہے کہ ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کیا جائے۔ اس میں شامل ہے خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا، جو اس نے عطا کی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ انسان کی نیت، گفتار اور عمل خالص ہوں اور اس کے نتیجے میں وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دے کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جائے گا۔ باب 4 النساء آیت 49

بلکہ اللہ پاک کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔“

چاہے کوئی پاکیزگی کا راستہ اختیار کرے یا نہ کرے، انہیں دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 4 النساء آیت 49

اور ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جاتی، [یہاں تک کہ [ایک دھاگے کی طرح [کھجور کے بیج کے ”
”اندر]۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، وہ شخص جو یہ فرض کر کے خواہش مندانہ سوچ اختیار کرتا ہے کہ
ان کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہے، اور اس لیے وہ نجات کا ضامن ہے، خواہ وہ اس کی نافرمانی پر
قائم رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم اور ناانصافی کو منسوب کرے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں
باب 45 الجنۃ، آیت سے برے کام کرنے والے کے ساتھ نیکی کرنے والے کے برابر سلوک کرے گا۔
21:

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان
لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے
ہیں وہ برا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ غلط اور انتہائی توہین آمیز عقیدہ انسان کو تباہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ باب
النساء آیت 50 4

”دیکھو وہ اللہ کے بارے میں کیسا جھوٹ گھڑتے ہیں اور صریح گناہ کے لیے یہی کافی ہے۔“

لہذا اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط عقیدہ اختیار کرنے سے بچنا چاہیے، اس کی الہی صفات اور ناموں کے بارے میں جان کر جن کا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث ہوئی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ اللہ تعالیٰ پر صحیح طریقے سے ایمان لایا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں دی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، خلوص دل سے اس کی اطاعت کریں۔ جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسمائے گرامی سے غافل رہے گا وہ اس پر ایک غلط عقیدہ اختیار کرے گا جو اس کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے جیسا کہ خواہش مندانہ سوچ۔ مثال کے طور پر، جو شخص صحیح طور پر سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بخشنے والا ہے، وہ خلوص دل سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرے گا اور امید کرے گا کہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی بخشش پر غلط یقین رکھتا ہے وہ اس کی نافرمانی پر اڑے رہے گا اور یہ سمجھے گا کہ وہ انہیں معاف کر دے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو اس کی عطا کردہ خدائی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے مذہبی اور روایتی بدعات کو اپناتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 51

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا، جو توبہ پرستی اور جھوٹی "...عبادت پر یقین رکھتے ہیں

خاص طور پر اہل کتاب میں سے بعض علماء نے دنیاوی فائدے مثلاً قیادت اور دولت کے حصول کے لیے عجیب و غریب رسوم و عقائد اختیار کیے جو ان کی آسمانی تعلیمات کے خلاف تھے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان مذہبی اور ثقافتی اختراعات میں غرق ہو کر اسی طرح برتاؤ کرتے ہیں اور انہیں اسلامی تعلیمات پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس رویہ سے بچنا چاہیے۔ انسان کو ہدایت کے دو ذرائع پر سختی سے عمل کرنا چاہیے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، دینی علم کے دوسرے ذرائع پر جتنا زیادہ اور دینی علم کے دیگر تمام ذرائع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ عمل کرے گا، خواہ وہ نیکیوں کی طرف لے جائے، وہ ہدایت کے دو ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کرے گا، جو کہ گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی جڑیں ہدایت کے دو

منابع میں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ، مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر جتنا زیادہ عمل کرے گا، اتنا ہی وہ ان چیزوں پر عمل کرنے لگے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ اس طرح شیطان قدم قدم پر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو کچھ ایسی روحانی مشقیں کرنے کا مشورہ دیا جائے گا جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم اور چیلنج ہوں۔ چونکہ یہ شخص جاہل ہے اور اسے دینی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے، اس لیے وہ آسانی سے اس جال میں پھنس جائیں گے اور ایسی روحانی مشقیں کرنے لگیں گے جو براہ راست اسلام کی تعلیمات کو چیلنج کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور کائنات کے بارے میں ایسی باتوں پر بھی یقین کرنے لگیں گے جو اسلام کی تعلیمات سے بھی متصادم ہیں، جیسے کہ ماننے والے لوگ یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا علم ہدایت کے دو ذرائع کے علاوہ کسی اور سے لیا گیا ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں سے کچھ واضح کفر ہیں، جیسے کالا جادو کرنا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور "جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ "ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔"

اس لیے ایک مسلمان اس کا احساس کیے بغیر بھی اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ انہیں مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مذہبی بدعات پر عمل کرنا جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں، شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو "بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

عام طور پر دیکھا جائے تو مذہبی بدعات پر قائم رہنے والا اس مقام پر پہنچ جائے گا جہاں وہ یہ سمجھے گا کہ وہ صحیح راہ پر ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ کھلم کھلا ان مسلمانوں پر تنقید کرتے ہیں جو ہدایت کے دو ذرائع کی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہیں: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر۔ باب 4 النساء، آیت 51

”اور کافروں کے بارے میں کہو کہ یہ لوگ مومنوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے تیسرے سال ایک یہودی عالم اور اسلام کے جارح دشمن کعب بن اشرف نے انہیں اسلام کے خلاف مزید اکسانے کے لیے مکہ کا دورہ کیا۔ مکہ کے ایک غیر مسلم رہنما نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ، مکہ کے بت پرست یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف سے زیادہ صحیح ہدایت یافتہ اور پسندیدہ کون ہے؟ کعب نے جواب دیا کہ مکہ کے بت پرست زیادہ ہدایت یافتہ تھے۔ یہ ایک احمقانہ جواب تھا کیونکہ ایک یہودی عالم ہونے کے ناطے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بت پرستی صحیح رہنمائی سے دور ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے باب 4 النساء: آیت 51 نازل فرمائی:

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا، جو توہم پرستی اور جھوٹی عبادتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔“

اس پر امام ابن کثیر کی سیرت نبوی، جلد 3، صفحہ 7 میں بحث کی گئی ہے۔

یہ واقعہ دنیاوی فائدے کی خاطر اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کرنے سے خبردار کرتا ہے۔ اس رویے سے جو دنیاوی چیزیں حاصل ہوتی ہیں، جیسے مال، اس کے لیے پریشانی، پریشانی اور مصائب کا باعث بن جائے گا، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ نتیجے کے طور پر، وہ کبھی بھی ذہنی سکون حاصل باب 9 نہیں کر پائیں گے، خواہ وہ تفریح کے لمحات کا تجربہ کریں اور دنیاوی آسائشیں حاصل کریں۔
توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ جو شخص جان بوجھ کر اسلامی علم کا غلط استعمال کرتا ہے اسے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 253 میں جہنم سے ڈرایا گیا ہے۔ مزید برآں، درج ذیل آیات اس رویہ کو کفر سے جوڑتی ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 19

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم"... آجاتا تھا، آپس کی حسد کی وجہ سے، اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی جان بوجھ کر خدائی تعلیمات کی غلط تشریح کرتا ہے تو وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ رویہ ان کے ایمان کو زہر دے گا اور حتیٰ کہ انہیں اس کا احساس کیے بغیر اسے مار بھی سکتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جسے زندہ رہنے کے لیے گناہوں سے بچانا ضروری ہے۔ جس طرح ایک پودا جو نقصان دہ چیزوں سے محفوظ نہیں ہے مر جاتا ہے، اسی طرح اگر انسان گناہوں پر اڑے نہ رہے تو اس کا ایمان بھی مر جائے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تسکین کے لیے جان بوجھ کر الٰہی تعلیمات کی غلط تشریح کرنے سے گریز کریں کیونکہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو سکتے ہیں۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے، کیونکہ یہ شخص دنیا اور آخرت میں تناؤ، مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرے گا۔ باب 4 النساء، آیت 52:

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو تم اس کا کوئی مددگار نہ "پاؤ گے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو جان بوجھ کر دنیوی فائدے کی خاطر علم الٰہی کی غلط تشریح کرتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ عذاب سے محفوظ ہیں کیوں کہ کائنات پر ان کا کچھ کنٹرول ہے اس لیے وہ جیسا چاہیں برتاؤ کر سکتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 53:

"یا ان کے پاس سلطنت کا حصہ ہے؟"

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی لالچی طبیعت کو نمایاں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر انہیں اس کے خزانوں پر کوئی اختیار دیا جائے تو وہ اس کے کھو جانے کے خوف سے لوگوں کو کچھ نہیں دیں گے۔
باب 4 النساء، آیت 53:

”پھر [اگر ایسا ہوتا] تو وہ لوگوں کو کھجور کے دانے کے دانے کے برابر بھی نہ دیتے۔“

عام طور پر، لالچ ایک شخص کو مطلوبہ واجب صدقہ دینے کی اپنی ذمہ داری کو نظر انداز کرنے کا باعث بن سکتا ہے، جو بالآخر اس زندگی اور آخرت میں تباہی لاتا ہے۔ صحیح بخاری کی ایک اہم حدیث نمبر 1403 اس کے نتیجے کو اس تنبیہ کے ساتھ واضح کرتی ہے کہ جو لوگ اپنے واجب صدقات میں کوتاہی کرتے ہیں ان کو قیامت کے دن ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان کو ان کی غفلت کی سزا کے طور پر بار بار کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180:

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اگر کسی شخص کا لالچ اسے صدقہ دینے سے روکتا ہے تو یہ غیر قانونی نہیں ہو سکتا، لیکن یہ یقیناً قابل فخر چیز نہیں ہے۔ یہ ایک سچے مومن کی خصوصیات سے متصادم ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک کنجوس شخص جہنم کے قریب ہوتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے، جنت سے اور دوسروں سے الگ کرتا ہے۔ یہ احتیاط جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔

—لالچ ایک شخص کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں جیسے کہ وقت اور دولت—خالص طور پر ذاتی فائدے کے لیے۔ وہ اکثر اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ حقیقی سکون اور کامیابی اس زندگی اور آخرت دونوں میں ملتی ہے جو انہیں عطا کی گئی ہے اس طریقے سے استعمال کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرے جو تمام نعمتوں کا حقیقی مالک اور عطا کرنے والا ہے۔

ایک لالچی شخص اپنے حقوق میں مشغول ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے حقوق کو، آسانی سے نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ رویہ دنیا اور آخرت میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ وہ کبھی بھی اللہ اور ساتھیوں کے حقوق کو پوری طرح سے تسلیم نہیں کریں گے، جب کہ ان کے اپنے حقوق کو بھی دوسروں کی طرف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ مزید برآں، ایک لالچی فرد دوسروں کو متاثر کر سکتا ہے کہ وہ اپنے رویے کو چھپانے کے لیے لالچ سے کام لیں۔ لہذا، لالچی افراد سے دور رہنا دانشمندی ہے، کیونکہ ان کی ذہنیت آسانی سے کسی کو ایک ہی راستے پر لے جا سکتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل کتاب کی اس حسد پر تنقید کرتا ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختیار کی گئی تھی۔ باب 4 النساء، آیت 54:

"یا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے؟"

اہل کتاب اس بات پر رشک کرتے تھے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہونے کے بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جیسا کہ وہ تھے۔ چونکہ ان کا پورا مذہب حسب و نسب کی اہمیت کے گرد ڈھل گیا تھا، جس نے ان کے مطابق انہیں باقی بنی نوع انسان پر فوقیت دی، اس لیے وہ ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول

اور پیروی نہیں کر سکتے تھے، جو ایک دوسرے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ صرف ان کی برتری کے کمپلیکس کو تباہ کرے گا جو انہوں نے گھڑا تھا۔

مکہ کے غیر مسلموں کے بارے میں، کیونکہ وہ عربی زبان کے ماہر تھے، وہ جانتے تھے کہ قرآن پاک کسی مخلوق کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارے تھے، نبوت کے اعلان سے پہلے وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے نہیں ہیں۔ باب 10: یونس، آیت 16

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

مکہ کے غیر مسلموں کے رئیس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے اور ان کی پیروی کرنے کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے تھے، جو ایک غریب یتیم تھے، باوجود اس کے کہ آپ کا تعلق شریف ترین قبیلے سے تھا۔ چونکہ وہ قیادت، تسلط اور دولت کے خواہش مند تھے، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور تمام مخلوقات پر امامت اور فضیلت عطا فرمائی: تو ان پر رشک آیا۔ باب 4 النساء، آیت 54

"یا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے؟"

حسد ایک بڑا گناہ ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ حسد کرنے والا براہ راست اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کرتا ہے۔ وہ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے کسی اور کو خاص نعمت عطا کر کے غلطی کی ہو۔ جو شخص اپنی حسد کو زبانی اور جسمانی طور پر اس کے خلاف لڑنے دیتا ہے جس سے وہ حسد کرتے ہیں وہ صرف ان کے اپنے

اعمال کو تباہ کر دے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4210 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ حلال حسد وہ ہے جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے اس جیسی نعمت حاصل کرنا چاہے بغیر اس کے کہ وہ اسے عطا کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ قسم حلال ہے، لیکن یہ صرف دینی معاملات میں قابل تعریف اور دنیوی معاملات میں قابل ملامت ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 میں موجود ایک حدیث میں حلال اور قابل تعریف حسد کی دو صورتیں بتائی ہیں۔ جو شخص اپنے علم کا صحیح استعمال کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے اس سے حسد کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے شخص سے حسد وہ ہے جس نے حلال مال حاصل کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کیا۔

یہ سمجھ کر حسد سے بچنا چاہیے کہ یہ ایک بڑا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم کے انتخاب کو چیلنج کرتا ہے۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو وہ عطا کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے۔
باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا، دوسروں سے حسد کرنے کے بجائے انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے مزید برکات اور ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا“

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ دوسروں سے حسد کرنے سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا ہی بھول جائے گا جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں مصیبتیں آئیں گی۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

حسد کرنے والے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے حسد کرنے والے کی زبانی اور جسمانی حرکات پر صبر کرے اور صرف اسلام کی حدود میں اپنا دفاع کرے۔ صبر میں کسی کی بات اور عمل سے شکایت کرنے سے گریز کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنا شامل ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو ان کو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کے حسد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے۔ باب 113 الفلق، آیات 1 اور 5

کہہ دو میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں... اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرتا”
”ہے۔

،اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ان کے حسد کے منفی اثرات سے محفوظ رکھے گا، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق کام کرتا ہے نہ کہ لوگوں کی محدود سوچ کے مطابق۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل کتاب کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اختیار کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا، جیسا کہ یہ غیر ضروری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ عظیم نعمتیں عطا فرمائی تھیں جن کے وہ وارث تھے۔ باب 4 النساء، آیت 54

یا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے، لیکن ہم نے ابراہیم " کے گھرانے کو کتاب اور حکمت دی تھی اور ان کو بہت بڑی سلطنت عطا کی تھی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل کتاب کو آسمانی تعلیمات اور رہنمائی کے ذریعے تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ان کے صالح آباء و اجداد کو جن میں لاتعداد انبیاء علیہم السلام شامل تھے۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں بنی نوع انسان کو عطا کردہ آخری اور عظیم ترین نعمتیں تھیں۔ نتیجتاً، انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد نہیں کرنا چاہیے تھا، بلکہ اسلام کو اپنے اور باقی بنی نوع انسان کے لیے باعثِ عزت ماننا چاہیے تھا۔ باب 4 النساء، آیت 54

ہم نے پہلے ہی خاندان ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ان کو ایک عظیم سلطنت عطا ”
“کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں عربوں اور اہل کتاب کو یاد دلایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے پر فخر کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی عنایات اور رحمتیں صرف اس کی حقیقی اطاعت سے ہی حاصل ہوں گی۔ اس اطاعت کا مطلب ہے خلوص دل سے اسلام کی تعلیمات کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کی سچائی کو تسلیم کرنا۔ مزید برآں، یہ آیت غیر مسلم عربوں اور اہل کتاب کے لیے ایک پُرسکون یاد دہانی کا کام کرتی ہے کہ اسلام کی ناقابل تردید سچائی کو رد کرنے کا انتخاب کرتے ہوئے، انہوں نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر اپنا دعویٰ ختم کر دیا۔ اس کے بجائے یہ میراث ان لوگوں کے سپرد کی جائے گی جنہوں نے اس کی تعلیمات کو صحیح معنوں میں مجسم کیا، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اگر غیر مسلم عرب اور اہل کتاب اپنی نافرمانی پر اڑے رہیں تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت سے حاصل ہونے والی نعمتوں سے باب 4 النساء، آیت 54 دنیا اور آخرت میں محروم رہیں گے۔

ہم نے پہلے ہی خاندان ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور ان کو ایک عظیم سلطنت عطا ”
“کی تھی۔

عام طور پر، کتاب اس قانون کا حوالہ دے سکتی ہے، جو کہ ضابطہ اخلاق ہے جس کے تحت لوگوں کو زندگی گزارنی چاہیے تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر سکیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ذہنی سکون حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ لہذا یہ قانون معاشرے میں امن اور انصاف کے پھیلاؤ کو یقینی بنائے گا۔ حکمت کی ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگوں کو سکھاتی ہے کہ کس طرح اپنے علم کو صحیح طریقے سے لاگو کرنا ہے، جیسے کہ قانون، تاکہ اس سے انہیں اور دوسرے لوگوں کو دونوں جہانوں میں فائدہ ہو۔ انصاف اور پر امن معاشرے کی تشکیل کے لیے قانون اور حکمت دونوں کی ضرورت ہے۔ بغیر حکمت کے قانون کی آسانی سے غلط تشریح کی جا سکتی ہے، کیونکہ لوگ دوسروں کو غلط کرنے کے لیے قانون میں خامیاں تلاش کر سکتے ہیں۔ قانون کے بغیر حکمت لوگوں کو ایسا ضابطہ اخلاق اپنانے پر مجبور کرے

گی جو ان کی تعریف کے مطابق صحیح اور درست ہے۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق علم، تجربے، دور اندیشی کی کمی اور تعصب کی وجہ سے کبھی بھی ذہنی سکون کا باعث نہیں بنیں گے، خواہ جان بوجھ کر ہو یا غیر ارادی۔ لہذا، قانون کے بغیر حکمت بھی کسی کو ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گی اور یہ معاشرے میں امن اور انصاف کے پھیلاؤ کو روکے گی، کیونکہ لوگ دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام ہوں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتا ہے، ماضی اور حال، کہ اس دنیا میں دو ہی راستے ہیں۔ الہی تعلیمات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کا راستہ، جو اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن کا صحیح استعمال کریں جو انہوں نے عطا کی ہیں۔ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اور دوسرا راستہ خدائی تعلیمات کو جھٹلانا اور نظر انداز کرنا ہے اور اس کے نتیجے میں جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا غلط استعمال کرنا ہے۔ یہ صرف ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے، یہ انسان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنتا ہے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکتا ہے۔ لہذا یہ راستہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنتا ہے، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:اور باب 4 النساء آیت 55

"اور ان میں سے کچھ اس پر ایمان لائے اور ان میں سے کچھ اس کے مخالف تھے۔"

کوئی بھی راستہ اختیار کرے، ذہنی سکون کا راستہ یا تناؤ کا راستہ، دونوں جہانوں میں ہر نیت، قول اور عمل کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ باب 4 النساء، آیت 55

”اور آگ کے لیے جہنم کافی ہے۔“

لہذا انسان کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے تناؤ کا راستہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو انہیں دی گئی ہیں، کیونکہ دنیا میں انہیں جس تنگی، پریشانی اور مشکلات کا سامنا ہے وہ آخرت میں ملنے والی سزا کا صرف ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس دنیا سے جانے سے پہلے اپنے ایمان کو کھو دینے کا بھی شدید خطرہ ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی اور نگہداشت سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے اور اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی ختم اور مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے مدد نہ ملے۔ یہ سب سے زیادہ نقصان کی طرف جاتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 56:

یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انہیں آگ میں جھونک دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں”
 “بھونکیں گی ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں ڈالیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لیے یہ انجام ناگزیر ہے۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون اس انجام کا مستحق ہے اور کون نہیں۔ باب 4 النساء آیت 56:

”بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔“

جبکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں ان کو دنیا میں سکون قلب عطا کیا جائے گا اور آخرت میں یہ ان کے لیے ناقابل تصور درجات تک بڑھ جائے گا۔ باب 4 النساء آیت 57:

مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے ”
”نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنا، دوسروں کی خواہشات کے خلاف ہو جائے گا، ایک مسلمان
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نتیجے میں اس دنیا میں اپنے ساتھیوں سے محروم پائے گا۔ لیکن انہیں اللہ
تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے کیونکہ اس سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے اور ان کو
دنیا میں لوگوں کے نقصان کی تلافی آخرت میں بہتر اور پاکیزہ لوگوں کے لیے ہو گی۔ باب 4 النساء
آیت 57:

”ان کے لیے اس میں اسی نوعیت کے پاکیزہ لوگ ہیں اور ہم انہیں گہرے سایہ میں داخل کریں گے۔“

باب 4 - النساء، آيات 58-70

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾
﴿إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ﴾ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ وَمَا أَنزَلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ
يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا
بَعِيدًا ﴿٦٠﴾

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ
عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ
أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي
أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
 جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿٦٤﴾
 فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي
 أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

وَلَوْ أَنَّا كُنَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ أَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ أَخْرِجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ
 وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾

وَإِذَا لَا تِنَّهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾

وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
 وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں کس کے سپرد کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ
 کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، بہت اچھا ہے جو اللہ تمہیں حکم دیتا ہے، بے شک اللہ سننے اور
 دیکھنے والا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ اور اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہترین طریقہ ہے اور بہترین نتیجہ ہے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا، [قرآن مجید] اور جو کچھ تم سے پہلے نازل ہوا؟ وہ قانون سازی کو طاغوت [عبادت اور اطاعت کی جھوٹی اشیاء] سے رجوع کرنا چاہتے ہیں، جب کہ انہیں اسے مسترد کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر دے۔

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اُو اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر رہے ہیں۔

تو کیا حال ہوگا جب ان کے ہاتھوں کے آگے بڑھنے کی وجہ سے ان پر کوئی آفت آجائے اور پھر وہ اللہ کی قسم کھا کر آپ کے پاس آئیں کہ ہم نے حسن سلوک اور ربانیت کے سوا کچھ نہیں چاہا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے، لہذا ان سے کنارہ کشی اختیار کرو اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے دور رس بات کہو۔

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اگر وہ اپنے اوپر ظلم کرتے وقت آپ کے پاس آتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ان کے لیے استغفار کرتے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

لیکن نہیں، آپ کے رب کی قسم، وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ آپ کو اس بات کا فیصلہ نہ کر لیں جس پر وہ آپس میں جھگڑتے ہیں اور پھر جو فیصلہ آپ کرتے ہیں اس سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے اور (مکمل طور پر) (سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

اور اگر ہم ان پر یہ حکم دیتے کہ "خود کو مار ڈالو" یا "اپنے گھروں سے نکل جاؤ" تو وہ ان میں سے چند ایک کے علاوہ ایسا نہ کرتے۔ لیکن اگر وہ وہی کرتے جس کی انہیں ہدایت کی گئی تھی تو یہ ان کے لیے بہتر اور [ان کے لیے ایمان میں مضبوط مقام ہوتا۔

اور پھر ہم انہیں اپنے پاس سے بڑا اجر دیتے۔

اور ہم ان کو سیدھی راہ دکھاتے۔

اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے۔ اور بہترین ہیں وہ صحابہ کے طور پر۔

“یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

اسلام چونکہ ایک مکمل اخلاق ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق اور لوگوں کے حقوق شامل ہیں اور ہر دنیاوی اور دینی صورت حال کا احاطہ کرتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 58

”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو۔“

صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود حدیث کے مطابق امانت میں خیانت کرنا نفاق کی علامت ہے۔ یہ امانتیں وہ تمام امانتیں گھیرے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے رکھی جاتی ہیں۔ زندگی کی ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ ان امانتوں کو عزت دینے کے لیے ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا سچا شکر ادا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں مزید برکات، رحمت اور امن کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔

اعتماد دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات کا ایک بنیادی پہلو ہیں اور ان کا احترام کیا جانا چاہیے۔ جب کسی کو کسی دوسرے شخص کا سامان سونپا جاتا ہے، تو ضروری ہے کہ اسے احترام کے ساتھ اور اس طرح سے سنبھالا جائے جس طرح مالک کا ارادہ ہو۔ افراد کے درمیان اعتماد کی سب سے اہم شکلوں میں سے ایک بات چیت کی رازداری ہے۔ اس راز کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے جب تک کہ اسے شیئر کرنے کی کوئی واضح اور معقول وجہ نہ ہو۔ افسوس کی بات ہے کہ بعض اوقات اس اصول کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، خاص طور پر مسلم کمیونٹی کے اندر۔ کسی کو ہمیشہ اسی دیکھ بھال اور غور و فکر کے ساتھ ٹرسٹوں سے رجوع کرنا چاہئے جس کے بدلے میں انہیں ملنے کی امید ہے۔

،مزید برآں، جو امانتیں اٹھاتا ہے وہ ان لوگوں تک پھیلتا ہے جو ان پر انحصار کرتے ہیں۔ بحیثیت مسلمان کسی کو ان امانتوں کو برقرار رکھنے کے لیے بلایا جاتا ہے، خاص طور پر ان کے حوالے سے جو ان کی دیکھ بھال میں ہیں۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنانا شامل ہے۔ مثال کے طور پر، والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں اور ان کی رہنمائی کریں۔

میں موجود حدیث کے مطابق دوسروں کے لیے مخلص ہونا اسلام کا لازمی حصہ ہے۔ اس اخلاص اور امانت کا ایک پہلو جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں نے عطا کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسروں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق نصیحت کریں، خواہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ باب 4 النساء آیت 58

”اور جب تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔“

اس لیے یہ فیصلہ جج کے فیصلے سے بالاتر ہے اور اس میں وہ مشورے اور رہنمائی شامل ہے جو لوگ مختلف حالات میں ایک دوسرے کو پیش کرتے ہیں، جیسے کہ مشکلات کا سامنا کرنے والے شادی شدہ جوڑے کو دیا جانے والا مشورہ۔ باب 4 النساء، آیت 35

اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک ثالث اس کی قوم سے بھیج دو۔“

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اچھا ساتھی وہ نہیں ہے جو ہمیشہ اپنے ساتھی کی خواہشات کے حق میں مشورہ اور فیصلہ کرے کیونکہ اس سے وہ دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں گمراہی کا باعث بنے گا۔ اچھا ساتھی دراصل وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ کرے اور نصیحت کرے، خواہ وہ ان کی خواہشات کے خلاف کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ ان کی صحیح رہنمائی کا باعث بنے گا، جس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ اس کے علاوہ ایک شخص کے لیے صحیح طریقے سے فیصلہ کرنا اور دوسروں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق نصیحت کرنا، اسلامی علم کی ضرورت ہے۔ اس لیے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسا کرنے والوں سے دوستی کرنی چاہیے، ورنہ وہ اپنے جاہل دوست کو برا مشورہ اور فیصلے دیتا پائے گا۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

باب 4 النساء آیت 58

”اور جب تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔“

آج معاشرے کے زوال میں اہم کردار ادا کرنے والے عوامل میں سے ایک انصاف کا ترک کرنا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6787 میں درج ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو متنبہ کیا ہے کہ ماضی کی قوموں کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اقتدار میں رہنے والے کمزوروں کو سزا دیتے تھے جبکہ امیروں اور بالائروں کو آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اس نے یہاں تک اعلان کیا کہ وہ قانون کی پوری حد تک یکساں طور پر لاگو کریں گے، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اگر اس کی اپنی بیٹی نے کوئی جرم کیا تو اسے بھی قانونی نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ باقاعدہ افراد کے لیے اپنے لیڈروں کو منصفانہ اور منصفانہ رویے کے بارے میں براہ راست مشورہ دینا مشکل ہو سکتا ہے، لیکن وہ پھر بھی اپنی زندگیوں میں انصاف کو مجسم کر کے اثر ڈال سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے زیر کفالت افراد، جیسے کہ ان کے بچوں کے ساتھ، منصفانہ سلوک کرے، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 3544 میں ایک حدیث میں اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ ذاتی سطح پر انصاف پر عمل کرنے سے، افراد اپنی برادریوں میں مثبت تبدیلیوں کو فروغ دے سکتے ہیں۔ بدلے میں، یہ اقتدار کے عہدوں پر فائز افراد، بشمول سیاست دانوں کو، ان کے ابتدائی ارادوں سے قطع نظر، انصاف سے کام کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔

باب 4 النساء آیت 58

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو”
”تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

جو لوگ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان امانتوں کو پورا کرتے ہیں، اور ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان امانتیں، جس کا ایک پہلو دوسروں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقے سے نصیحت کرنا اور فیصلہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے خلوص کے ساتھ اللہ کی اطاعت کریں گے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں گے۔ یہ انہیں اور دوسروں کو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کی طرف لے جائے گا اور وہ ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دینے کا سبب بنے گا جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر رہے ہیں۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 58

بہترین ہے وہ جو اللہ تمہیں بتاتا ہے۔“

ایک شخص کو اپنی داخلی قدر کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا چاہیے اور اس کی پیروی کرنی چاہیے، چاہے وہ ذاتی خواہشات سے ٹکرا جائے۔ یہ عزم ایک عقلمند مریض کی عکاسی کرتا ہے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتا ہے کہ ایسی رہنمائی، کڑوی دوائیوں اور سخت خوراک کے باوجود، بالآخر ان کی صحت کے لیے ہے۔ جس طرح یہ ہوشیار مریض بہتر ذہنی اور جسمانی صحت کے فوائد حاصل کرتا ہے، اسی طرح ایک فرد بھی جو اسلامی اصولوں کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے ہی انسان کی ذہنی اور جسمانی حالتوں میں توازن قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھنے کے لیے ضروری مکمل علم رکھتا ہے۔ ذہنی اور جسمانی صحت کے حوالے سے معاشرے میں جو سمجھ ہے، چاہے تحقیق کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہو، ہر ایک چیلنج سے نمٹنے کے لیے کبھی بھی کافی نہیں ہوگی۔ محدود علم، تجربے، دور اندیشی، اور موروٹی تعصبات سے جڑے ہوئے انسانی مشورے ہر قسم کے تناؤ سے پاک راستے کی ضمانت نہیں دے سکتے یا اس بات کو یقینی نہیں بنا سکتے کہ ہر چیز اور ان کی زندگی میں موجود ہر شخص کو صحیح طریقے سے رکھا جائے۔ یہ جامع فہم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور اس نے اسے قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت تک پہنچایا ہے۔ باب 4 النساء آیت 58

”بے شک اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔“

ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ جو ان خدائی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ان لوگوں کے مقابلے میں جو اس حقیقت کو واضح طور پر بیان نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض ان علاج کے پیچھے سائنسی بنیاد کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اور وہ اپنے ڈاکٹروں پر اندھا اعتماد کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ سوچ سمجھ کر مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ ان مثبت تبدیلیوں کو پہچان سکیں جن سے وہ متاثر ہو سکتے ہیں۔ اندھے اعتقاد کا مطالبہ کرنے کے بجائے، وہ اسلام کے اندر سچائیوں کو پہچاننے کے لیے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے، ان تعلیمات کو کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کے ساتھ پہنچنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، ”یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو“
 ”...میری پیروی کرتے ہیں“

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم...میں سے حاکم ہیں

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ باب 4 النساء آیت 59

“اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔“

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اطاعت ایک عملی چیز ہے اور اس لیے یہ کسی کے روحانی دل میں ایمان رکھنے سے زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی رضا کے لیے نیک اعمال کرنا شامل ہے۔ جو شخص کسی اور وجہ سے عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ سے اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قرآن سیکھنا اور اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ لہذا، اسے اس زبان میں پڑھنا جس کی سمجھ میں نہیں آتا، اس وقت تک اچھا نہیں جب تک وہ اسے سمجھ کر اس پر عمل کرے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں آپ کی زندگی اور تعلیمات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا شامل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے اور اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھتا ہے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اپنی خواہشات پر قابو رکھنا دماغ اور جسم کے سکون کو حاصل کرنے کے لیے ادا کرنا ایک چھوٹی سی قیمت ہے، جس طرح ایک شخص اچھی جسمانی صحت کے حصول کے لیے اپنی خوراک کو کنٹرول کرتا ہے۔ جبکہ زندگی اس کے لیے ایک تاریک قید خانہ بن جاتی ہے جو اپنی تمام خواہشات کو پورا کرنے کے باوجود ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ جب کوئی امیر اور مشہور کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ بالکل واضح ہے۔

جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہونا مقدر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کو سپرد کیا جو وہ لے کر آئے کمیونٹی کے رہنماؤں کو۔ باب 4 النساء آیت 59

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحب اختیار ہیں۔“

میں موجود حدیث کے مطابق برادری کے رہنماؤں کے ساتھ مخلص ہونا اسلام کا ایک لازمی پہلو ہے۔ اس میں انہیں فراخدلی سے دانشمندانہ مشورہ فراہم کرنا اور مختلف ذرائع سے ان کے مثبت انتخاب کی حمایت کرنا شامل ہے، بشمول مالی یا جسمانی مدد۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کی موطا کتاب نمبر 56 حدیث نمبر 20 کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اس ذمہ داری کو نبھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

یہ واضح ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں مقتدر شخصیات کا احترام کریں۔ تاہم، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ احترام مشروط ہے۔ کسی کو کبھی بھی ان کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے اگر اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ انہیں کسی ایسے اختیار کی پیروی نہیں کرنی چاہئے جو انہیں ان کے خالق سے دور لے جائے۔ ایسے حالات میں جہاں قیادت گمراہ ہو، بغاوت کا سہارا لینے سے گریز کیا جائے، کیونکہ یہ ہمیشہ معصوم جانوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے انہیں اچھی باتوں کے بارے میں مشورے دیں اور غلط کی حوصلہ شکنی کریں۔ ایک مسلمان کا کردار یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نیک اعمال کی طرف رہنمائی کرے اور اپنے قائدین کے صحیح راستے پر چلنے کی مسلسل دعا کرے۔ اگر لیڈر ثابت قدم رہیں گے تو کمیونٹی صحیح راستے پر رہے گی۔

لیڈروں کے ساتھ دھوکہ کرنا منافقت کی ایک قسم ہے جس سے بچنا چاہیے۔ سچے اخلاص میں ان کا ساتھ دینے کی کوشش کرنا شامل ہے جو معاشرے کے اندر اتحاد اور بھلائی کو فروغ دیتے ہیں اور ایسے کاموں سے احتیاط کرتے ہیں جو اختلاف کا باعث بن سکتے ہیں۔ اسلام میں اندھی وفاداری کا کوئی تصور نہیں ہے۔ بلکہ اطاعت صرف ان اعمال کی طرف ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے موافق ہوں۔

جیسا کہ آیت 59 میں اشارہ کیا گیا ہے، چونکہ معاشرے کے رہنما انبیاء علیہم السلام کے برعکس معصوم نہیں ہوتے، وہ جان بوجھ کر یا غیر ارادی طور پر اپنے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی اندھی تقلید کرنے سے گریز کریں اور اس کے بجائے اسلامی علم حاصل کریں اور اس پر عمل کریں تاکہ وہ ہدایت اور گمراہی میں فرق کر سکیں۔ یہاں تک کہ اسلام اسلامی تعلیمات پر اندھی پیروی کرنے پر سخت تنقید کرتا ہے اور اس کے بجائے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر فہم و بصیرت کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اندھی تقلید کے ذریعے گمراہی سے محفوظ رہیں۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

:اور باب 4 النساء آیت 59

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے صاحبان اختیار کی اطاعت کرو، اور اگر تم کسی"

"چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔"

یہ آیت ہدایت کے دو ماخذ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی ہمیشہ اطاعت اور پیروی کرنے کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے، بجائے اس کے کہ دینی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کیا جائے۔ مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر جتنا زیادہ انحصار کرے گا، یہاں تک کہ جب یہ مثبت اعمال کی طرف لے جائیں گے، وہ رہنمائی کے بنیادی ذرائع کی پیروی کی طرف اتنا ہی کم مائل ہوں گے۔ یہ بالآخر گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 کی ایک حدیث میں مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ جو چیز ان دو ضروری ماخذوں میں نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔

مزید برآں، جیسا کہ افراد علم کے ان متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہیں، وہ تیزی سے ایسے طریقوں کو اپنا سکتے ہیں جو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ اس طرح شیطان قدم بہ قدم لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، چیلنجوں کا سامنا کرنے والا کوئی شخص اسلامی اصولوں سے متصادم روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کے لیے مشورہ لے سکتا ہے۔ اگر اس شخص میں اسلامی معلومات کی کمی ہے اور اس نے دوسرے ذرائع کی طرف رجوع کرنے کی عادت ڈالی ہے تو وہ انجانے میں اس جال میں پھنس سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے خلاف کام کرنے لگتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ، وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کی فطرت کے بارے میں غلط عقائد بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسے یہ سوچنا کہ بعض افراد یا مافوق الفطرت مخلوق ان کی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی سمجھ کو علم کے دو بنیادی ذرائع سے باہر کے ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ گمراہ کن عقائد اور عمل صاف کفر کے مترادف ہو سکتے ہیں، جیسے کالا جادو کرنا۔

باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان اس کا احساس کیے بغیر بھی اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ انہیں مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مذہبی بدعات پر عمل کرنا جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں، شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

معمول کے مطابق، قرآن پاک مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان اور روز قیامت ان کے احتساب پر اپنے ایمان کو عمل کے ذریعے ثابت کریں۔ باب 4 النساء آیت 59

اور اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم اللہ اور ”یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو“۔

لہذا جو شخص اپنے سامنے آنے والی ہر صورت حال یا ہر دنیوی نعمت کا حوالہ نہیں دیتا جس سے وہ تعلق رکھتا ہے، قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کی طرف رجوع نہیں کرتا، وہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتا یا آخرت میں ان کی جوابدہی پر یقین نہیں رکھتا، خواہ وہ زبانی دعویٰ ہی کیوں نہ کرے۔ اس دنیا میں، ایک شخص کو قانون کے ذریعہ اس کے زبانی اعلان عقیدے کے مطابق مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن آخرت میں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی باطنی حقیقت کے مطابق فیصلہ کرے گا جو دوسروں سے پوشیدہ ہے۔ لہذا جو شخص زبانی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور آخرت میں ان کی جوابدہی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن عمل کے ساتھ اس کے زبانی اعلان کی تائید نہیں کرتا، اس کے دل میں کوئی ایمان نہیں ہو سکتا اور اس کے نتیجے میں قیامت کے دن ان کے ساتھ غیر مسلم ہی سمجھا جائے گا، چاہے قانون انہیں اس دنیا میں مسلمان ہی کیوں نہ سمجھے۔

مزید برآں، جو شخص اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے، وہ مرنے سے پہلے اپنے ایمان کو کھو دینے کے بڑے خطرے میں ہے۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کے مترادف ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم ایک پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح انسان کا ایمان بھی مر سکتا ہے اگر اعمال صالحہ سے برقرار نہ رہے۔ اس کے نتیجے میں سب سے زیادہ گہرا نقصان ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت 59 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان اور قیامت کے دن ان کے جوابدہی پر ان کے ایمان کی تائید کرتے ہوئے، اپنے اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ ان نعمتوں کو صحیح یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے۔

حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں: ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء آیت 59

"یہ سب سے بہتر [طریقہ] ہے اور نتیجہ میں بہترین ہے۔..."

باب 4 النساء آیت 60

"...کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو"

عام طور پر، اس آیت کا آغاز اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک خودغرض رویہ سے بچنے کی اہمیت ہے جس کے تحت انسان صرف اپنی زندگی اور خاص طور پر اپنے مسائل کے بارے میں سوچتا ہے۔ جو لوگ تاریخ کے پیش کردہ اسباق پر غور کرنے میں ناکام رہتے ہیں — عمومی اور ذاتی دونوں — دوسروں کے حالات کے ساتھ وہ ترقی کے قیمتی مواقع سے محروم ہو سکتے ہیں۔ ان تجربات سے سیکھنا اپنے رویے کو بہتر بنانے اور اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ماضی اپنے آپ کو نہ دہرائے، اندرونی سکون کی راہ ہموار کرے۔ مثال کے طور پر کسی ایسے شخص کو لے لیجئے جو امیر اور مشہور لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ وہ اکثر گواہی دیتے ہیں کہ کس طرح وہ افراد ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جس سے تناؤ، ذہنی صحت کے مسائل، لت اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات جنم لیتے ہیں۔ عارضی لذتوں اور پرتعیش طرز زندگی سے لطف اندوز ہونے کے باوجود، یہ دوسروں کے لیے ایک طاقتور یاد دہانی کا کام کرتا ہے: حقیقی ذہنی سکون مادی دولت سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح، کسی ایسے شخص کا مشاہدہ کرنا جو بیمار ہے اس کی اپنی اچھی صحت کے لیے شکر گزاری کی ترغیب دے سکتا ہے، اس صحت کو دور کرنے سے پہلے اسے سوچ سمجھ کر استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام خود میں جذب ہونے کے بجائے مشاہدہ کرنے کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی

کی جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگیوں سے پرے دیکھیں اور اپنے اردگرد کی دنیا سے باخبر رہیں۔ باب 47
محمد، آیت 10

”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

اللہ تبارک و تعالیٰ پھر اس منافق کی وضاحت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل نہیں کرتا اور اس کے بجائے ان چیزوں پر عمل کرتا ہے جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتی ہیں، جیسے سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت۔ باب 4 النساء آیت 60

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو تم پر ”نازل ہوئی اور جو کچھ تم سے پہلے نازل ہوا، وہ چاہتے ہیں کہ قانون سازی کو باطل چیزوں کی طرف رجوع کریں، جب کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کا انکار کریں۔

جو اس طرح برتاؤ کرتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی اپنی خواہشات کے مطابق عطا کی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے، عملی طور پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ حقیقی طور پر اسلام پر یقین نہیں رکھتے، ورنہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عطا کردہ نعمتوں کو ان کے اپنے فائدے کے لیے صحیح طریقے سے استعمال کریں، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، صرف وہی جانتا ہے کہ انسان کو ان نعمتوں کو کس طرح استعمال کرنا چاہیے جو اس نے عطا کی ہیں تاکہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکے اور ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دے سکے۔ جبکہ عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے انسان کی ذہنی اور جسمانی حالت غیر متوازن ہو جاتی ہے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے یہ رویہ دونوں جہانوں میں مشکلات، تناؤ اور پریشانیوں کا باعث بنتا ہے، خواہ وہ کچھ دنیاوی

آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ علم، دور اندیشی، تجربے اور تعصبات کی کمی کی وجہ سے انسان کے بنائے ہوئے تمام ضابطہ اخلاق ذہنی سکون کا باعث نہیں بن سکتے۔ جو اس سچائی کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے وہ شیطان کی چال میں پڑ جائے گا، جو دونوں جہانوں میں انہیں ذہنی سکون سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 60

اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر دے۔“

لہذا ایک شخص کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، یہاں تک کہ جب یہ تعلیمات ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ زیادہ تر ایک عقلمند مریض کی طرح جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد کے لیے ہے، خواہ اس میں ناخوشگوار دوا لینا یا سخت غذا کی پابندی شامل ہو، اس فرد کو یہ معلوم ہوگا کہ اسلامی اصولوں کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے سے وہ بھی ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی تندرستی حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ وہ لوگ جو اس نادان مریض کی طرح برتاؤ کرتے ہیں جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو مسترد کرتے ہیں، جیسا کہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، وہ اچھی ذہنی اور جسمانی صحت حاصل نہیں کر سکیں گے۔ باب 4 النساء، آیت 61

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو تم "منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے نفرت کرتے ہوئے منہ پھیر رہے ہیں۔"

غور طلب ہے کہ جس طرح ہر شخص کو ان لوگوں میں سے سمجھا جاتا ہے جن کی وہ تقلید کرتے ہیں، اسی طرح وہ مسلمان جو منافقین کی تقلید کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو جان بوجھ کر نظر انداز سنن کرتا ہے کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، دونوں جہانوں میں منافقین میں شمار ہوگا۔ میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ ابو داؤد نمبر 4031

اس کے علاوہ، منافقین نے تاریخی طور پر اسلامی رہنمائی پر اس وقت تکیہ کیا ہے جب انہیں یقین تھا کہ وہ اس کے فیصلے سے فائدہ اٹھائیں گے۔ تاہم، ایسے حالات میں جہاں وہ ایسے فیصلوں کی توقع رکھتے تھے جو شاید ان کے مفادات کے مطابق نہ ہوں، انہوں نے اسلامی رہنمائی کو نظر انداز کیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ روش آج بھی بہت سے مسلمانوں میں برقرار ہے۔ وہ اکثر اسلامی قانون کو قبول کرتے ہیں جب یہ ان کے مفادات کی حمایت کرتا ہے، پھر بھی جب ان کی ذاتی خواہشات اسلامی قانون سے متصادم ہوتی ہیں، تو وہ متبادل قانونی نظام، عدالتوں یا رسوم و رواج کا سہارا لیتے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام ایک ہیں جو ان کے خیال میں ان کے موقف کے حق میں ہوں گے۔ مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا نفاذ زندگی کے تمام پہلوؤں اور ہر صورت حال میں ہونا چاہیے۔ اس لیے اسے ایک کوٹ کی طرح نہیں سمجھا جانا چاہیے جسے کوئی اپنی خواہش کے مطابق پہنا اور اتار سکتا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ صرف اپنی خواہشات کی پرستش کرتا ہے خواہ وہ اس کے علاوہ دعویٰ کرے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں اسے یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ اسے ابھی تک سزا نہیں دی گئی ہے یا چونکہ اس نے سزا کو نہیں پہچانا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہرگز سزا نہیں دی جائے گی۔ اس دنیا میں، ان کا رویہ انہیں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے سے روک دے گا اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا۔ نتیجے کے طور پر، ان کی زندگی میں ہر چیز جیسے کہ ان کا خاندان، دوست، کیریئر اور دولت، ان کے لیے تنائو کا باعث بن جائے گی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، تو وہ اپنی زندگی کے اندر کی غلط چیزوں اور لوگوں کو جیسے کہ ان کی شریک حیات، کو اپنے تنائو کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ جب وہ ان اچھے لوگوں کو اپنی زندگیوں سے نکال دیتے ہیں، تو یہ ان کے ذہنی عارضے میں صرف اس وقت تک اضافہ کرے گا جب تک کہ وہ ڈپریشن، نشے کی لت اور یہاں تک کہ خودکشی کے رجحانات میں ڈوب نہ جائیں۔ یہ نتیجہ بالکل واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے امیر اور مشہور، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 4 النساء: آیت 62

”...تو کیسا ہوگا جب ان پر ان کے ہاتھوں کے آگے بڑھنے کی وجہ سے آفت آئے گی”

ایک مسلمان کے معاملے میں جو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہتے ہیں جب یہ عذاب آتا ہے تو وہ اکثر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی عادت ڈالتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صحیح طریقے سے برتاؤ کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، حالانکہ ان کا مقصد صرف اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا تھا۔ باب 4 النساء آیت 62

اور پھر وہ اللہ کی قسم کھا کر تمہارے پاس آتے ہیں کہ ہم نے حسن اخلاق اور رہائش کے سوا کچھ”

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں منافقین کا رویہ اختیار کرنے سے بچنا چاہیے جو اسلام کے لیے اپنی اقدار پر سمجھوتہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے تاکہ عرب کے غیر مسلم امن کی دعوت دیں۔ یہ امن منافقین کو اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دیتا۔ لیکن یہ رویہ گمراہ کن تھا کیونکہ اسلامی اقدار پر سمجھوتہ کرنے سے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے کی ترغیب ملتی تھی اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جاتا تھا جو دونوں جہانوں میں مشکلات اور پریشانیوں کا باعث بنتے تھے۔ باب 4 النساء آیت 62

تو کیسا ہوگا جب ان کے ہاتھوں کے آگے بڑھنے کی وجہ سے ان پر آفت آجائے اور وہ اللہ کی قسم”

”کھا کر آپ کے پاس آئیں کہ ہم نے حسن سلوک اور رہائش کے سوا کچھ نہیں چاہا۔

اگرچہ اسلامی تعلیمات سے متصادم معاملات میں لچکدار ہونا قابل تعریف ہے، لیکن ایک مسلمان کو کبھی بھی اسلامی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے مصیبت کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس رویہ کے ذریعے انہیں جو دنیوی نعمتیں حاصل ہوں گی وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بنیں گی، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی تمام چیزوں کو جانتا ہے اور کائنات کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، جس میں لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون باب کا گھر بھی شامل ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون حاصل ہے اور کس کو نہیں۔
:عن نجم، آیت 43 53

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 4 النساء آیت 63

“یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں کیا ہے اللہ جانتا ہے۔“

جب کوئی دوسرے کو دیکھتا ہے، جیسے کہ ان کے رشتہ دار، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، تو انہیں چاہیے کہ وہ ان کے طرز عمل میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں۔ باب 4 النساء، آیت 63

“...تو ان سے منہ پھیر لو”

انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ لوگوں کو ان کے طرز عمل میں شامل کر کے خوش کرنا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رکھے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لوگوں کو ناراض کرنے والا اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ لوگوں کے منفی رویے سے محفوظ رکھے گا، خواہ یہ تحفظ ان پر ظاہر نہ ہو۔ لوگوں کی اکثریت کی اندھی تقلید کرتے ہوئے چوپایوں کی طرح برتاؤ کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ تقریباً ہمیشہ دنیوی اور دینی معاملات میں گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے انسان کو عقل اور عقل کا استعمال کرتے ہوئے ان کو پیش آنے والی ہر صورت حال کا علم اور شواہد کے مطابق جائزہ لینا چاہیے اور پھر فیصلہ کرنا چاہیے، چاہے ان کا فیصلہ زیادہ تر لوگوں کے رویے سے متصادم ہو۔

اس کے علاوہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں ان سے اعراض کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی ان کو اپنے فعل اور قول سے نصیحت کرنا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دوسروں کو شریک ہونے سے گریز کرنا چاہیے، بلکہ اپنے قول و فعل کے ذریعے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے انہیں خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تلقین کرتے رہنا چاہیے۔ انہیں یاد دلانا چاہیے کہ یہ دونوں جہانوں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی میں زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دینے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر کے دونوں جہانوں میں سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 63

”تو ان سے کنارہ کشی اختیار کرو لیکن انہیں نصیحت کرو اور ان سے دور رس بات کہو۔“

دور رس لفظ سے مراد قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق لوگوں کو نصیحت کرنا ہے۔ لہذا اپنی خواہشات کے مطابق یا دینی علم کے متبادل ذرائع کے مطابق دوسروں کو نصیحت کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ دوسروں میں مثبت تبدیلی کی ترغیب دینے میں اتنا کارآمد نہیں ہوگا جتنا کہ قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

روایات، کیونکہ ہدایت کے یہ دونوں ذرائع ہمہ گیر علم، دلائل اور شواہد کے حامل ہیں جو ان کی فطرت کے تمام لوگوں پر لاگو ہوتے ہیں۔ جنس، نسل، سماجی حیثیت یا وہ وقت جس میں وہ رہتے ہیں۔

دشمنانِ اسلام کا ایک حربہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں رکاوٹ پیدا کریں۔ انہوں نے اس طرح کا برتاؤ کیا جیسا کہ وہ جانتے تھے کہ لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی ترغیب دینا، ان کا عملی نمونہ اور قرآن کریم کی تعلیمات کا جسمانی مظہر ان کے لیے قرآن پاک کو غلط سمجھنے کا باعث بنے گا جس سے وہ گمراہ ہو جائیں گے۔ نتیجتاً، اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اہمیت پر زور دیا، کیونکہ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے اطاعت کرتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 80

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

باب 3 علی عمران، آیت 31 اور

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

:اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

:اور باب 4 النساء آیت 64

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت اللہ کے حکم سے کی جائے۔“۔

لہذا قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات دونوں کو سچے دل سے سیکھ کر اور ان پر عمل کرتے ہوئے گمراہی سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ قرآن کریم کا عملی نمونہ ہے۔ اس سے اسلامی تعلیمات کی صحیح تشریح اور نفاذ کو یقینی بنایا جائے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔

دشمنان اسلام کے مختلف ہتھکنڈوں کے باوجود خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اور تمام لوگوں کو دونوں جہانوں میں اپنی بخشش و رحمت کی طرف دعوت دی۔
باب 4 النساء، آیت 64:

اور اگر وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تو آپ کے پاس آئے، اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول نے ”ان کے لیے معافی مانگی ہوئی۔“

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے یا دوسروں پر ظلم کرتا ہے، درحقیقت وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا غلط استعمال کرنا ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے دیتے ہیں اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دیتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات سے بھری زندگی گزارتے ہیں۔ اس کے علاوہ ظالم دوسروں پر ظلم کرنے والے کو دونوں جہانوں میں انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قیامت کے دن کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے حوالے کرے اور اگر ضرورت پڑی تو ظالم اپنے مظلوموں کے گناہ لے گا۔ یہ ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 6579 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اور دوسروں پر 6579 ظلم کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، اگرچہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔

لہذا انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کی سچی اطاعت کرنے کی کوشش کرے اور اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ لوگوں کے حقوق کو ادا کرے تاکہ دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہو۔ لیکن چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ، جب بھی ان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کے بدلے میں معافی اور رحمت کا وعدہ کیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 64:

اور اگر وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے وقت آپ کے پاس آتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ان کے لیے استغفار کرتے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔“

سچی توبہ کے لیے حقیقی احساس جرم اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی خواہش کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ جس پر بھی ظلم ہوا ہو، بشرطیکہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک جیسے یا اس جیسے گناہوں کو نہ دہرانے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں حقوق کی خلاف ورزیوں کو دور کرنے کا دل سے وعدہ کرنا ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اکثر اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس کی اور اس کے نبی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوص نیت سے اطاعت کی اہمیت ہر صورت میں سامنے آتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 65:

لیکن نہیں، آپ کے رب کی قسم، وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ آپس میں آپس "میں اختلاف کرنے والے آپ کو فیصلہ نہ کر لیں۔"

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ اسلام پر ایمان کا زبانی اعلان اس وقت تک کافی نہیں جب تک کہ وہ قرآن کریم کی تعلیمات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عملی طور پر عمل نہ کریں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اور لوگوں کے حقوق کو پورا کریں گے۔ یہ بدلے میں ایک فرد اور وسیع تر معاشرے کے لیے ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ واضح کرتا ہے کہ ایک سچا مومن نہ صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کرتا ہے بلکہ وہ رضامندی اور بے تابی کے ساتھ اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے یہ جانتے ہوئے بھی کرتا ہے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ باب 4 النساء، آیت 65:

اور پھر اپنے اندر کوئی تکلیف محسوس نہ کریں جو آپ نے فیصلہ کیا ہے اور [مکمل، رضامندی..." سے [سر تسلیم خم کریں۔

یہ ایک مومن کا درجہ ہے، جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے خواہ وہ ان کی آراء اور خواہشات کے خلاف ہو، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ جبکہ ایک مسلمان اسلامی تعلیمات کو قبول کر سکتا ہے اور اس پر عمل بھی کر سکتا ہے لیکن بعض مواقع پر وہ ناخوشی اور ہچکچاہٹ سے ایسا کرے گا، خاص طور پر جب ان کی خواہشات کے خلاف ہوں۔ مسلمان اور مومن میں فرق مضبوط ایمان ہے۔ ایک مسلمان اسلام قبول کرتا ہے لیکن دوسروں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے کرتا ہے، جیسے کہ اپنے والدین۔ ان کے پاس اسلامی علم نہیں ہے اور اس کے نتیجے میں وہ ان واضح دلائل اور شواہد کی قدر نہیں کرتے جو اسلام کی حقانیت اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے فوائد کو بیان کرتے ہیں۔ جبکہ مومن کے پاس اسلامی علم ہوتا ہے اور اس لیے وہ اسلامی تعلیمات کو سمجھ، اور یقین کے ساتھ قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، چاہے وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ باب 4 النساء، آیت 66

اور اگر ہم ان پر یہ حکم دیتے کہ "خود کو مار ڈالو" یا "اپنے گھروں کو چھوڑ دو" تو وہ ان میں سے "چند ایک کے علاوہ ایسا نہ کرتے، لیکن اگر وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں ہدایت کی گئی تھی" تو یہ ان کے لیے بہتر اور مضبوط مقام ہوتا۔

مضبوط اس لیے مضبوط ایمان حاصل کر کے مومن کے مقام تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایمان حاصل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ پختہ ایمان تب حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص قرآن پاک میں موجود واضح دلائل و شواہد کو سیکھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات جو اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ کس قدر خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے۔ دوسری طرف

جو اسلامی تعلیمات سے غافل رہے گا وہ کمزور ایمان حاصل کر لے گا۔ یہ شخص جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہو گا تو آسانی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا کیونکہ وہ یہ دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ کس طرح اپنی خواہشات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ لہذا اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ایمان کا یقین حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے۔ باب 4 النساء، آیت 66

لیکن اگر وہ وہی کرتے جس کی انہیں ہدایت کی گئی تھی، تو یہ ان کے لیے بہتر اور ایک مضبوط ”مقام ہوتا۔“

اس فرمانبرداری میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر ایک اور ہر چیز کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر کے ذہنی سکون حاصل کر سکیں گے۔ باب 4 النساء، آیات 67-68

”اور پھر ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا اجر دیتے اور ہم انہیں سیدھی راہ دکھاتے۔“

اس انعام اور صحیح رہنمائی کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا میں کسی کو مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ مشکلات کا سامنا کرنا دنیا کی زندگی کے امتحان کا ایک حصہ ہے۔ بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کو ملنے والا اجر اور رہنمائی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ وہ ذہنی سکون کے ساتھ ہر حال میں کامیابی کے ساتھ سفر کریں۔ جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا وہ اس اجر اور صحیح رہنمائی سے محروم رہے گا اور اس کے نتیجے میں وہ ہر طرح کے حالات پر غالب آجائے گا یہاں تک کہ وہ ذہنی طور پر ٹوٹے پھوٹے، ابدی اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔ لہذا اپنے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کریں اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال

کرتے ہوئے جو قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں، تاکہ وہ اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ چونکہ یہ اطاعت انبیاء علیہم السلام اور صالح پیشواؤں کا راستہ ہے اس لیے وہ آخرت میں ان کے ساتھ ملیں گے۔ باب 4 النساء آیت 69

،اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء "ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے، اور وہ لوگ اچھے ہیں جو ساتھی ہیں۔

کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرسکتے ہیں اور پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آخرت میں ان کے ساتھ مل جائیں گے۔ جس طرح پچھلی امتیں جو اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کرتی ہیں وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گی کیونکہ وہ دنیا میں ان کی عملی طور پر پیروی کرنے میں ناکام رہی ہیں، اگر وہ بھی دنیا میں عملی طور پر ان کی پیروی کرنے میں ناکام رہیں تو مسلمان نہ تو انبیاء کرام علیہم السلام اور نہ ہی صالح پیشواؤں سے اتحاد کر سکیں گے۔ عملی طور پر ان کی پیروی میں نیت کو درست کرنا ہے، تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کریں، اور اپنی بات کو درست کریں، تاکہ وہ اچھی بات کہیں یا خاموش رہیں، اور اپنے اعمال کو درست کریں، تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ جتنا کوئی اس طرز عمل پر قائم رہے گا اس کا درجہ دونوں جہانوں میں اتنا ہی بلند ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے ہی قریب ہوں گے۔

اس کے علاوہ جو لوگ آخرت میں صالحین اور صادقین کی صحبت کے خواہشمند ہیں انہیں دنیا میں ان کے ساتھ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ایک شخص ہمیشہ اپنے ساتھیوں سے متاثر ہوتا ہے، چاہے وہ مثبت ہو یا منفی اور چاہے ظاہر ہو یا لطیف۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لہذا جو شخص اس دنیا میں صالح اور سچوں کا ساتھ دے گا، اسے اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کی ترغیب دی جائے گی۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اس دنیا میں صحیح راستے پر گامزن ہوں گے تاکہ وہ اگلے جہان میں نیک پیشروؤں کی صحبت کی طرف لے جائیں۔ باب 4 النساء آیت 69:

”اور بہترین ہیں وہ صحابہ کے طور پر۔“

اگر چہ لوگ مقام رسالت تک نہیں پہنچ پائیں گے، اور بہت سے مسلمان صادقین یا شہداء کے مقام تک نہیں پہنچ پائیں گے، کوئی بھی کم نہیں، لیکن اُن کو اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت میں اپنی صلاحیت پوری کرنی چاہیے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ کم از کم صالحین کے درجے تک پہنچ جائیں گے۔ ان کی مخلصانہ کوششوں اور تقویٰ اختیار کرنے کے نتیجے میں ان کو اپنے اوپر والوں کی صحبت نصیب ہوگی۔ باب النساء آیت 70 4

”...یہ اللہ کا فضل ہے“

یہ جاننا ضروری ہے کہ نیکی یا تقویٰ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ کچھ حلال چیزوں سے اس خوف سے بچنا ہے کہ یہ حرام کی طرف لے جائے گی۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرو، بلکہ اس نے واضح کیا کہ لوگوں کو اس کی حدود تک بھی نہیں جانا چاہیے۔ یہ نصیحت پورے قرآن پاک میں گونجتی رہی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں درخت کا پھل نہ کھانے کا حکم دیا لیکن ان کو نصیحت کی کہ درخت کے قریب بھی نہ جانا حالانکہ اس کے پاس جانا جائز تھا۔ باب 7 الاعراف، آیت 19

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب”
”نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی چیز حلال ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اسے کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حدود تک پہنچنا حرام نہیں ہے، صرف ان سے تجاوز کرنا حرام ہے۔ بعض حلال چیزوں سے بچنا چاہیے، جیسا کہ لغو چیزوں سے، کیونکہ یہ اکثر حرام کی طرف لے جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول گفتگو، جسے گناہ نہیں سمجھا جاتا، اکثر غیبت اور جھوٹ جیسے گناہوں کا باعث بنتا ہے۔ مال کا فضول خرچ اکثر فضول خرچی کا باعث بنتا ہے جو کہ گناہ ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا رہا”
”ہے۔“

لوگوں کی اکثریت جو گمراہ ہو چکی ہے، مرحلہ وار عمل کے ذریعے ایسا ہو گیا۔ مثال کے طور پر وہ ان میں حصہ لیے بغیر غیر قانونی چیزوں تک پہنچ گئے اور آخر کار، وقت گزرنے کے ساتھ، ان غیر قانونی چیزوں میں حصہ لینے کے لیے حوصلہ افزائی اور آزمائش کی گئی۔ مثال کے طور پر کوئی ایسا شخص جو شراب پینے والے لوگوں کے ساتھ جاتا ہے، آخر کار اس کے پینے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، پھر وہ شخص جو شراب پینے والے لوگوں کے ساتھ نہیں جاتا۔ کچھ حلال چیزوں خصوصاً فضول چیزوں سے بچنے کا یہ رویہ وہ چیز ہے جس کی نصیحت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں موجود حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص متقی نہیں بن سکتا، یعنی ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک کہ کچھ اسلامی تعلیمات میں اس سے خوفزدہ نہ ہو جائیں، جیسا کہ کچھ شریعتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ انہیں غیر قانونی اس لیے نہ صرف حرام چیزوں سے پرہیز کرنے پر زیادہ توجہ دینی چاہیے بلکہ کچھ حلال چیزوں سے بچنا چاہیے، خاص طور پر لغو چیزوں سے، اس

خوف سے کہ وہ آخر کار حرام کی طرف لے جائے گی۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے، جس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا، شامل ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے جو راستبازی کا نچوڑ ہے اور دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود کے قریب نہ جانے کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے وہ حلال چیزوں خصوصاً فضول کاموں میں زیادتی کرے گا، جس سے ان کے حرام کاموں کے مرتکب ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے اور وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں گی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور طاقت کے لمحات کو حاصل نہ کر سکیں۔ سربلند یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے اگر کوئی ان لوگوں کی زندگی کا مشاہدہ کرے جو اس طرح کے برتاؤ کرتے ہیں، جیسے کہ امیر۔ باب 9: توبہ آیت 82

”پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔“

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ چونکہ کسی کی نیت دوسرے لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے، اس لیے وہ ظاہری اعمال کی بنیاد پر دوسروں کو دوسرے لوگوں سے بہتر نہیں ٹھہراتا اور اس لیے دوسرے لوگوں یا اپنی ذات کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کی نیت: قول اور فعل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

:اور باب 4 النساء آیت 70

”اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔“

يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ اَنْفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾

وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لِيُبْتَغَىٰ فَيَكُونُ مَصِيبَهُ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَىٰ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا

﴿٧٢﴾

وَلَيْنَ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لِيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَلَيْتَنِي كُنْتُ

مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾

﴿٧٤﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَن

يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٥﴾

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَّنَا مِن لَّدُنكَ

نَصِيرًا ﴿٧٦﴾

الَّذِينَ ءَامَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ

الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٧﴾

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾

اَيِنَّمَا تَكُونُوا يَدْرِكَكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلُّ مَنْ عِنْدَ اللَّهِ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿٧٨﴾

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٧٩﴾

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُولُوا طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

اے ایمان والو، احتیاط کرو اور (یا تو) گروہ بنا کر نکلو یا سب اکٹھے نکلو۔"

اور بے شک تم میں کوئی ایسا ہے جو پیچھے رہ جاتا ہے۔ اور اگر تم پر کوئی آفت آجائے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا۔

لیکن اگر اللہ کی طرف سے تم پر فضل ہو تو وہ ضرور کہے گا، گویا تمہارے اور اس کے درمیان "کبھی کوئی الفت نہیں رہی تھی،" "کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیتا۔"

پس اللہ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ میں لڑے اور مارا گیا یا فتح پا گیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے اس شہر سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حامی بنا اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا۔

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ اطاعت کی باطل چیزوں کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ بے شک شیطان کی چال کبھی کمزور رہی ہے۔

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ لیکن پھر جب ان پر جنگ کا حکم دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ خوف سے۔ انہوں نے کہا اے ہمارے رب، تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کر دی ہے، کاش تو ہمیں تھوڑی دیر کے لیے ملتوی کر دیتا۔ کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اور تم پر اتنا ظلم نہیں کیا جائے گا جتنا کہ کھجور کے دانے کے اندر۔

تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی، چاہے تم بلند عمارتوں کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر ان کو بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر ان پر کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے۔ کہہ دیجئے کہ تمام چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ تو ان لوگوں کو کیا ہے کہ وہ کوئی بات سمجھ ہی نہیں پاتے۔

تیرے پاس جو خیر آتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے لیکن جو برائی آتی ہے وہ تیری طرف سے ہے۔ اور ہم نے آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ گواہی کے لیے کافی ہے۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ لیکن جو روگردانی کرتے ہیں ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

اور وہ کہتے ہیں کہ [ہم] اطاعت کا عہد کرتے ہیں۔ "لیکن جب وہ آپ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے کہنے کے علاوہ کچھ کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے رات گزارتا ہے۔ لیکن اللہ لکھ لیتا ہے جو وہ راتوں رات تدبیر کرتے ہیں۔ پس ان کو چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ اور اللہ "ہی کارساز کے لیے کافی ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس پر صحیح بھروسہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 71

”اے ایمان والو احتیاط کرو۔“

کا مطلب یہ ہے لہذا احتیاط برتنا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پر زنگ لگانے کہ اس نے ایک شخص کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق جو وسائل مہیا کیے ہیں اس کا استعمال کریں اور پھر یہ قبول کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے بہترین نتائج کا انتخاب کرے گا، چاہے وہ اس کے انتخاب کے پیچھے حکمتوں کا مشاہدہ نہ کریں۔ مثال کے طور پر، ایک بیمار کو چاہیے کہ وہ ان کے پاس موجود حلال دوائیں لے اور پھر اس کی صحت بہتر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اختیار کو قبول کرے۔ لہذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو وسائل فراہم کیے گئے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ پھر ایک مخصوص مثال کے ذریعے مومنوں کو ہمیشہ متحد رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 71

”اور [یا تو] کمپنیوں میں نکلیں یا سب ایک ساتھ نکلیں۔...“

عام طور پر، مسلمانوں کو ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں فائدہ حاصل کریں، اور انہیں ایک دوسرے کو برے کاموں سے خبردار کرنا چاہیے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2:

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

ایک مسلمان کو کبھی بھی کسی کام میں دوسروں کی مدد نہیں کرنی چاہیے اس بنیاد پر کہ کون کر رہا ہے اور اس کے بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ لوگ ان کی مدد کرنے یا نہ کرنے کا انتخاب کرنے سے پہلے کیا کر رہے ہیں۔ اتحاد کا ایک پہلو دوسروں کے لیے مخلص ہونا ہے جو کہ صحیح مسلم نمبر 196 کی حدیث کے مطابق اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے مخلص ہونا اتنا 196 ضروری ہے کہ اسے دو بہت اہم فرائض کے ساتھ رکھا گیا ہے: فرض نماز اور صدقہ دینا، صحیح بخاری میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ صحیح بخاری نمبر 5 کے مطابق دوسروں کو ان کو دکھانا ضروری ہے۔ ان کے ذرائع، جیسے مالی، جسمانی اور جذباتی امداد۔ کسی کو اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں اور ان کے مال سے دور رکھنا چاہیے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان اور مومن کی یہی تعریف ہے۔ کوئی شخص دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کر کے اخلاص اختیار کر سکتا ہے جیسا کہ وہ خود لوگوں سے سلوک کرنا چاہتا ہے۔

اتحاد کی بنیاد اسلامی ضابطہ حیات کے مطابق زندگی گزارنا ہے جو کہ قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہے۔ اگر ہر ایک کے پاس ایک ہی ضابطہ اخلاق ہوتا جس کے تحت وہ زندگی گزارتے تھے تو یہ اتحاد کا باعث بنتا، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متحد تھے۔ لہذا کسی کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کو، جیسے کہ ان کے بچوں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینا چاہیے۔

، اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ گستاخانہ رویہ نہ اپنائیں، کیونکہ یہ منافقت کا ایک پہلو ہے۔ باب 4 النساء آیت 72

اور یقیناً تم میں کوئی ایسا ہے جو پیچھے رہ جائے اور اگر تم پر کوئی آفت آجائے تو کہتا ہے کہ اللہ” نے مجھ پر احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا، لیکن اگر اللہ کی طرف سے تم پر کوئی فضل ہو تو وہ ضرور کہے گا کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان کبھی کوئی الفت نہیں تھی۔

عام طور پر، یہ تب ہوتا ہے جب کوئی دوسروں کی مدد کرتا ہے جب یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ دوسروں کی حمایت کرنے سے کچھ دنیاوی فائدہ حاصل کریں گے، تو وہ ایسا کریں گے۔ اگر وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ دوسروں کی مدد کرنے سے کوئی دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کریں گے، تو وہ دوسروں کی مدد کرنے سے اپنے آپ کو عذر کریں گے، خواہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے ان کی بے وفائی کو ثابت کرتا ہے۔ وہ صرف دنیاوی فائدے کے لیے اچھے کام کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ دنیا میں کوئی اجر ملے گا اور نہ آخرت میں۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس طرز عمل سے جو بھی دنیاوی چیزیں حاصل ہوں گی وہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے تناؤ کا باعث بنیں گی، کیونکہ وہ لازماً ان کا غلط استعمال کریں گے۔ اس کی وجہ سے وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکیں گے۔ لہذا اس شخص کو دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ ان کی اللہ تعالیٰ اور لوگوں سے بے وفائی بالآخر عوام کے سامنے آ جائے گی۔ نتیجتاً جن لوگوں کو وہ خوش کرنا چاہتے ہیں، وہ انہیں ناپسند کریں گے اور اس لیے اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا ان کے لیے مشکل تر ہو جائے گا۔ لہذا اس رویے سے بچنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اختیار کرنا چاہیے اور صرف اس کی خوشنودی کے لیے عمل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے لوگوں کو ان کے وسائل کے مطابق مالی، جسمانی اور جذباتی مدد کے ذریعے اخلاص اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن صرف وہی ہے جو صحیح طریقے سے برتاؤ کرے گا جو اپنی دنیاوی خواہشات پر صحیح معنوں میں قابو رکھتا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے لئے ذہنی سکون کا باعث بنے گی۔ باب 4 النساء آیت 74

”پس اللہ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں۔“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بہت سے دوسرے مذاہب اور طرز زندگی کے برعکس، اسلام اس دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنے کو آخرت میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے الگ نہیں کرتا ہے۔ یعنی جو شخص اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو رکھتا ہے اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ اسلام لوگوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ دنیا میں ذہنی سکون یا آخرت میں ذہنی سکون میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں۔ اگر یہ سچ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں سکون قلب حاصل کرنے کو آخرت میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے مختلف ضابطہ اخلاق میں رکھتا۔ لہذا جو شخص اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوگا۔ لیکن اس واحد ضابطہ اخلاق کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو رکھے۔ جو شخص صحیح طریقے سے کام نہ کرے اور جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا غلط استعمال کرے وہ درحقیقت دونوں جہانوں میں خسارے میں رہے گا۔ یہ رویہ ان کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کا سبب بنے گا، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکیں گے۔ اس لیے ،انہیں نہ دنیا میں سکون ملے گا اور نہ آخرت میں۔ یہ شخص دونوں جہانوں میں خسارے میں رہے گا خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں کا تجربہ کرے۔ لہذا ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے، چاہے وہ تعلیمات ذاتی خواہشات سے ہٹ کر ہوں۔ جس طرح ایک عقلمند مریض جو اپنے ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، اس بات سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے کہ تجویز کردہ کڑوی دوا اور سخت خوراک ان کے فائدے کے لیے ہے، اسی طرح ایک فرد کو بھی اپنی ذہنی اور جسمانی صحت کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ جس طرح یہ عاقل مریض بہتر ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کرتا ہے، اسی طرح اسلامی تعلیمات کو اپنانے والا ذہنی اور جسم دونوں جہانوں میں سکون پاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ذات ہے جس کے پاس مکمل علم ہے جو انسان کو ذہنی اور جسمانی استحکام حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے اور اسے سکھاتا ہے کہ ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے کیسے رکھنا ہے۔ انسانی علم، چاہے کتنی ہی تحقیق کیوں نہ کی جائے، ہمیشہ کم رہے گا۔ یہ ہر چیلنج کو حل نہیں کر سکتا یا ہر قسم کے تناؤ کو روک نہیں سکتا جس کا سامنا ہو سکتا ہے۔ علم تجربہ، دور اندیشی اور تعصبات کی حدود معاشرے کو ان مسائل کو مکمل طور پر حل کرنے سے

روکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے بنی نوع انسان کو اپنا کامل علم عطا کیا ہے۔ یہ بات اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو ان نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں ان کے مقابلے میں جو نہیں کرتے۔

اگرچہ بہت سے مریض اپنے علاج کے پیچھے سائنسی اصولوں کو نہیں سمجھتے اور اپنے ڈاکٹروں پر اندھا اعتماد کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ زندگی پر ان کے مثبت اثرات کو سمجھ سکیں۔ وہ اندھا یقین نہیں مانگتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسلام کی سچائی کو اس کے واضح ثبوتوں سے پہچانیں۔ اس پہچان کو حاصل کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات کو تلاش کرتے وقت ایک غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت:

باب 12 یوسف، آیت 108 ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت

43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 74

،پس اللہ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہیے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچ دیتے ہیں " اور جو اللہ کی راہ میں لڑے اور مارا جائے یا فتح پائے، ہم اسے اجر عظیم دیں گے۔

قرآن مجید کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے معانی کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے انہیں ان کے صحیح تناظر میں رکھنا چاہیے۔ یعنی کسی آیت یا حدیث کو اس سیاق و سباق کا مشاہدہ کیے بغیر تنہائی میں نہیں لیا جا سکتا جس میں وہ کسی کے فعل کے جواز کے لیے نازل ہوئی یا درج کی گئی۔ آیات اور احادیث کے سیاق و سباق کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں ان کا تجزیہ کیا جائے۔ صرف اس طرح یہ واضح ہو جائے گا کہ کسی آیت یا حدیث سے کیا مراد ہے۔

مزید برآں، مسلمان صرف ایک جائز حکمران کے جھنڈے تلے بیرونی جارحیت کرنے والوں کے خلاف ہتھیار اٹھا سکتے ہیں اور جب یہ قرآن کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پائے جانے والے احکام کے مطابق کیا جائے۔ لڑنے والوں کو ان حدود و قیود سے تجاوز کرتے ہوئے مسلسل اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی " کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

:اور باب 2 البقرہ، آیت 194

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے ”
”اور اللہ سے ڈرو۔“

ایسا ہی ایک قاعدہ جنگ کا سہارا صرف اس وقت ہے جب کسی پر حملہ کیا جائے، جیسا کہ زیر بحث
اہم آیات سے اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔“

لہذا امن کی حالت میں دشمن پر جسمانی جارحیت کا مظاہرہ کرنا حرام ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب
دشمن جارحیت سے باز آجائے تو مسلمانوں کو بھی باز آنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]۔۔۔“
”نہیں ہوگی۔“

:اگر دشمن چاہے امن اسے دیا جانا چاہئے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ”
نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔“

تیسرا اصول یہ ہے کہ شہریوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ زیر بحث اہم آیات سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ یہ فاسق ہے۔ اس کے علاوہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا عورتوں، بچوں، بزرگوں، اور بیماروں کے ساتھ ساتھ راہبوں اور حواریوں کو جنگ کے دوران نقصان پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی تصدیق بہت سی احادیث سے ہوئی ہے جیسے سنن ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728۔

اسلام کے پہلے خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تعلیمات کے مطابق بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل کو حرام قرار دیا۔ اس نے پھل دار درختوں کو کاٹنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے سے منع کیا۔ اس کی تلقین مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33121 میں کی گئی ہے۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی فوجوں پر واضح کر دیا کہ وہ کسان جیسے غیر فوجیوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس کی تلقین مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33120 میں کی گئی ہے۔

آنے والے تنازعہ کی صورت میں مسلم قوم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر ممکن تیاری کریں۔ اس تیاری کا مقصد دشمن کو حملہ کرنے سے روکنا ہے، اس صورت میں اگر دشمن امن کا خواہاں ہے تو اسے اس کی اجازت دی جائے۔ باب 8 انفال، آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے ”دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف“ مائل ہو جاؤ۔

ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدوں کی پاسداری نہیں کرتے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام نے اپنے معاہدوں کا احترام کرنے والوں پر حملہ کرنے سے منع کیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے نہ صرف زبان اور عمل سے قبول کرنا ضروری ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ امن رکھنے والوں کے ساتھ ہر حال میں انصاف کیا جائے۔ باب 60 الممتحنہ، آیات 8-9:

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور مسلمانوں کو اس کی خواہش نہ کرتے ہوئے مجبور کیا جانا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک کہ مسلمانوں کو جنگ کی خواہش نہ کرنے کی تلقین کی اور اس کے بجائے انہیں اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی خواہش کا حکم دیا۔ لیکن اگر انہیں دشمن کا سامنا کرنا پڑا تو انہیں ثابت قدم رہنا چاہیے۔ اس کا ذکر صحیح بخاری نمبر 2966 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔

ان آیات کا اصل مقصد اس بات پر زور دینا ہے کہ طاقت کا استعمال صرف اس وقت کیا جائے جب اس کا استعمال ناگزیر ہو، صرف اس حد تک جو بالکل ضروری ہو اور قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی رہنمائی میں ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کسی آیت یا حدیث کا صحیح تناظر میں جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ اس کا اطلاق کون، کیا اور کہاں ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے لوگ جان بوجھ کر یا غیر دانستہ طور پر اس طرح لڑنے پر آیات و احادیث کی تشریح کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ "ایک بہت مشہور مثال ایک آیت کی ہے جسے سورہ آیت کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن پاک میں لفظ "تلوار" کا ذکر نہیں ہے۔ باب 9 توبہ آیت 5

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا "محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔"

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ جنگ کا یہ بیان مخصوص شرائط اور امن کی رعایتوں تک محدود ہے۔ اس کے علاوہ اس اور دیگر متعلقہ آیات کے تاریخی سیاق و سباق کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ غیر مسلموں سے لڑنے کا کوئی عالمی اصول نہیں ہے۔ یعنی آیت سے مراد لوگوں کا ایک مخصوص گروہ ہے، ایک خاص وقت اور ایک خاص جگہ پر۔

تلوار والی آیت کی اردگرد کی آیات متعدد مواقع پر واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ جن مشرکین کا حوالہ دیا گیا ہے وہ صرف وہی لوگ ہیں جنہوں نے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور امت مسلمہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف

پر تشدد جارحیت کی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے فوراً پہلے والی آیت، معنی، باب 9 توبہ، آیت 4، بیان کرتی ہے:

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز" میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان "کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

:اس کے بعد متعلقہ آیت میں ایک اور حکم آیا ہے، باب 9 توبہ، آیت 7

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے " جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

ان مشرکوں کے جرائم جن کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا تھا دوسری متعلقہ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ توبہ میں باب 9، آیات 8-10:

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی " پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

اور باب 9 توبہ، آیات 12-13:

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں" سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو] کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم "پر حملہ شروع کیا؟

مخصوص مشرکین نے مسلسل اپنے معاہدوں کو توڑا اور اسلام کے خلاف دوسروں کی مدد کی۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی شروع کی، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا، مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مذکورہ آیات میں کم از کم آٹھ مرتبہ مسلمانوں کے خلاف ان کے جرائم کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب 9 توبہ، آیت 12 میں، جس کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے، "کفر کے رہنماؤں" سے لڑنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی جارحیت سے "باز آجائیں"۔ باب 4 النساء آیت 75

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے اس شہر سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حامی بنا اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا۔"

باقی آیات کی طرح یہ آیات بھی جنگ کے وقت مخصوص حالات پر عمل کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں جیسے صرف ان سے لڑنا جو پہلے لڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان مشرکین کو اب بھی بہت سی تنبیہات اور رعایتیں دی جاتی تھیں۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اور امن کی مدت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2

"پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان "کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

یہ مہلت اس لیے دی گئی کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا پر امن طریقے سے جزیرہ نما عرب سے نکل جائیں۔ اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ ان مشرکوں میں سے جس نے بھی اس کی درخواست کی ہو اسے تحفظ فراہم کریں تاکہ انہیں بغیر کسی خوف اور دباؤ کے اسلام کی تعلیمات سننے کا موقع ملے یا وہ کسی نقصان کے خوف کے بغیر جزیرہ نمائے عرب سے امن کے ساتھ نکل سکیں۔ باب 9 توبہ آیت 6

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”
“پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار والی آیت میں ان مشرکین سے لڑنے اور قتل کرنے کا حکم صرف اس صورت میں نافذ العمل ہو گا جب یہ چار ماہ کی مہلت کے بعد بھی اسلام قبول کیے بغیر جزیرہ نما عرب میں موجود رہیں۔ غور طلب ہے کہ بہت سے مشرکین نے اس مہلت سے فائدہ اٹھایا اور اسلام قبول کیا۔ اس مہلت کی وجہ سے لڑائی ختم ہو گئی اور تلوار والی آیت کی وجہ سے حقیقت میں کوئی خون نہیں بہایا گیا، کیونکہ اس آیت کا مقصد مزید خونریزی سے روکنا تھا، یعنی یا تو یہ مشرکین اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نما عرب کو پر امن طریقے سے چھوڑ دیں۔

اختتام پر، ارد گرد کی آیات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی، تلوار والی آیت کو اس کے صحیح تناظر میں رکھیں۔ یعنی یہ آیات خاص طور پر مسلمانوں کے خلاف مخصوص دشمن مشرکوں کے حملوں کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں۔ اس لیے ان کے بعد دوسروں پر ان کا اطلاق خالی نہیں ہو سکتا۔

باب 4 النساء آیت 75

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے اس شہر سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حامی بنا اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا۔“

عام طور پر، یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ایک خود غرض رویہ سے بچنے کی اہمیت ہے جس کے تحت انسان صرف اپنی اور اپنے خاندان کا خیال رکھتا ہے۔ درحقیقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6586 کی ایک حدیث میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے، جب جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچتی ہے تو باقی جسم اس تکلیف میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ حدیث اپنی زندگی میں ضرورت سے زیادہ جذب ہونے کے خطرات کے بارے میں ایک یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہے، اس طرح کام کرتی ہے جیسے دنیا ان کے گرد گھوم رہی ہے اور ان کے چیلنجز۔ شیطان ایک مسلمان کو ذاتی مسائل پر اتنی زیادہ توجہ مرکوز کرنے کی طرف لے جا سکتا ہے کہ وہ وسیع تر نقطہ نظر سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ تنگ توجہ بے صبری کو فروغ دے سکتی ہے اور انہیں دوسروں کی جدوجہد سے لاتعلق بنا سکتی ہے، انہیں اپنی صلاحیتوں کے اندر ان کی مدد کرنے کی ذمہ داری پوری کرنے سے روک سکتی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے یاد رکھے اور ہر ممکن حد تک دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح کی مدد صرف مالی امداد سے بالاتر ہے۔ اس میں مہربان اور حقیقی مشورے کے ساتھ ساتھ کسی بھی زبانی اور جسمانی مدد کو بھی شامل کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو فراہم کر سکے۔

،درحقیقت ہر شخص یا تو اللہ تعالیٰ کے لیے جدوجہد کرتا ہے یا پھر شیطان کی خاطر۔ باب 4 النساء
آیت 76

ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ باطل پرستوں کی راہ میں لڑتے ہیں۔“

جو شخص ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جدوجہد کرے گا اور اس کے نتیجے میں وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرے گا۔ اس کے علاوہ ان کا رویہ معاشرے میں عدل اور امن کے پھیلاؤ کا سبب بنے گا کیونکہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی تکمیل ہوتی ہے۔ جبکہ جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں، وہ لازماً شیطان کا ساتھ دے گا، چاہے وہ اس کا ارادہ نہ بھی کرے، کیونکہ اس کا یہ رویہ انہیں دونوں جہانوں

میں تناؤ اور مشکلات میں مبتلا کر دے گا، کیونکہ وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دے گا۔ اس کے علاوہ، ان کا یہ رویہ انہیں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روک دے گا۔ نتیجتاً وہ معاشرے میں بدعنوانی پھیلائیں گے۔ لہذا، اگر کوئی ذہنی سکون اور معاشرے میں امن و انصاف کا پھیلاؤ چاہتا ہے تو اسے صحیح سمت میں جدوجہد کرنی چاہیے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کے صحیح استعمال کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 76

”تو شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال کبھی کمزور رہی ہے۔“

شیطان چونکہ جسمانی طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مجبور نہیں کر سکتا، ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے انسانوں پر اس کا اثر کمزور ہے۔ ابلیس کا لوگوں پر غلبہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ خوشی سے ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا انتخاب کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 100

اس کا [یعنی شیطان کا] اختیار صرف ان لوگوں پر ہے جو اسے اپنا ساتھی بناتے ہیں اور جو اس کے ”ذریعے اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔“

اس کے علاوہ شیطان اور اس کے کارندے کتنی ہی کوششیں کر لیں اسلام کی روشنی کو کبھی بجھانے میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ اسلام کے دشمنوں نے سیاست، جسمانی تشدد، معاشیات اور جھوٹے پروپیگنڈے جیسے ہر ممکن راستے سے اسلام کو تباہ کرنے کی انتھک جدوجہد کی ہے لیکن وہ ہمیشہ ان لوگوں کو گمراہ کرنے میں ناکام رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص تھے اور ہیں۔ اسلام کے دشمن اٹھیں گے اور جائیں گے لیکن اسلام کی شمع قیامت تک روشن رہے گی۔ یہ حقیقت بذات خود ایک معجزہ ہے جس سے اسلام کی ابتداء الہی ثابت ہوتی ہے۔ باب 9 توبہ، آیات 32-33

وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں، لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے سے انکار کرتا ہے، اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہے، وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو یہ "ناپسند ہو۔"

یہ لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ اس نور سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تاکہ ان کی زندگیاں اس سے منور ہوں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں سکون حاصل کریں، یا اس سے منہ موڑ کر دونوں جہانوں میں اندھیروں میں ڈوب جائیں۔

مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مسلمانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان غیر مسلموں سے لڑنے سے گریز کریں جو ان پر تشدد کرتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 77

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔"

مکہ کے غیر مسلموں کے خلاف غیر محاذ آرائی اختیار کرنے کی اہم تعلیمات میں سے ایک یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صبر و تحمل پیدا کرنا تھا، جب وہ چیلنجوں کا سامنا کرتے تھے اور دوسروں کے ساتھ بات چیت کرتے تھے۔ یہ دور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سیکھنے اور قبول کرنے کا ایک اہم وقت تھا، جب کہ یہ ہدایات ان کے ذاتی خیالات سے مختلف تھیں۔

مکہ کے غیر مسلموں کے ساتھ کشمکش میں پڑنے سے وہ مسلمانوں کے خلاف اور بھی زیادہ جارحیت کے ساتھ جوابی کارروائی کرنے پر مجبور ہو سکتے تھے، جن میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، جو قبائل کی حفاظت میں تھے۔ اس طرح کے اضافے سے اسلام کی توجہ اس کے امن اور ایمان کے بنیادی پیغام سے تشدد کی طرف منتقل ہو جاتی۔

مکہ کے اندر تصادم کے نتیجے میں بے گناہ جانیں ضائع ہو جاتیں - وہ لوگ جو صحابہ کرام سے براہ راست دشمنی میں ملوث نہیں تھے، اللہ ان سے راضی ہو۔ تشدد کا سہارا لینا نہ صرف زندگیوں کی تباہی کا باعث بنتا بلکہ بعد کی زندگی میں بہت سے غیر مسلموں کی قسمت پر مہر بھی لگا سکتا تھا۔ اس کے برعکس، صبر کرنے کے انتخاب نے ان جارحانہ غیر مسلموں میں سے کچھ کے لیے اسلام قبول کرنے کا دروازہ کھول دیا، جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسی قابل ذکر شخصیات بھی شامل ہیں۔

مزید برآں، پرتشدد کارروائیاں ان غیر مسلموں کے رشتہ داروں کی طرف سے ردعمل کو بھڑکا سکتی ہیں جو اسلام پر غور کر رہے تھے۔ بدلہ لینے کی خواہش نے ایمان کو قبول کرنے کے لیے ان کی رضامندی پر بادل ڈال دیے، اس طرح ان کے روحانی سفر میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

دشمنی کے مقابلہ میں صبر کا مظاہرہ کرنے سے کچھ بااثر غیر مسلموں کو بھی تحریک ملی کہ وہ اپنے قبائلی رشتوں کی قدر کرتے ہوئے اپنے مسلم رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تنازعہ میں پڑنے کا فیصلہ کر لیتے تو اس طرح کی حمایت ختم ہو جاتی۔

لڑائی کا سہارا لینے سے مسلمانوں کی تعداد کم ہو جاتی جو کہ پورے جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کے لیے ضروری تھا۔ مزید برآں، غیر مسلموں کا مقابلہ کرنے کے لیے کسی بھی اقدام کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈے کے طور پر استعمال کیا جا

سکتا تھا، جس سے ان پر اقتدار کی خواہش کے الزامات لگتے تھے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جو لوگ اقتدار کے خواہاں ہیں وہ اکثر تشدد کا سہارا لیتے ہیں۔

اس مشکل وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متحد رہنے کے لیے تیار کیا جا رہا تھا، مشکلات میں بھی اپنا رشتہ مضبوط کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے پیچھے بہت سے دیگر اسباب اور حکمت کے موتی ہیں، جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں اپنے دور میں تنازعات سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

:باب 4 النساء آیت 77

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔“

مکہ کے غیر مسلموں کی طرف سے ظلم و جبر کے باوجود، مسلمانوں کو اب بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی نماز قائم کرنے اور اپنے واجب صدقات پر قائم رہیں۔ اس سے ان دو واجبات کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

فرض نمازوں کو قائم کرنے میں ان کی مکمل شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ وقت پر پڑھنا۔ فرض نمازوں کا قیام قرآن پاک میں اکثر دہرایا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا سب سے اہم عملی ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ روزانہ کی نمازیں تمام پھیلی ہوئی ہیں، یہ روز قیامت کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور عملی طور پر اس کی تیاری کرتی ہیں کیونکہ فرض نماز کا ہر مرحلہ قیامت سے جڑا ہوا ہے۔ جب کوئی صحیح معنوں میں کھڑا ہوتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا ہوتا ہے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی، کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات: آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عملی طور پر تسلیم نہ کرنا بھی شامل ہے۔ جب کوئی نماز میں سجدہ کرتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ کس طرح لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اسے صحیح طریقے سے سجدہ نہیں کیا، جس میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کی اطاعت شامل ہے، وہ قیامت کے دن ایسا نہیں کر سکیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

جب کوئی نماز میں گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آخری فیصلے سے ڈرتے ہوئے اس مقام پر بیٹھے ہوں گے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹنے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو ان عناصر کو ذہن میں رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طور پر قائم کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نماز کے درمیان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

واجب صدقہ کسی کی مجموعی آمدنی کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور صرف اس صورت میں دیا جاتا ہے جب کسی کے پاس ایک مقررہ رقم ہو۔ واجب صدقہ دینے کا ایک مقصد یہ ہے کہ یہ ایک مسلمان کو یاد دلانے کہ جو مال ان کے پاس ہے وہ ان کا نہیں ہے، ورنہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے میں آزاد ہوں گے۔ دولت ان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کی ہے اور عطا کی ہے اس لیے اس کا استعمال اس کی رضا کے مطابق ہونا چاہیے۔ درحقیقت ہر نعمت صرف ایک قرض ہے جو اس کے حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کو ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو شخص اس حقیقت کو نہ سمجھے اور اس کے بدلے یہ برتاؤ کرے کہ گویا ان کو دی گئی نعمتیں جیسے کہ ان کا مال، ان کا ہے اور اس لیے صدقہ فطر دینے سے باز رہے، اس کو ایسے ہی عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جس طرح دنیاوی قرض کی ادائیگی میں ناکام رہنے والے کو عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص اپنے واجب صدقات کو صدقہ نہ کرے اسے قیامت کے دن ایک بڑے زہریلے سانپ کا سامنا کرنا پڑے گا جو اسے مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔

اس دنیا میں جس دولت پر وہ واجب صدقہ دینے میں ناکام رہتے ہیں وہ ان کے تنائو اور مصائب کا باعث بن جائے گا، کیونکہ وہ یہ یاد رکھنے میں ناکام رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کو عطا کردہ نعمتوں پر حق ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟" اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

"...کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو"

اس آیت کا ابتدائی بیان خود غرض ذہنیت سے پاک رہنے کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے جو کہ صرف ذاتی پریشانیوں اور تجربات پر مرکوز ہے۔ جو لوگ اس نقطہ نظر کو اپناتے ہیں وہ تاریخ اور اپنے آس پاس کے لوگوں کی زندگیوں میں شامل انمول اسباق کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ ان بصیرت کے ساتھ مشغول ہو کر، افراد اپنے رویے کو نمایاں طور پر بڑھا سکتے ہیں اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے سے بچنا سیکھ سکتے ہیں، جس سے ذہنی سکون زیادہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ان لوگوں کو لے لیجئے جو دولت مند اور مشہور لوگوں کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ خوشی کے لمحات اور عیش و عشرت میں مصروف ہونے کے باوجود، بہت سے لوگ خود کو تناؤ، ذہنی خرابیوں، لت اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات سے بوجھل پاتے ہیں۔ یہ مشاہدہ اسی طرح کے نقصانات سے بچنے کے لیے ایک طاقتور یاد دہانی کا کام کرتا ہے اور اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ حقیقی امن مادی املاک سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح، جب کوئی کسی شخص کو خراب صحت میں دیکھتا ہے، تو اسے اس کی اپنی خیریت کے لیے شکر گزاری کی ترغیب دینی چاہیے اور اس سے پہلے کہ وہ اس سے لے لیا جائے، اپنی صحت کو دانشمندی سے استعمال کرنے کی ترغیب دے۔ اس روشنی میں، اسلام مسلمانوں کو بیداری اور توجہ کا احساس پیدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے انہیں اپنی زندگیوں سے آگے دیکھنے اور اپنے ارد گرد کی دنیا کے ساتھ مشغول ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ باب 47 محمد، آیت 10 ہے۔

”کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی اور دیکھا کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“

اللہ تعالیٰ نے پھر ان لوگوں پر تنقید کی جو جنگ کر کے مکہ کے غیر مسلموں سے اپنا دفاع کرنا چاہتے تھے لیکن جب لڑائی کا حکم دیا گیا تو وہ تذبذب کا شکار ہو گئے۔ باب 4 النساء آیت 77

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑائی فرض کر دی گئی تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے وہ اللہ سے ڈرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ ڈرتے ہیں، کہنے لگے اے ہمارے رب، تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی؟ "کاش تو نے ہمیں تھوڑی دیر کے لیے ملتوی کر دیا ہوتا۔"

عام طور پر، یہ عمل کے ساتھ کسی کے الفاظ کی حمایت کی اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ چونکہ اسلام ایک مکمل طرز عمل ہے اس میں انسان کے اندرونی عقیدے، ان کے قول و فعل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھے اعمال کے ذریعے اس پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی تائید کرے۔ ان اعمال میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، مسلمانوں کو اکثر یہ دعویٰ کرنے کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کریں گے، اگر انہیں خاص دنیوی نعمتیں عطا کی جائیں، جیسے کہ دولت۔ لیکن ان مسلمانوں کی اکثریت اللہ کے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کرنے میں ناکام رہتی ہے، جب وہ انہیں دنیاوی چیزیں عطا کرتا ہے، کیونکہ ان کی دنیاوی خواہشات انہیں ایسا کرنے سے روکتی ہیں۔ اس کے بجائے، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں، جیسے کہ دولت، فضول اور گناہ والی چیزوں پر۔ اس منافقانہ رویہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث ہے۔ باب 9 توبہ، آیات 75-77

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور یقیناً ہم نیک لوگوں میں سے ہوں گے، لیکن جب اس نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو وہ اس سے بخل کر گئے اور انہوں نے انکار کیا تو اس نے ان کو سزا دی، یہاں تک کہ وہ ان کے دلوں میں ناکام ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے دلوں میں جو منافقت سے ملے گا، وہ اس کے ساتھ ہو گا۔ انہوں نے اس سے وعدہ کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

لہذا یہ زیادہ محفوظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدے کرنے سے گریز کریں، اگر وہ انہیں خاص نعمتیں جیسے کہ دولت عطا کرتا ہے، اس کی اطاعت سے گریز کریں، اور اس کے بجائے ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر توجہ دیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ جو شخص یہ رویہ اختیار کرے گا وہ سمجھے گا کہ ذہنی سکون حاصل کرنے کا تعلق بہت سی دنیاوی نعمتوں کو حاصل کرنے سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے سے ہے جو انہیں دی گئی ہیں، چاہے وہ چند ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ چونکہ دنیاوی لذتوں کا مزہ چھوٹا اور وقتی ہے، اس کے بجائے ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرنا بہت بہتر ہے۔ حقیقت میں، ذہنی سکون وہی ہے جو دنیاوی چیزوں کو اہمیت دیتا ہے، جیسے کہ دولت، خاندان اور دوست۔ جو شخص ذہنی سکون حاصل کرتا ہے وہ دنیاوی چیزوں سے لطف اندوز ہوتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں، چاہے وہ تھوڑی سی عطا کی گئی ہوں۔ جبکہ جو شخص ذہنی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، جیسا کہ اس نے ان نعمتوں کا غلط استعمال کیا جو ان کو دی گئی تھیں، وہ یہ پائے گا کہ ان کے پاس جو دنیاوی چیزیں ہیں ان کی ان کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے اور وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جائیں گی۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہوتی ہے جب کوئی امیر اور مشہور لوگوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کے پاس تمام دنیاوی نعمتوں کے باوجود وہ ذہنی صحت کے مسائل جیسے کہ ڈپریشن لت اور خودکشی کے رجحانات کا شکار ہوتے ہیں، کیونکہ دنیاوی چیزیں تب ہی اہمیت رکھتی ہیں جب انسان کو ذہنی سکون حاصل ہو۔ باب 4 النساء آیت 77

کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔“

اس کے علاوہ تقویٰ یا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ایک پہلو یہ ہے کہ کچھ حلال چیزوں سے بچنا اس خوف سے کہ یہ حرام کی طرف لے جائے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرو، بلکہ اس نے واضح کیا کہ لوگوں کو اس کی حدود تک بھی نہیں جانا چاہیے۔ یہ نصیحت پورے قرآن پاک میں گونجتی رہی ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں درخت کا پھل نہ کھانے کا حکم دیا لیکن ان کو نصیحت کی کہ درخت کے قریب بھی نہ جانا حالانکہ اس کے پاس جانا جائز تھا۔ باب 7 الاعراف، آیت 19:

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کوئی چیز حلال ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اسے کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حدود تک پہنچنا حرام نہیں ہے، صرف ان سے تجاوز کرنا حرام ہے۔ بعض حلال چیزوں سے بچنا چاہیے، جیسا کہ لغو چیزوں سے، کیونکہ یہ اکثر حرام کی طرف لے جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول گفتگو، جسے گناہ نہیں سمجھا جاتا، اکثر غیبت اور جھوٹ جیسے گناہوں کا باعث بنتا ہے۔ مال کا فضول خرچ اکثر فضول خرچی کا باعث بنتا ہے جو کہ گناہ ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27:

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکر رہا ہے۔

لوگوں کی اکثریت جو گمراہ ہو چکی ہے، مرحلہ وار عمل کے ذریعے ایسا ہو گیا۔ مثال کے طور پر وہ ان میں حصہ لیے بغیر غیر قانونی چیزوں تک پہنچ گئے اور آخر کار، وقت گزرنے کے ساتھ، ان غیر قانونی چیزوں میں حصہ لینے کے لیے حوصلہ افزائی اور آزمائش کی گئی۔ مثال کے طور پر کوئی ایسا شخص جو شراب پینے والے لوگوں کے ساتھ جاتا ہے، آخر کار اس کے پینے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، پھر وہ شخص جو شراب پینے والے لوگوں کے ساتھ نہیں جاتا۔ کچھ حلال چیزوں خصوصاً فضول چیزوں سے بچنے کا یہ رویہ وہ چیز ہے جس کی نصیحت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2451 میں موجود حدیث میں فرمائی ہے۔ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص متقی نہیں بن سکتا، یعنی ان نعمتوں کو استعمال کرنے پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا جب تک کہ کچھ اسلامی تعلیمات میں اس سے خوفزدہ نہ ہو جائیں، جیسا کہ کچھ شریعتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ انہیں غیر قانونی اس لیے نہ صرف حرام چیزوں سے پرہیز کرنے پر زیادہ توجہ دینی چاہیے بلکہ کچھ حلال چیزوں سے بچنا چاہیے، خاص طور پر لغو چیزوں سے، اس خوف سے کہ وہ آخر کار حرام کی طرف لے جائے گی۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے، جس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے جو راستبازی کا نچوڑ ہے اور دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدود کے قریب نہ جانے کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے وہ حلال چیزوں خصوصاً فضول کاموں میں زیادتی کرے گا، جس سے ان کے حرام کاموں کے مرتکب ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے اور وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں گی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور لمحات کو حاصل نہ کر سکیں۔ سربلند یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے اگر کوئی ان لوگوں کی زندگی کا مشاہدہ کرے جو اس طرح کے برتاؤ کرتے ہیں، جیسے کہ امیر۔ باب 9 :توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جو شخص صحیح رویہ اختیار کرے گا اور جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا اسے دونوں جہانوں میں سکون ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ان کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کے گھر سمیت ان کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، اور اسی لیے :باب 53 عن نجم، آیت 43 وہ چنتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون ملے اور کس کو نہیں۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 4 النساء آیت 77

”اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا، [یہاں تک کہ [دھاگے کے اندر [کھجور کے بیج کے اندر]۔“

چونکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے مکمل اور مکمل کنٹرول سے نہیں بچ سکتا اس لیے ہر شخص کو دونوں جہانوں میں اپنے ارادوں، قول و فعل کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 4 النساء آیت 78

”...تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی، چاہے تم بلند عمارتوں کے اندر ہی کیوں نہ ہو“

،جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے تمام معاملات پر مکمل اختیار رکھتا ہے، بشمول ان کے روحانی دلوں، سکون قلب کا گھر، اور چونکہ ہر شخص اپنے جوابدہی کے لیے لازماً اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے اس لیے اس کی سچی اطاعت کرنا معنی خیز ہے، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 4 النساء آیت 78

لیکن اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے، کہہ دو کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ کوئی بات سمجھ ہی نہیں پاتے؟

عام طور پر، اس آیت کا اختتام اس بات کو سمجھنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی مسئلے کے بارے میں پہلے سے سوچ لے، جیسے کہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنا جب بھی اس کی خواہشات سے متصادم ہو، جب بھی ان کے سامنے حق کو پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی اس پر عمل کرے گا۔ باب 4 النساء آیت 78

”تو پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ وہ کوئی بات سمجھ ہی نہیں پاتے؟“

اس رویہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ انہیں دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں صحیح رہنمائی حاصل کرنے سے روک دے گا۔ اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے کھلے ذہن کو اپنانا چاہیے اور ثبوت اور علم کا جائزہ لینا چاہیے۔

باب 4 النساء آیت 78

”تو پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ وہ کوئی بات سمجھ ہی نہیں پاتے؟“

اس کے علاوہ یہ لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو صحیح طور پر سنیں تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ اس میں اسلامی علم کو غور سے سننا، علم کو اپنے ماضی کے تجربات سے جوڑنا مستقبل میں تعلیمات کو کیسے نافذ کرنا ہے اس کا جائزہ لینا اور اس کے لیے مخلصانہ کوشش کرنا شامل ہے۔ یہ طرز عمل اسلامی علم سے استفادہ کو یقینی بنائے گا جس کا وہ مطالعہ کرتے ہیں۔ ان اقدامات پر عمل کیے بغیر محض اسلامی معلومات کو سننے سے ان کے طرز عمل پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑے گا۔ یہی بنیادی وجہ ہے کہ مسلمان مثبت طور پر تبدیل نہیں ہوتے ہیں حالانکہ ان کی اسلامی معلومات تک پہلے سے زیادہ دسترس ہے۔

باب 4 النساء آیت 78

لیکن اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے، کہہ دو کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے، تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ کوئی بات سمجھ ہی نہیں پاتے؟

جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تمام چیزوں پر مکمل کنٹرول کی تعریف کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اس دنیا میں آنے والی پریشانیوں، پریشانیوں اور مشکلات کے لیے لامحالہ دوسری چیزوں کو ذمہ دار ٹھہرائے گا، بجائے اس کے کہ یہ مشاہدہ اور سمجھ سکے کہ یہ نتیجہ ان کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، جس میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال بھی شامل ہے۔ باب 4 النساء، آیت 79

تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، لیکن جو تمہیں برائی پہنچتی ہے، وہ تمہاری "طرف سے ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی کرے گا تاکہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر سکے، وہ ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے جگہ دیں گے اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں گے۔ جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اس کی ذہنی اور جسمانی حالت غیر متوازن ہو جائے گی، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کر دے گا اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی تعلیمات اور اپنی روایات کے ذریعے اس حقیقت کو ہر اس شخص پر واضح کر دیا ہے جو اس دنیا میں آخر وقت تک رہے گا اور اس لیے کسی کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہتا کہ وہ غلط راستہ اختیار کرے۔ باب النساء، آیت 79

”اور ہم نے آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اس لیے دونوں جہانوں میں ہر شخص ہر نیت، قول اور عمل کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 79

”اور اللہ گواہ کافی ہے۔“

اسلام کے مخالفوں کی طرف سے استعمال کی جانے والی حکمت عملیوں میں سے ایک، جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے درمیان تفریق پیدا کرنا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیمات کو مجسم کرنے والے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدنام کرنے کی ترغیب دے کر، وہ انہیں قرآن پاک کی غلط تشریح کرنے اور آخرکار راہ راست سے بھٹکانے کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی

کی ضرورت پر روشنی ڈالی کیونکہ یہ مسلمانوں کو اس قابل بنائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے
:تئیں اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کر سکیں۔ باب 4 النساء آیت 80

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

:باب 3 علی عمران، آیت 31 اور

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور
”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

:اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔

لہذا ابہام سے بچنے اور راہِ راست پر رہنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات دونوں کو سنجیدگی سے سیکھیں اور ان پر عمل کریں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن کریم کے پیغام کی عملی مثال کے طور پر کام کرتے ہیں، اس طرح لوگوں کو اسلامی اصولوں کو سمجھنے اور ان کو مؤثر اور صحیح طریقے سے لاگو کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے انسان ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو اسے عطا کی گئی ہیں جس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی خلوص نیت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہے تو اسے اپنی گمراہی کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، جب کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے آزاد ہیں کیونکہ انہوں نے آخری وحی پہنچانے اور انسانیت کے لیے بہترین نمونہ بننے کے اپنے مشن کو خلوص نیت سے پورا کیا۔ باب 4 النساء آیت 80

لیکن جو روگردانی کرتے ہیں ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔“

عام طور پر دیکھا جائے تو یہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے باہر کی دنیا میں اسلام کی صحیح نمائندگی کرے، لیکن یہ اس کا فرض نہیں ہے کہ وہ بالغوں کو زندگی میں صحیح راستہ اختیار کرنے پر مجبور کریں، جیسے کہ اپنے بالغ بچے۔ ہر بالغ کو زندگی میں اپنا راستہ خود چننے کی آزادی دی گئی ہے اور جب تک ان کے اردگرد موجود مسلمان انہیں اپنے عمل اور قول سے صحیح راستہ دکھاتے رہیں گے، وہ زندگی میں اگر کوئی غلط راستے کا انتخاب کرتا ہے تو وہ کسی بھی الزام اور جوابدہی سے پاک ہے۔ لہذا، انسان کو اپنے فرض پر توجہ دینا چاہیے کہ وہ عملی اور زبانی طور پر دوسروں کو زندگی میں صحیح راستے کا انتخاب کرنے کی تلقین کریں اور ان لوگوں پر غم نہ کریں جو جان بوجھ کر غلط راستے کا انتخاب کرتے ہیں، کیونکہ انہیں دونوں جہانوں میں اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ باب 4 النساء، آیت 81

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اطاعت کا عہد کرتے ہیں، لیکن جب وہ آپ کو چھوڑ دیتے ہیں، تو ان میں سے "ایک گروہ آپ کے کہنے کے سوا کچھ کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے رات گزارتا ہے، لیکن اللہ لکھ لیتا ہے جو وہ رات میں تدبیر کرتے ہیں۔"

ایک مسلمان کو ایسے منافق کا رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو زبانی طور پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان اور اطاعت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اطاعت کے عمل سے اس کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بجائے ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے اور: دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 81

لیکن اللہ لکھ لیتا ہے جو وہ رات میں تدبیر کرتے ہیں۔“۔

اس دنیا میں، ان کا رویہ ان کو ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کا سبب بنے گا اور ان کو اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا۔ یہ انہیں دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات سے بھری زندگی کی طرف لے جائے گا۔ اس کے علاوہ جو شخص منافق کی طرح برتاؤ کرتا ہے اسے ڈرنا چاہیے کہ وہ آخرت میں ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کی مزید تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت اعمال کے ساتھ نہ کرے تو وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلا جائے گا۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جس کو بڑھنے، پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی یا دیگر ضروری چیزوں سے محروم پودا مرجھا سکتا ہے، اسی طرح کسی شخص کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور اطاعت کے بغیر مر سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہوگا۔

لیکن اللہ لکھ لیتا ہے جو وہ رات میں تدبیر کرتے ہیں۔“۔

جو شخص اپنی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہتا ہے اسے یہ سوچ کر گمراہ نہیں کرنا چاہیے کہ اس نے ابھی تک کسی نتیجے کا سامنا نہیں کیا یا اسے تسلیم نہیں کیا، اس کا مطلب ہے کہ وہ ان سے محفوظ ہے۔ درحقیقت، یہ غلط ذہنیت انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنے کی ترغیب دے گی، جو انہیں ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں صحت مند توازن حاصل کرنے سے روک دے گی اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گی۔ اس لیے یہ رویہ خوشی کے ذرائع کو تبدیل کر دے گا — جیسے خاندان اور دوست — تناؤ کے ذرائع میں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو نظر انداز کرتے رہیں گے، تو وہ ان کی زندگیوں میں آنے والے فسادات کے لیے اپنے قریب ترین لوگوں، جیسے کہ شریک حیات، پر غلط الزام لگا دیں گے۔ ان قیمتی افراد کو، کاٹنا ان کی جدوجہد کو مزید گہرا کرے گا، جس کے نتیجے میں ذہنی صحت کے مسائل جیسے ڈپریشن، مادے کی لت، یا یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ نمونہ ان لوگوں میں واضح ہے جو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور، ان کی دنیاوی آسائشوں تک رسائی کے باوجود۔

ایک مسلمان کو ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں پر لازماً منفی اثر ڈالیں گے، خواہ دانستہ یا غیر ارادی طور پر چاہے ظاہری طور پر یا ظاہری طور پر۔ لہذا اگر کوئی مسلمان ایسے لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو منافقوں جیسا سلوک کرتے ہیں تو وہ بھی یہ منافقانہ رویہ اختیار کریں گے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عمل سے اس کی تائید نہیں کرتے۔ باب 4 النساء، آیت 81

”...تو انہیں چھوڑ دو“

اس کے بجائے، انسان کو اس دنیا میں صحیح صحبت کی تلاش کرنی چاہیے تاکہ وہ صحیح طرز عمل اختیار کریں، جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو۔ اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو تنہائی سے کبھی نہیں ڈرنا چاہیے اگر وہ اپنے منافق ساتھیوں کو چھوڑ دیں اور اس کے بجائے یہ بھروسہ رکھیں کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے، وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ذہنی سکون حاصل کریں گے، کیونکہ اللہ باب 53 تعالیٰ اکیلا ہی تمام چیزوں کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون۔
:عن نجم، آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 4 النساء آیت 81

”پس ان کو چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اور اللہ کارساز کے لیے کافی ہے۔“

یہ ذہنی سکون اپنے منافق ساتھیوں کی صحبت چھوڑ کر تنہائی کے احساس کو دور کر دے گا۔ اس کے علاوہ، جو شخص صحیح طریقے سے برتاؤ کرتا ہے، اسے دونوں جہانوں میں بہتر ساتھی عطا کیے جائیں گے، جو انہیں ذہنی سکون کی راہ پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

باب 4 - النساء، آیات 82-87

أَفَلَا يَتَذَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

فَقَنِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكْفِ بِأَسِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بِأَسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ﴿٨٤﴾

مَنْ يَشْفَعْ شَفْعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفْعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيمًا ﴿٨٥﴾

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِنَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوها إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لِيَجْمَعَ بَيْنَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿٨٧﴾

پھر کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ تضاد پاتے۔

اور جب ان کے پاس [عوامی] سلامتی یا خوف کے بارے میں کوئی [معلومات] آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اسے رسول کی طرف یا ان میں سے صاحب اختیار لوگوں کی طرف

رجوع کرتے تو جو لوگ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں ان کو اس کا علم ہوتا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند لوگوں کے سوا تم شیطان کی پیروی کرتے۔

پس اللہ کی راہ میں لڑو۔ آپ کو اپنے سوا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاتا۔ اور مومنوں کو ترغیب دیں کہ شاید اللہ کافروں کی [فوجی] قوت کو روک دے۔ اور اللہ طاقت میں بڑا ہے اور سزا دینے میں زیادہ مضبوط ہے۔

جو کسی نیک مقصد کے لیے سفارش کرے گا اسے اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور جو کسی برے کام کے لیے سفارش کرے گا اس کے لیے اس میں سے ایک حصہ [بوجھ] ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

اور جب تم کو سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دو یا [کم از کم] اس کا جواب [اسی طرح] دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تمہیں قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ اور بات میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ان عظیم ترین دلیلوں میں سے ایک کا تذکرہ کیا ہے جو قرآن کریم کی الہی ابتداء پر دلالت کرتی ہے۔ باب 4 النساء آیت 82

تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت "زیادہ تضاد پاتے۔"

قرآن پاک میں الفاظ بے مثال ہیں اور اس کے معانی سیدھے سادے طریقے سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے الفاظ اور اشعار انتہائی فصیح و بلیغ ہیں اور کوئی کتاب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ یہ تمام تضادات سے پاک ہے، جو دوسرے مذاہب کے تمام صحیفوں اور تعلیمات میں پائے جاتے ہیں۔ قرآن پاک میں پچھلی امتوں کی تاریخ کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے حالانکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریخ میں تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ ہر نیکی کا حکم دیتا ہے اور ہر برائی سے روکتا ہے۔ جو ایک فرد پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جو پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں، تاکہ ہر گھر اور معاشرے میں انصاف، سلامتی اور امن پھیل جائے۔ قرآن مجید مبالغہ آرائی، جھوٹ یا کسی بھی جھوٹ سے اجتناب کرتا ہے، شاعری، کہانیوں اور افسانوں کے برعکس۔ تمام آیات فائدہ مند ہیں اور ان کا عملی طور پر کسی کی زندگی پر اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قرآن پاک میں ایک ہی کہانی کو دہرایا جاتا ہے تو مختلف اہم اسباق کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ دوسری تمام کتابوں کے برعکس، قرآن پاک کا بار بار مطالعہ کرنے پر کوئی شخص بور نہیں ہوتا۔ قرآن پاک وعدے اور تنبیہات فراہم کرتا ہے اور ناقابل تردید اور واضح دلائل کے ساتھ ان کی تائید کرتا ہے۔ جب قرآن پاک کسی ایسی چیز پر بحث کرتا ہے جو تجریدی معلوم ہو سکتی ہے، جیسے صبر کو اپنانا، تو یہ ہمیشہ اسے اپنی زندگی میں نافذ کرنے کا ایک سادہ اور عملی طریقہ فراہم کرتا ہے۔ یہ لوگوں کو اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری شامل ہے، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اور اس طرح انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کو یقینی بنانا ہے۔ یہ سیدھا راستہ اس شخص کے لیے واضح اور پرکشش بناتا ہے جو ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی چاہتا ہے۔ جیسا کہ یہ انسانوں کی فطرت کو مخاطب کرتا ہے، یہ لازوال مشورہ ہے جو ہر شخص، جگہ اور نسل کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ ہر جذباتی، معاشی اور جسمانی مشکل کا علاج ہے جب اسے صحیح طریقے سے سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ یہ ہر اس مسئلے کا حل فراہم کرتا ہے جس کا سامنا ایک فرد یا پورے معاشرے کو ہوسکتا ہے۔ صرف تاریخ کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جن معاشروں نے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کیا وہ اس کی ہمہ گیر اور لازوال تعلیمات سے کس طرح مستفید ہوئے۔

صدیاں گزر گئیں ابھی تک قرآن پاک میں ایک حرف بھی نہیں بدلا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ تاریخ کی کوئی اور کتاب اس معیار کی حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کے اندر پائے جانے والے بنیادی مسائل پر بحث کی اور ان سب کا عملی علاج بھی تفصیل سے بتایا۔ جڑ کے مسائل کو درست کرنے سے، ان گنت شاخوں کے مسائل جو ان سے پیدا ہوتے ہیں خود بخود درست ہو جائیں گے۔ اس طرح قرآن پاک نے ان تمام چیزوں کو بیان کیا ہے جن کی ایک شخص اور معاشرے کو دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے ضرورت ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89

“اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

یہ سب سے بڑا لازوال معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے۔ لیکن حق کی تلاش اور اس پر عمل کرنے والوں کو ہی اس سے فائدہ پہنچے گا جبکہ اپنی خواہشات اور اس سے چیری چننے والوں کو دونوں جہانوں میں نقصان ہی ہوگا۔ باب 17 الاسراء، آیت 82:

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

باب 4 النساء آیت 82

تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت "زیادہ تضاد پاتے۔"

جیسا کہ قرآن مجید کا مطالعہ کرتے وقت کچھ پس منظر کا علم درکار ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا علم، اس لیے جو کچھ بھی ظاہری طور پر متضاد معلوم ہو، وہ درحقیقت تضاد نہیں ہے، جیسا کہ منسوخی کا عمل۔

منسوخی کے عمل میں ایک مخصوص حکم یا ممانعت کو دوسرے کے ساتھ تبدیل کرنا شامل ہے۔ یہ عمل بہت سے دنیاوی حالات میں بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ جب کوئی طبیب دوا تجویز کرتا ہے۔ ایک ڈاکٹر اکثر ابتدائی طور پر دوا کی پوری خوراک نہیں لکھتا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا مریض اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔ لہذا، وہ ابتدائی طور پر کم خوراک اور تعدد کی مقدار تجویز کرتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ خوراک اور استعمال کی تعدد میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ بتدریج تعمیر انسانی جسم کو کم سے کم ضمنی اثرات کے ساتھ تجویز کردہ دوا سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکنیک کو وقت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا۔ یہ ایک وجہ ہے کہ قرآن پاک ایک ہی بار میں نازل نہیں ہوا۔ باب 25 الفرقان، آیت 32:

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نازل نہیں ہوا؟ "اس طرح ہم اس کے "ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے الگ الگ کر دیا ہے۔"

،منسوخی تکنیک کو استعمال کرنے کی ایک مثال شراب کی ممانعت میں دیکھی جاتی ہے۔ باب 2 البقرہ
آیت 219:

”وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور“
”لوگوں کے لیے کچھ فائدہ بھی ہے۔ لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔“

:اور باب 4 النساء آیت 43

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم یہ نہ جان لو“
کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔“

:اور آخر میں باب 5 المائدہ آیت 90

اے ایمان والو، بے شک نشہ، جوا، پتھروں پر قربانی کرنا، اور طاغوت کے تیر شیطان کے کام سے“
”ناپاک ہیں، لہذا اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مراحل میں شراب ممنوع تھی۔ ایک ہی بار میں اس کی ممانعت سے ان لوگوں پر منفی ردعمل ہوتا جو اس کے عادی تھے جن میں زیادہ تر عرب شامل تھے۔ باب 2 البقرہ
آیت 106:

ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو بھلا دیتے ہیں مگر یہ کہ ہم اس سے بہتر یا اس سے
”سے ملتی جلتی آیت لے آئیں۔“

لہذا منسوخی کے عمل پر تنقید کرنا اور اسے قرآن مجید کی صداقت کے خلاف ثبوت کے طور پر
استعمال کرنے کی کوشش کرنا محض حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو تعلیم دینا بہتر جانتا
ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 106

”کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟“

باب 4 النساء آیت 82

تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت
”زیادہ تضاد پاتے۔“

یہ آیت ہر کسی کو خواہ اس کے علم کی سطح سے بالاتر ہو، قرآن کریم پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ لہذا یہ عقیدہ کہ قرآن کریم میں غور و فکر صرف اور صرف اہل علم کے لیے ہے گمراہ ہے اور اس آیت کے جوہر کے خلاف ہے۔ تاہم، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علمی تربیت کے بغیر آیات کی تشریح کریں یا آزادانہ طور پر قانونی احکام اخذ کریں، کیونکہ یہ گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کے بجائے، افراد کو ان پہلوؤں پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیے جن کا اسلامی فقہ سے تعلق نہیں ہے، سیدھے اور واضح معاملات پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے، جیسے کہ مثبت خصلتیں جو مسلمانوں میں پائی جائیں اور جن منفی خصلتوں سے انہیں بچنا چاہیے، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ عکاسی کی یہ سطح ہر کسی کے لیے قابل رسائی ہے۔ مناسب رہنمائی کو یقینی بنانے کے لیے قابل اعتماد تراجم اور تبصروں کی مدد سے مزید پیچیدہ مضامین سے رابطہ کیا جانا چاہیے۔ جب عام لوگ اپنی زبان میں ترجمے اور تشریحات کے ذریعے قرآن پاک کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں، تو یہ اللہ تعالیٰ کے لیے گہری محبت اور تعظیم کو فروغ دیتا ہے، اور اس کی اطاعت اور بعد کی زندگی کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرنے کی حقیقی خواہش پیدا کرتا ہے۔ اس تفہیم کو حاصل کرنے کا سب سے مؤثر طریقہ ایک عالم کی سرپرستی میں سیکھنا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس تناظر میں جو کچھ بھی سیکھا جاتا ہے اس پر ذاتی طور پر غور کیا جائے، تاکہ لوگ قرآن پاک کی تعلیمات کو اپنی روزمرہ کی زندگیوں میں لاگو کر سکیں۔ تاہم اگر کسی عالم سے مطالعہ کرنا ممکن نہ ہو تو قرآن کریم کی مستند تفسیروں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جب بھی کسی موضوع پر ابہام پیدا ہو تو اہل علم سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ باب 4 النساء آیت 82

تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت "زیادہ تضاد پاتے۔"

لیکن جو لوگ قرآن پاک کی حقانیت کو رد کرنے کے لیے پہلے سے طے شدہ ذہنیت اختیار کرتے ہیں جب کہ اس کی تعلیمات تک پہنچتے ہیں، جیسا کہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، اس کی صداقت کو قبول نہیں کریں گے اور اس کو رد کرنے کے لیے گھٹیا بہانے بنانے کی کوشش کریں گے۔ یہ لوگ اکثر اسی طرح دنیاوی علم سے رجوع کرتے ہیں۔ یعنی وہ کھلے ذہن کے ساتھ اس سے رجوع نہیں کرتے اور اپنے فیصلے اور فیصلوں کو واضح ثبوت پر نہیں بناتے کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔ اس کے بجائے، وہ پہلے سے طے شدہ فیصلوں کو اپناتے ہیں جو ان کے مقاصد اور خواہشات کے مطابق ہوتے ہیں، جس کی ایک مثال اگلی آیت میں مذکور ہے۔ باب 4 النساء آیت 83

اور جب ان کے پاس [عوامی] سلامتی یا خوف کے بارے میں کوئی اطلاع آتی ہے تو وہ اسے پھیلا" ...دیتے ہیں

اگر کوئی معلومات اور علم تک پہنچنے میں صحیح رویہ اختیار کرے تو وہ اس طرح کا برتاؤ نہیں کرے گا۔ اس کے بجائے، وہ سمجھیں گے کہ غیر تصدیق شدہ معلومات پھیلانے سے دوسروں کو غیر ضروری نقصان پہنچے گا۔

سوشل میڈیا کی آج کی دنیا میں، غلط معلومات کے پھیلاؤ کو کنٹرول کرنا ناقابل یقین حد تک چیلنجنگ ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے قرآن پاک میں فراہم کردہ رہنمائی پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ باب 4 النساء آیت 83

لیکن اگر وہ اسے واپس رسول کی طرف یا ان میں سے صاحب اختیار لوگوں تک پہنچاتے تو جو ”لوگ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں وہ اس کے بارے میں جان چکے ہوتے۔“

کسی بھی معلومات کا اشتراک کرنے سے پہلے، یہ ضروری ہے کہ اس کی درستگی کی تصدیق کی جائے اور اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اس کی ابتدا کسی قابل اعتماد ذریعہ سے ہوئی ہے۔ یہ نقطہ نظر نہ صرف جوابدہی کو فروغ دیتا ہے بلکہ اس غیر ارادی نقصان کو بھی روکتا ہے جو غیر مصدقہ خبروں کو شیئر کرنے سے ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ بہترین نیت کے ساتھ۔

اگرچہ کچھ افراد یہ سوچ سکتے ہیں کہ وہ خبروں کا اشتراک کر کے مددگار ہو رہے ہیں، لیکن وہ نادانستہ طور پر غیر تصدیق شدہ معلومات پھیلا کر جذباتی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں سمیت بہت سے لوگ حقائق کی تصدیق کے لیے وقت نکالے بغیر اکثر متن اور سوشل میڈیا کے ذریعے پیغامات آگے بھیج دیتے ہیں۔ یہ خاص طور پر اہم ہے جب معلومات مذہبی معاملات سے متعلق ہوں، کیونکہ غلط تفصیلات کا اشتراک دوسروں کے لیے سنگین نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم، نمبر 2351 کی ایک حدیث اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ کسی کو غلط معلومات سے حاصل کردہ اعمال کی وجہ سے کس ممکنہ سزا کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

مسلم کمیونٹی پر اثر انداز ہونے والے موجودہ واقعات کے پیش نظر، معلومات کی تصدیق کی ضرورت اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔ جھوٹی یا گمراہ کن خبروں کو پھیلانا نہ صرف غیر ضروری خوف و ہراس کا باعث بنتا ہے بلکہ مسلمانوں اور دیگر کمیونٹیز کے درمیان تقسیم کو بھی بڑھاتا ہے جو کہ اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔

ایک عقلمند مسلمان کو یہ جان لینا چاہیے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے غیر تصدیق شدہ معلومات شیئر کرنے سے باز رہنے پر سوال نہیں کرے گا۔ تاہم، وہ ان کو اس معلومات کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا جو وہ شیئر کرنے کا انتخاب کرتے ہیں، قطع نظر اس کی درستگی۔ لہذا، ایک سمجھدار مسلمان صرف تصدیق شدہ معلومات کا اشتراک کرے گا، غلط معلومات پھیلانے کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے غیر تصدیق شدہ کسی بھی چیز کو روکنے کا انتخاب کرے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ اگر اس نے صحیح ہدایت قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کی صورت میں نازل نہ کی ہوتی تو وہ لازماً شیطان کی پیروی کرتے۔
باب 4 النساء آیت 83

”اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے۔“

اسلام واضح کرتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ ہر حال میں صحیح رہنمائی حاصل کرے گا، وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے جگہ دے گا۔ لہذا اسلام کی رہنمائی دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتی ہے۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کو رد یا نظر انداز کرنے والا ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے شیطان کی پیروی کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے گا، یہ ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے سے روکے گا۔ لہذا، وہ ایک دکھی زندگی گزاریں گے، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ ایک شخص کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے، خواہ یہ تعلیمات ذاتی خواہشات سے ٹکرا سکیں۔ ایک عقلمند مریض کی طرح جو اپنے ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتا ہے، اس بات سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے کہ بعض دوائیوں کی تلخی یا سخت خوراک کے چیلنجوں کے باوجود یہ ان کی اپنی بھلائی کے لیے ہے، ایسے افراد جو اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہیں وہ بھی ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی تندرستی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کی جڑ اس فہم میں ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ضروری علم ہے جو کسی کی ذہنی اور جسمانی حالتوں میں ہم آہنگی حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے اور ہر چیز اور ہر ایک کو ان کی زندگی میں صحیح جگہ پر رکھتا ہے۔ جب کہ معاشرہ اپنے علم اور وسیع تحقیق کے ذریعے ذہنی اور جسمانی صحت کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ مکمل حل فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ کوئی بھی مطالعہ ہر قسم کے تناؤ کو روک نہیں سکتا یا اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ افراد اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے جگہ دیتے ہیں، کیونکہ انسانی سمجھ تجربہ، علم، تعصب اور دور اندیشی سے محدود ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گہرے علم و حکمت کو قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ بانٹ دیا ہے۔ یہ حقیقت ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے جو اپنے اعمال کو اسلامی تعلیمات کے مطابق نہ کرنے والوں کے مقابلے میں ہم آہنگ کرتے ہیں۔ جس طرح مریض اپنے تجویز کردہ علاج کی سائنس کو سمجھ نہیں پاتے پھر بھی اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ان کی زندگیوں پر مثبت اثرات کو پہچانا جاسکے۔ اندھا اعتقاد طلب کرنے کے بجائے، وہ لوگوں کو کھلے اور غیر جانبدارانہ ذہن کے ساتھ ان تعلیمات باب 12 یوسف، آیت تک پہنچنے کی دعوت دیتا ہے، تاکہ وہ سچائی اور ان کے فوائد کو دیکھ سکیں۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 83

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے، سوائے چند ”

چند سے مراد وہ لوگ ہیں جو مقبول رائے، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کی اندھی تقلید کرنے سے گریز کرتے ہیں اور دنیاوی لذتوں کے پیچھے رہنے کے بجائے سادہ طرز زندگی اپنا کر ذہنی سکون حاصل کرنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ شخص ایک خاص سطح کا ذہنی سکون حاصل کر لے گا، کیونکہ وہ سادہ طرز زندگی اختیار کر کے اپنے دنیاوی تناؤ کو کم کرے گا، لیکن جب تک وہ اسلامی تعلیمات

میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال نہیں کرے گا، وہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکے گا۔

چند اس فطرت کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا تھا۔ یہ فطرت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مربوط ہے۔ صحیح بخاری نمبر 4775 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نوعیت کا ماخذ اس زمین پر آنے سے پہلے تمام لوگوں کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 172

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور "ان کو ان کی ذات پر گواہی دی، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے گواہی دی ہے، ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

یہ فطرت اکثر ایک مجرم شعور کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، یہاں تک کہ ایک ایسے شخص میں جو خدا کو نہیں مانتا۔ وہ افراد جنہوں نے اپنے آپ کو گناہ کی زندگی میں مکمل طور پر غرق نہیں کیا ہے وہ اکثر جرم کا تجربہ کرتے ہیں جب وہ ایسے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں جنہیں عام طور پر غلط سمجھا جاتا ہے، جیسے جھوٹ بولنا یا دوسروں کو دھوکہ دینا۔ جرم کا یہ احساس بیرونی نتائج کی غیر موجودگی میں بھی برقرار رہتا ہے، جیسے کہ قانونی اثرات یا سماجی تنقید۔ یہاں تک کہ جب وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے غلط کام کے نتائج سے بچ سکتے ہیں، جرم کا احساس باقی رہتا ہے۔ اگر اس زندگی میں یا بعد کی زندگی میں ان کے اعمال کا کوئی جوابدہ نہیں ہے، تو کوئی سوچ سکتا ہے کہ یہ جرم کیوں موجود ہے۔ اس جرم کا ماخذ ایک فرد کے ضمیر اور اس کی روح کے درمیان تعلق ہے، جس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلے سے تعلق ہے۔ اس تعلق سے قیامت کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے، قطع نظر اس کے کہ فرد اسے تسلیم کرتا ہے۔ جیسا کہ روح اس بات سے واقف ہے کہ انسان کو بالآخر ان کے اعمال کا جوابدہ ٹھہرایا جائے گا، جب بھی کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو یہ پچھتاوے کے جذبات کو جنم دیتا ہے۔ یہ اندرونی نصیحت ایک مجرم ضمیر کے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا جو شخص اس فطرت کی اطاعت کرے گا جس پر وہ پیدا کیے گئے ہیں، جس میں ان کا ضمیر بھی شامل ہے، وہ کبیرہ گناہوں سے بچ جائے گا، خواہ وہ اسلام پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور اس کے نتیجے میں وہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے بچ جائے گا۔ باب 4 النساء آیت 83

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کی پیروی کرتے، سوائے چند ” کے۔

جب تک لوگ اپنے ضمیر کو غلط کاموں کے سائے میں اس حد تک دبا نہیں دیتے کہ اپنے احساس جرم کو بے حس کر دیں، انہیں اپنے مجرم ضمیر پر دھیان دینا چاہیے، اس کی اہمیت پر غور کرنا چاہیے، اور اس سچائی کو تسلیم کرنا چاہیے کہ آخر کار انہیں ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ہونا چاہیے۔ ممکن ہے کہ اس آگاہی کے ذریعے وہ ان نعمتوں سے استفادہ کرنے کے لیے فعال قدم اٹھائیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حامل ہو، جیسا کہ قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53

ہم انہیں اپنی نشانیاں افق پر اور ان کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہ ”...حق ہے

لہذا جو شخص دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس فطرت کو قبول کرے جس پر وہ پیدا کیے گئے ہیں اور خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں۔ باب 4 النساء آیت 84

”پس اللہ کی راہ میں لڑو۔“

قرآن کریم کی آیات کے معانی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں ان کے صحیح تناظر میں دیکھا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث کی تنہائی میں تاویل نہ کی جائے۔ اس کے نزول کے حالات پر غور کرنا چاہیے۔ صرف ایسا کرنے سے ہی کوئی اس کے مضمرات کو درست طریقے سے سمجھ سکتا ہے اور برے کاموں کو جواز فراہم کرنے کے لیے اس کا غلط استعمال کرنے سے بچ سکتا ہے۔ ان آیات اور احادیث کو سمجھنے کے لیے ان کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی عینک سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ نقطہ نظر ہر آیت یا حدیث سے متعلق مخصوص مضامین یا حالات کو واضح کرنے میں مدد کرتا ہے۔

مزید برآں، یہ جاننا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو صرف ایک جائز حکمران کی قیادت میں بیرونی خطرات کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہے اور قرآن پاک میں فراہم کردہ رہنما اصولوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ جو لوگ اس طرح کے کاموں میں ملوث ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ متعین حدود اور قوانین سے تجاوز نہ کریں۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی "کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور باب 2 البقرہ، آیت 194

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے "اور اللہ سے ڈرو۔

ایسا ہی ایک قاعدہ جنگ کا سہارا صرف اس وقت ہے جب کسی پر حملہ کیا جائے، جیسا کہ زیر بحث
:اہم آیات سے اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔“

لہذا امن کی حالت میں دشمن پر جسمانی جارحیت کا مظاہرہ کرنا حرام ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب
:دشمن جارحیت سے باز آجائے تو مسلمانوں کو بھی باز آنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]۔۔۔“
”نہیں ہوگی۔

:اگر دشمن چاہے امن اسے دیا جانا چاہئے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ
نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔“

تیسرا اصول شہریوں کے تحفظ پر زور دیتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنازعات کے وقت عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کے ساتھ ساتھ راہبوں اور متولیات کو نقصان پہنچانے سے مسلسل منع فرمایا ہے۔ بہت سی احادیث مثلاً سنن ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728 اس ہدایت کی تصدیق کرتی ہیں۔

اسلام کے پہلے خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بچوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ بوڑھوں کے قتل کو حرام قرار دے کر اس پیغام کو تقویت دی۔ اس نے پھل دار درختوں کو تباہ کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے کے خلاف بھی وکالت کی، جیسا کہ مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33121 میں ایک حدیث میں مذکور ہے۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلم فوجوں کو کسانوں سمیت غیر جنگجوؤں کو نقصان نہ پہنچانے کی ضرورت کو مزید واضح کیا۔ اس کی تصدیق مسنف ابن ابی شیبہ کی حدیث نمبر 33120 سے ہوتی ہے ۔

تنازعہ کے امکان کا سامنا کرتے وقت، مسلم کمیونٹی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر ممکن حد تک مکمل طور پر تیار کریں۔ اس طرح کی تیاری کا مقصد دشمن کو حملہ کرنے سے روکنا ہے۔ اگر دشمن امن کا خواہاں ہے تو اس کی خواہش کا اثبات میں جواب دینا ضروری ہے۔ باب 8 انفال: آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے ”دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف“ مائل ہو جاؤ۔

ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدوں کی پاسداری نہیں کرتے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام نے اپنے معاہدوں کا احترام کرنے والوں پر حملہ کرنے سے منع کیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے نہ صرف زبان اور عمل سے قبول کرنا ضروری ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ امن رکھنے والوں کے ساتھ ہر حال میں انصاف کیا جائے۔ باب 60 الممتحنہ، آیات 8-9:

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور مسلمانوں کو اس کی خواہش نہ کرتے ہوئے مجبور کیا جانا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تصادم کی تلاش سے متنبہ کیا اور ان پر زور دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی تمنا کریں۔ تاہم، اگر وہ اپنے آپ کو کسی مخالف کا مقابلہ کرنے پر مجبور محسوس کرتے ہیں، تو انہیں پر عزم رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ یہ ہدایت صحیح بخاری نمبر 2966 کی ایک حدیث میں درج ہے۔

ان تعلیمات کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ طاقت کا استعمال آخری حربہ ہونا چاہیے، اس کا اطلاق صرف اس صورت میں کیا جائے جب بالکل ضروری ہو اور قرآن پاک میں بیان کردہ اصولوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، ضروری ہے کہ کسی آیت یا حدیث کا اس کے صحیح تناظر میں جائزہ لیا جائے تاکہ اس میں شامل افراد، حالات اور مقام کے حوالے سے اس کی مطابقت کو سمجھا جا سکے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ، خواہ جان بوجھ کر یا نادانستہ، اختلاف سے متعلق آیات اور احادیث کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ اس کی ایک معروف مثال وہ آیت ہے جسے قرآن مجید میں "تلوار" کی اصطلاح کی عدم موجودگی کے باوجود عام طور پر "تلوار کی آیت" کہا جاتا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 5:

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا "محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔"

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ جنگ کا یہ اعلان خاص شرائط اور امن مراعات سے مشروط ہے۔ مزید برآں، اس اور دیگر متعلقہ آیات کے ارد گرد کے تاریخی سیاق و سباق کا جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ تنازعہ میں ملوث ہونے کے لیے ایک عالمگیر رہنما اصول کے طور پر کام نہیں کرتا ہے۔ آیت کا تعلق افراد کے ایک مخصوص گروہ سے ہے، ایک خاص وقت اور مقام پر۔

نام نہاد "تلوار والی آیت" کے ارد گرد کی آیات مسلسل واضح کرتی ہیں کہ جن مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے وہ خاص طور پر وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی مسلسل خلاف ورزی کی اور مسلم کمیونٹی اور اس کے اتحادیوں کے خلاف تشدد کی کارروائیاں کیں۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے فوراً پہلے والی آیت، معنی، باب 9 توبہ، آیت 4، بیان کرتی ہے:

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز" میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان "کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

:اس کے بعد متعلقہ آیت میں ایک اور حکم آیا ہے، باب 9 توبہ، آیت 7

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے " جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

ان مشرکوں کے جرائم جن کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا تھا دوسری متعلقہ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔
توبہ میں باب 9، آیات 8-10

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی " پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

:اور باب 9 توبہ، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں" سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو [کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم "پر حملہ شروع کیا؟

ان خاص مشرکوں نے بار بار اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور اسلام کی مخالفت میں دوسروں کا ساتھ دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی شروع کی، افراد کو اسلام قبول کرنے سے روکا اور مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی زیادتیوں کا ذکر آیات میں کم از کم اٹھ مرتبہ ہوا ہے۔

توبہ کے باب 9 میں، آیت 12، جس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، "کفر کے رہنماؤں" کا مقابلہ کرنے کا مقصد انہیں اپنے جارحانہ اقدامات کو "بند کرنے" پر مجبور کرنا ہے۔ یہ آیات، دیگر کے ساتھ، جنگ کے دوران مخصوص ہدایات پر عمل کرنے کی ضرورت پر زور دیتی ہیں، جیسے کہ صرف ان لوگوں کے ساتھ مشغول ہونا جو تنازعات کا آغاز کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ ان مشرکوں کو اب بھی متعدد تنبیہات اور صلح کے مواقع فراہم کیے گئے تھے۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اور امن کی مدت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2

"پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار] مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان ”
“کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

یہ مہلت اس لیے دی گئی کہ یا تو وہ اسلام قبول کر لیں یا پر امن طریقے سے جزیرہ نما عرب سے نکل جائیں۔ اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ ان مشرکوں میں سے جس نے بھی اس کی درخواست کی ہو اسے تحفظ فراہم کریں تاکہ انہیں بغیر کسی خوف اور دباؤ کے اسلام کی تعلیمات سننے کا موقع ملے یا وہ کسی نقصان کے خوف کے بغیر جزیرہ نمائے عرب سے امن کے ساتھ نکل سکیں۔ باب 9 توبہ آیت 6

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”
“پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار والی آیت میں مشرکوں کے خلاف جنگ اور ان کے خاتمے کے بارے میں حکم صرف اس صورت میں نافذ کرنا مقصود تھا جب وہ اسلام قبول کیے بغیر چار ماہ کی رعایتی مدت کے بعد جزیرہ نما عرب میں رہنے کا انتخاب کریں۔ قابل ذکر ہے کہ مشرکین کی ایک قابل ذکر تعداد نے اس رعایتی مدت کو اسلام قبول کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس مہلت کے نتیجے میں، دشمنی ختم ہو گئی، اور تلوار کی آیت کی وجہ سے کوئی تشدد نہیں ہوا، جو بنیادی طور پر مزید تنازعات کے خلاف ایک رکاوٹ کا کام کرتی تھی، جس نے مشرکین کو مجبور کیا کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیرہ نما عرب سے پر امن طور پر نکل جائیں۔

خلاصہ یہ کہ آس پاس کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی تلوار والی آیت کے لیے ضروری سیاق و سباق فراہم کرتی ہے۔ یہ آیات خاص طور پر مسلمانوں کے خلاف بعض دشمن مشرکوں کی جارحیت کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں، اور اس لیے ان کا اطلاق بعد کے وقتوں میں دوسروں پر بلا امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔

باب 4 النساء آیت 84

پس اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو۔“

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے فرض کو پورا کرنے کے بعد، اگر دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا انتخاب کرتے ہیں، جیسا کہ اس کا کفیل۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق مثلاً فرض نمازوں کو ادا کر سکتا ہے، اور لوگوں کے بارے میں اپنے فرائض کو نظر انداز کر سکتا ہے، جیسے کہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے تنبیہ کرنا، اور اللہ تعالیٰ سے کسی ملامت کی امید نہ رکھنا۔ اس کے علاوہ، لوگوں کے لیے اپنا فرض ادا کرنے میں ناکامی ان پر منفی اثر ڈالے گی، کیونکہ ایک شخص فطری طور پر اپنے اردگرد کے لوگوں سے متاثر ہوتا ہے، خواہ وہ مثبت ہو یا منفی، خواہ وہ لطیف ہو یا ظاہر۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے فرائض اور ذمہ داریاں دونوں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تو وہ دوسروں کے منفی رویے سے محفوظ رہے گا۔ باب 7 الاعراف، آیت 164

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ "تو انہوں نے کہا: تمہارے رب کے سامنے بری ہو جاؤ اور شاید کہ وہ اس سے ڈریں۔"

اس کے علاوہ، اس اہم تصور کو سمجھنا کسی کے تناؤ کو کم کرتا ہے جب دوسروں کی صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ ان کے بچے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کو نصیحت کریں لیکن وہ لوگوں کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ ایک دوسرے کو زندگی میں صحیح انتخاب کرنے پر مجبور کریں۔ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے تاکہ دوسروں کی زندگی میں غلط راستے کا انتخاب کرنے کی وجہ سے ہونے والے غم سے خود پر غیر ضروری بوجھ نہ پڑے۔

دوسرے لوگوں کے لیے اپنے فرض کو ادا کرنے کی اہمیت کی تائید زیر بحث مرکزی آیت سے بھی ہوتی ہے۔ باب 4 النساء آیت 84

پس اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو، اور مومنوں کو ترغیب دو کہ شاید” اللہ کافروں کی قوت کو روک دے۔“

عام طور پر یہ آیت مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ جب تک وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں گے، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل کریں گے۔ باب 4 النساء آیت 84

”اور اللہ قوت میں بڑا ہے اور سزا دینے میں زیادہ مضبوط ہے۔“

:اور باب 65 میں طلاق، آیت 2

”اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ یہ کامیابی انسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعین اللہ تعالیٰ کے بے پایاں علم اور حکمت سے ہوتا ہے۔ نتیجتاً، یہ کامیابی افراد کے لیے سب سے زیادہ مناسب وقت پر ظاہر ہوتی ہے اور اس طریقے سے جو ان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہے، چاہے:

یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

لہذا انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی، کسی نہ کسی طریقے سے اور یہ بات ان پر ظاہر ہے یا نہیں۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب:

النحل، آیت 97 16

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی ”بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔“

لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ کر ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔
باب 4 النساء آیت 84

”اور اللہ طاقت میں بڑا ہے اور [مثالی] سزا دینے والا ہے۔“

اس سزا کا ایک پہلو اس وقت ہوتا ہے جب کوئی ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیتا ہے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط طریقے سے ضائع کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ یہ ذہنی عذاب انہیں دونوں جہانوں میں بدحالی، تناؤ اور پریشانی کی زندگی کی طرف لے جائے گا، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔
باب 9 توبہ آیت 82

”پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔“

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ ”وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟“ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راہ راست پر چلنے کی جامع ترغیب دینے کا حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اہم اسلامی اصول کا تذکرہ کیا ہے جو :- باب 4 النساء آیت 85 ترمذی نمبر 2674 کی حدیث میں بھی مذکور ہے

"...جو شخص کسی نیک مقصد کے لیے سفارش کرے گا اسے اس کا اجر ملے گا "

جو دوسروں کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اسے کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا، خواہ اس نے اسے صرف نصیحت کی ہو اور خود نیکی نہ کی ہو۔ ثواب میں یہ اضافہ ان کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا جب تک کہ کوئی ان کی اچھی نصیحت پر عمل کرے۔ مثلاً جس نے کسی دوسرے کو صدقہ کرنے کی تلقین کی، اسے صدقہ دینے والے کے برابر ثواب ملے گا، حالانکہ اس نے خود صدقہ نہیں کیا۔ باب 4 النساء آیت 85

“...اور جو کسی برے کام کے لیے سفارش کرے گا اس کے لیے اس کا بوجھ ہے ”

اس کے علاوہ، جو لوگوں کو کسی برے کام کی ترغیب دیتا ہے، وہ کرنے والے کے برابر گناہ کمائے گا، چاہے اس نے انہیں صرف اس کی تلقین کی ہو اور خود گناہ نہ کیا ہو۔ اور گناہ میں یہ اضافہ ان کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا جب تک کہ کوئی ان کے بُرے مشورے پر عمل کرے۔

اس لیے کسی کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ دوسروں کو صرف نیکی کرنے کی نصیحت کرتے ہیں اور برائی کے خلاف تنبیہ کرتے ہیں، کیونکہ ان کے اچھے اعمال یا گناہ ان کی موت کے بعد بھی بڑھتے رہتے ہیں اور ان کی نجات یا لعنت کا سبب بن سکتے ہیں۔ باب 4 النساء آیت 85

”اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

دوسروں کو نیکی کرنے کی ترغیب دینے کی اہمیت پر گفتگو کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ، پھر مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی نیکی کا مظاہرہ کریں۔ باب 4 النساء آیت 86

”اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر سلام دو یا [کم از کم] [اسے] اسی طرح [واپس کرو۔“

ہر ایک کو اسلامی سلام کا پیغام دینا لوگوں کے درمیان محبت کو فروغ دیتا ہے اور اسلام کے بندھنوں کو مضبوط کرتا ہے۔ درحقیقت، یہ عمل جنت کے حصول سے وابستہ ہے، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 194 کی ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو اسلامی سلام پیش کیے بغیر محض ساتھی 194 مسلمانوں سے مصافحہ کرنے کی عادت سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ امن کا زبانی اظہار صرف مصافحہ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی تقریر اور عمل میں اس امن کو دوسروں کے لیے مجسم کرتے ہوئے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ افراد اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے باز رہیں، امن کے اسلامی سلام کو صحیح طریقے سے پورا کریں۔ یہ طرز عمل ایک سچے مسلمان اور مومن کے جوہر کی مثال دیتا ہے، جیسا کہ سنن نسائی نمبر 4998 کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ اپنے قول و فعل سے نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ سلامتی کا سلام پیش

کرنا درحقیقت منافقت ہے، کیونکہ ایسا سلوک دوسروں کو امن فراہم کرنے کے مقصد کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء آیت 86

”بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 87

”...اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں“

اسلام انسانوں کو سکھاتا ہے کہ ان کو ہر حال میں جس کی اطاعت کرنی چاہیے وہ ان کا خالق اور پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 2

”...اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں“

درحقیقت، جو کوئی اطاعت کرتا ہے اور اپنی زندگی کا نمونہ بناتا ہے وہ وہی ہے جس کی وہ پوجا کرتا ہے، چاہے وہ کسی دیوتا کو نہ ماننے کا دعویٰ کرے۔ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ کسی چیز کی اطاعت اور پیروی کریں۔ چاہے یہ کچھ دوسرے لوگ ہوں، سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت یا باب 25 الفرقان، آیت 43 حتیٰ کہ ان کی اپنی خواہشات۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

کوئی شخص جس کی بھی اطاعت کرتا ہے اور جس کی پیروی کرتا ہے وہ وہی ہے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل کے ساتھ کریں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے دیگر تمام چیزوں پر عمل کریں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا اسے رحمن کی طرف سے ذہنی سکون اور کامیابی عطا ہوگی۔ باب 2 البقرہ، آیت 163

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا“ ہے۔

باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی“ بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جب کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے اور اس کے بجائے دوسری چیزوں کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے وہ اس رحمت سے محروم رہے گا جو دونوں جہانوں میں سکون اور کامیابی حاصل کرنے کے لیے درکار ہے، خواہ اس کے پاس ساری دنیا ہی کیوں نہ ہو اور تفریح اور تفریح کے لمحات بھی کیوں نہ ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور اختیار سے کوئی نہیں بچ سکتا۔
باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 3 علی عمران، آیت 2

"...اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، خود کو قائم رکھنے والا "

جب کوئی آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور لاتعداد بالکل متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرتا ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات کو بنانے اور برقرار رکھنے والا صرف ایک ہی ہے۔ مثال کے طور پر سورج کا زمین سے کامل فاصلہ ایک واضح علامت ہے، کیونکہ اگر سورج اس سے تھوڑا قریب یا اس سے زیادہ دور ہو تو زمین قابل رہائش نہیں ہوگی۔ اسی طرح زمین کو اس طرح بنایا گیا ہے جو ایک متوازن اور پاکیزہ ماحول بناتا ہے جس سے اس پر زندگی کی نشوونما ہوتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164:

”...اور رات اور دن کا ردوبدل“

دن اور رات کے بہترین اوقات اور سال بھر میں ان کی مختلف لمبائی لوگوں کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتی ہے۔ اگر دن لمبے ہوتے تو لوگ طویل گھنٹوں سے تھک جاتے۔ اگر راتیں لمبی ہوتیں تو لوگوں کے پاس اتنا وقت نہ ہوتا کہ وہ اپنی روزی کما سکیں اور دوسری مفید چیزیں مثلاً علم۔ اگر راتیں کم ہوتیں تو لوگ زیادہ سے زیادہ صحت حاصل کرنے کے لیے کافی آرام نہیں کر پاتے۔ دن اور رات کی لمبائی میں تبدیلی سے فصلوں پر بھی اثر پڑے گا جس سے انسانوں اور جانوروں کے رزق پر نقصان دہ اثر پڑے گا۔ یہ حقیقت کہ کائنات کے اندر دن اور راتیں اور دوسرے متوازن نظام کامل ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے ہیں، یہ بھی واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے، کیونکہ متعدد خدا مختلف چیزوں کی خواہش کرتے ہیں، جو کائنات: باب 21 الانبیاء، آیت 22 کے اندر افراتفری کا باعث بنتی ہیں۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

باب 2 البقرہ، آیت 164:

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”
 “ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔

جب کوئی بالکل متوازن پانی کے چکر کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ واضح طور پر ایک خالق کی نشاندہی کرتا ہے۔ سمندر سے پانی بخارات بن کر اٹھتا ہے اور پھر گاڑھا ہو کر تیزابی بارش پیدا کرتا ہے جو پہاڑوں پر گرتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو بے اثر کرتے ہیں تاکہ لوگ اور جانور اس سے استفادہ کر سکیں۔ اگر اس بالکل متوازن نظام میں کوئی تبدیلی ہوئی تو یہ زمین پر انسانوں اور جانوروں کے لیے تباہی کا باعث بنے گی۔ سمندر کا نمک سمندر کے اندر موجود مردہ مخلوق کو آلودہ ہونے سے روکتا ہے۔ اگر سمندر کو آلودہ ہونے دیا جائے تو سمندری زندگی ممکن نہیں رہے گی اور سمندروں کی نجاست خشکی پر بھی زندگی پر حاوی ہو جائے گی۔ سمندروں اور سمندروں کے اندر پانی کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ سمندری زندگی اس کے اندر پھل پھول سکتی ہے جبکہ اس کے اوپر بھاری بحری جہاز چل سکتے ہیں۔ اگر پانی کی ساخت قدرے مختلف ہوتی تو عدم توازن پیدا ہوتا جس کی وجہ سے یا تو سمندری حیات پانی کے اندر پنیپی یا اس کے اوپر بحری جہازوں کو چلنے دیتی لیکن دونوں ایک ہی وقت میں ممکن نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ آج تک، سمندر کے ذریعے نقل و حمل دنیا بھر میں سامان کی نقل و حمل کی سب سے زیادہ استعمال شدہ شکل ہے۔ یہ کامل توازن اس لیے زمین پر زندگی کے لیے ضروری ہے۔

ارتقاء اترپورتن کی ایک شکل ہے، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے نامکمل ہے۔ لیکن جب کوئی ان گنت انواع کا مشاہدہ کرے گا تو انہیں معلوم ہوگا کہ انہیں بالکل متوازن طریقے سے تخلیق کیا گیا ہے تاکہ وہ جس ماحول میں رہتے ہیں اس میں پھل پھول سکیں۔ مثال کے طور پر، اونٹ کو زیادہ درجہ حرارت کو برداشت کرنے اور پانی پینے کی ضرورت کے بغیر طویل عرصے تک چلنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ وہ بالکل صحرائی زندگی کے لیے ڈیزائن کیے گئے ہیں۔ باب 88 الغاشیہ، آیت 17

“پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟”

بکری کو اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ اس کے جسم کے اندر موجود نجاست اس سے پیدا ہونے والے دودھ سے بالکل الگ ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کو ملانے سے دودھ پینے کے قابل نہیں ہو گا۔ باب 16 النحل، آیت 66:

اور درحقیقت تمہارے لیے موشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

ہر پر جاتی کو ایک مخصوص زندگی کا دورانیہ دیا گیا ہے جو ایک پر جاتی کو دوسروں پر قابو پانے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر، مکھیوں کی زندگی بہت کم ہوتی ہے، 3-4 ہفتے، اور 500 تک انڈے دیتی ہیں۔ اگر اس کی عمر طویل ہوتی تو مکھیوں کی آبادی غیر متناسب ہو جاتی اور وہ اس دنیا کی دیگر تمام انواع کو مغلوب کر دیتی۔ جبکہ دوسری مخلوقات جن کی عمر بہت طویل ہوتی ہے ان میں صرف چند اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ایک بار پھر یہ ان کی آبادی کو معتدل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سب کوئی حادثہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ارتقاء کا عمل اس کی وضاحت کر سکتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164:

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوا کی آلودگی کے لیے ہوائیں ضروری ہیں، جو فصلوں، پودوں اور درختوں کو دوبارہ پیدا کرنے کی اجازت دیتی ہیں۔ پہلے دنوں میں سمندری سفر کے لیے ہوا ضروری تھی، جو آج تک دنیا بھر میں سامان کی نقل و حمل کا اہم ذریعہ ہے۔ تخلیق کے لیے پانی مہیا کرنے کے لیے بارش کے بادلوں کو مخصوص جگہوں پر منتقل کرنے کے لیے ہواؤں کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہواؤں کا ایک بالکل متوازن نظام زمین کے اندر پایا جاتا ہے، کیونکہ ہواؤں کی کمی تخلیق کے لیے انتشار کا باعث بنتی ہے اور ہواؤں کا بڑھنا بھی تخلیق کے لیے انتشار کا باعث بنتا ہے۔ اسی

طرح بارش بھی بالکل متوازن ہے، کیونکہ بہت کم بارش خشک سالی اور قحط کا باعث بنتی ہے اور بہت زیادہ بارش بڑے پیمانے پر سیلاب کا باعث بنتی ہے۔ باب 23 المومنون، آیت 18

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے ”پر بھی قادر ہیں۔“

ان تمام متوازن نظاموں پر غور کرنے والا منطقی طور پر ایک خالق کے وجود سے انکار نہیں کر سکتا جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ، جب کوئی ان بالکل متوازن نظاموں اور دیگر کو، آسمان و زمین کی تخلیق کے اندر دیکھے گا تو اسے ایک بڑی چیز نظر آئے گی جو متوازن نہیں ہے یعنی لوگوں کے اعمال۔ نیکی کرنے والے کو اس کا پورا پورا بدلہ دنیا میں نہیں ملتا اور برے کام کرنے والے کو ان کی پوری سزا نہیں ملتی، خواہ انہیں حکومت کی طرف سے سزا دی جائے۔ یہ سمجھنا منطقی ہے کہ واحد خالق، اللہ، برگزیدہ، جس نے اس کائنات کے اندر تمام دوسرے نظاموں کو متوازن کیا، ایک دن لوگوں کے اعمال میں بھی توازن پیدا کرے گا، جو اس دنیا کی سب سے بڑی غیر متوازن چیز ہے۔ اعمال کے اس توازن کے لیے، لوگوں کے اعمال کو پہلے ختم ہونا چاہیے۔ یہ قیامت کا دن ہے جب لوگوں کے اعمال کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ اور توازن رکھا جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 87:

وہ تمہیں قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ سچا کون ”ہے۔“

قیامت کے دن انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے امکان سے انکار کرنا ایک عجیب دعویٰ ہے جب کہ قیامت کی کئی مثالیں موجود ہیں جو دنوں، مہینوں اور سالوں میں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، اللہ تعالیٰ بارش کا استعمال کرتے ہوئے ایک مردہ بنجر زمین کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق کو مہیا کرنے کے لیے ایک مردہ بیج کو زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس مردہ بیج کو بھی زندہ کر سکتا ہے جس

کا نام انسان ہے، جو زمین میں دفن ہے، اس مردہ بیج کی طرح جو زندہ ہو جاتا ہے۔ موسموں کا بدلنا قیامت کو صاف ظاہر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سردیوں میں درختوں کے پتے مر کر گر جاتے ہیں اور درخت بے جان دکھائی دیتا ہے۔ لیکن دوسرے موسموں میں، پتے ایک بار پھر اگتے ہیں اور درخت زندگی سے بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تمام مخلوقات کی نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی ایک اور مثال ہے۔ نیند موت کی بہن ہے جیسے سونے والے کے حواس کٹ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی شخص کی روح ان کو واپس کر دیتا ہے اگر وہ اس پر زندہ رہنا مقصود ہو تو سوئے ہوئے شخص کو ایک بار پھر زندگی بخشتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

ان اور بہت سی مثالوں پر غور کرنا قیامت کے دن آخری قیامت کے امکان کو واضح طور پر ظاہر کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 87

اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے۔“۔“

﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرَكْسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا أَتُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ

اللَّهُ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴾ ٨٨

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعُدُّوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴾ ٨٩

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يَقْتُلُوكُمْ

أَوْ يَقْتُلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَتْلُوكُمْ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يَقْتُلُوكُمْ وَالْقُوا

إِلَيْكُمْ أَلْسَلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ﴾ ٩٠

سَتَجِدُونَ ءَاخِرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ كُلٌّ مَا رَدُّوا إِلَىٰ الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا

فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ وَيَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ فَعُدُّوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴾ ٩١

وَمَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ

مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنَ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ

مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنَ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ

فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾ ٩٢

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾

يَتَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنْ أَكُنَّ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾

دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَسِعَةً فَهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾

فَأُولَئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا غَفُورًا ﴿٩٩﴾

﴿ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَغْمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴾ (۱۰۰)

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْنِيَكُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ﴿۱۰۱﴾

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلَنْتُمْ طَآئِفَةً مِنْهُمْ مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ
فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلِتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا
مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ
وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ
أَوْ كُنْتُمْ مَرَضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا
مُهِينًا ﴿۱۰۲﴾

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ
فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ﴿۱۰۳﴾
وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ
مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۰۴﴾

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں میں دو گروہ ہیں حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے میں ”
گمراہی میں ڈال دیا ہے، کیا تم ان لوگوں کو ہدایت دینا چاہتے ہو جنہیں اللہ نے گمراہ کرنے کی

اجازت دی ہے اور جسے اللہ نے گمراہ کرنے کی اجازت دی ہے، تم اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پاؤ گے۔

وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسا کہ انہوں نے کفر کیا تو تم ایک جیسے ہو جاؤ۔ پس تم ان میں سے اس وقت تک ساتھی نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں سے کسی کو ساتھی اور مددگار نہ لینا۔

سوائے ان لوگوں کے جو آپس میں کسی ایسی قوم سے پناہ لیں جن کا آپس میں معاہدہ ہو یا وہ لوگ جو آپ کے پاس آئیں، ان کے دل آپ سے لڑنے یا اپنے ہی لوگوں سے لڑنے سے تنگ ہیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر اقتدار دے سکتا تھا اور وہ تم سے لڑتے۔ پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ نے تمہارے لیے ان کے خلاف کوئی وجہ نہیں بنائی۔

آپ کو دوسرے لوگ ملیں گے جو آپ سے سلامتی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے لوگوں سے سلامتی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب بھی وہ کفر کی طرف لوٹے جاتے ہیں تو پھر اسی میں پڑ جاتے ہیں۔ پس اگر وہ تم سے دستبردار نہ ہوں یا تم سے صلح نہ کریں یا اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں تم انہیں پکڑو۔ اور وہ - ہم نے تمہارے لیے ان کے لیے واضح اجازت دے دی ہے۔

اور مومن کے لیے یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کے لیے ایک مومن غلام کی آزادی اور اس کے اہل خانہ کو معاوضہ ادا کرنا واجب ہے، الا یہ کہ وہ صدقہ نہ کریں۔ لیکن اگر وہ [آپ کے ساتھ جنگ کرنے والی قوم میں سے تھا اور وہ مومن تھا تو] صرف [ایک مومن غلام کو آزاد کرنا۔ اور اگر وہ ایسی قوم میں سے تھا جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے گھر والوں کو معاوضہ ادا کرنا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا۔ اور جس کو نہ ملے] یا خریدنے کی استطاعت نہ ہو [تو] اس کے بدلے [دو مہینے لگاتار روزے رکھے، اللہ سے توبہ کی قبولیت کے لیے۔ اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

لیکن جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے ایمان والو جب اللہ کی راہ میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو۔ اور جو تمہیں سلام کرے اس سے مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو، دنیا کی زندگی کے سامان کے خواہش مند ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سے حصول ہیں۔ تم پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، پس تحقیق کرو۔ بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

وہ لوگ جو (گھر میں) باقی رہتے ہیں - معذوروں کے علاوہ - اور مجاہدین، جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں، برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو ان کے مال اور جان کے

اعتبار سے [پیچھے] رہنے والوں پر درجات کے اعتبار سے ترجیح دی ہے۔ اور سب سے [یعنی دونوں] [اللہ نے بہترین] [انعام] [کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو ان پر فضیلت دی ہے جو پیچھے رہ جانے والے اجر عظیم کے ساتھ ہیں۔

اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور رحمت۔ اور اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ بے شک جن کو فرشتے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے (موت میں) (لے جاتے ہیں،) [فرشتے] [کہیں گے کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں مظلوم تھے۔ وہ (فرشتے) (کہیں گے کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ان کے لیے ان کی پناہ گاہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

سوائے ان مظلوموں کے جو مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے ہیں جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی راستہ دکھا سکتے ہیں۔

ان لوگوں سے امید کی جاتی ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے گا، اور اللہ ہمیشہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین پر بہت سی جگہیں اور فراوانی پائے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے اپنے گھر سے نکلے اور پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ پر واجب ہو چکا ہے۔ اور اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

، اور جب تم پورے ملک میں سفر کرتے ہو تو تم پر نماز قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے [خصوصاً] [اگر تم ڈرتے ہو کہ کافر تم پر خلل ڈالیں گے۔ بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (ان کے درمیان ہوں اور ان کی نماز پڑھائیں تو ان کا ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور وہ اپنے ہتھیار اٹھائے ہوں۔ اور جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ آپ کے پیچھے ہوں اور دوسرے گروہ کو آگے آنے دیں جنہوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، احتیاط کرتے ہوئے اور ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل رہو تاکہ وہ ایک ہی حملے میں تم پر اثر آئیں۔ لیکن اگر آپ بارش سے پریشان ہیں یا بیمار ہیں تو بازو نیچے کرنے میں آپ پر کوئی حرج نہیں لیکن احتیاط برتیں۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے ہو کر، بیٹھے ہوئے یا اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر یاد کرو۔ لیکن جب تم محفوظ ہو جاؤ تو نماز کو دوبارہ قائم کرو۔ بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔

اور دشمن کے تعاقب میں کمزور نہ پڑو۔ اگر آپ کو تکلیف پہنچنی چاہیے تو وہ بھی اسی طرح تکلیف میں ہیں جس طرح آپ کو تکلیف ہو رہی ہے، لیکن آپ اللہ سے وہ توقع رکھتے ہیں جس کی "وہ توقع نہیں رکھتے۔ اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کا اندازہ لگانا چاہیے یہ کسی کی خواہشات یا ثقافت سے متصادم ہو، جیسے کہ اپنے رشتہ داروں کے رویے کا اندازہ لگانا۔ اندھی وفاداری کی وجہ سے، بہت سے لوگ دوسروں کے برے رویے کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہاں تک کہ ان کے برے رویے میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ جبکہ اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے اعمال کا جائزہ لیں اور اس لیے جب وہ غلط کریں تو تعمیری تنقید کریں اور جب وہ اچھا کریں تو ان کی حمایت کریں۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

:اور باب 4 النساء آیت 88

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں میں دو گروہ ہیں حالانکہ اللہ نے ان کو ان کی کمائی کی وجہ سے ”گمراہی میں (ڈال دیا ہے، کیا تم ان لوگوں کو ہدایت دینا چاہتے ہو جنہیں اللہ نے گمراہ کرنے کی اجازت دی ہے؟“

مسلمانوں کو دوسروں کو مخلصانہ نصیحت کرنی چاہیے لیکن انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ دوسروں کو صحیح رہنمائی کی طرف مجبور نہیں کر سکتے۔ انہیں دوسروں کے برے رویے کا بہانہ بنانے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے ان کو خبردار کرنا چاہیے کہ وہ ایسے رویے سے گریز کریں اور غلط کاموں میں ان کا ساتھ نہ دیں۔ دوسروں کے برے طرز عمل کا بہانہ بنانا دونوں فریقوں کو گمراہ کرے گا، کیونکہ یہ صرف دوسروں کو اپنے برے رویے کو جاری رکھنے کی ترغیب دے گا۔ دوسروں کے برے رویے کے لیے بہانہ بنانا بھی کسی کو دوسروں کے برے رویے کو نظر انداز کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جو صرف ان کی گمراہی کو ہوا دیتا ہے۔ نتیجتاً دونوں فریق ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہیں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مزید

ٹوب جائیں گے، غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کر دیں گے۔ باب 4 النساء آیت 88

”اور جس کو اللہ گمراہ کرنے کی اجازت دے، تم اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔“

عام طور پر اللہ تعالیٰ لوگوں پر صحیح رہنمائی پر مجبور نہیں کرتا کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی کے امتحان سے متصادم ہوگا۔

اس کے بجائے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو صحیح رہنمائی کو سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت دیتا ہے لیکن انہیں اپنے انتخاب کے نتائج سے خبردار کرتے ہوئے زندگی میں اپنا راستہ خود منتخب کرنے: باب 67 الملک، آیت 2 کی اجازت دیتا ہے۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ جو لوگ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں وہ آخر کار ایسا رویہ اختیار کریں گے جس سے وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی گمراہی میں ان کا ساتھ دیں۔ باب 4 النساء، آیت 89

”وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر کیا تو تم ایک جیسے ہو جاؤ“

عام طور پر دیکھا جائے تو اسلام افراد کو اپنی خواہشات کو سنبھالنے اور عطا کردہ نعمتوں کو اس کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اس طرح دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ یہ نقطہ نظر ان لوگوں کے بالکل برعکس ہے جو دنیاوی لذتوں کے حصول کو ترجیح دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے افراد اکثر ان مسلمانوں پر تنقید کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔

مزید برآں، جب کوئی شخص اپنے ساتھیوں کے راستے سے ہٹ کر کسی راستے کا انتخاب کرتا ہے تو یہ دوسروں کو اپنی زندگی کے انتخاب کے حوالے سے ناکافی کے احساس کی طرف لے جا سکتا ہے، خاص طور پر جب ان انتخاب میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرنے کے بجائے ذاتی خواہشات کی پیروی کرنا شامل ہو۔ اس کے نتیجے میں اکثر ان لوگوں پر تنقید کی جاتی ہے جو اپنے عقیدے کے پابند ہیں، اس طرح کی ناپسندیدگی اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے ہوتی ہے۔

مزید برآں، سماجی اثرات، بشمول سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت، اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے افراد کو نشانہ بناتے ہیں۔ اسلام کی ترویج کو دولت اور سماجی اثر و رسوخ کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ صنعتیں جن پر اسلام تنقید کرتا ہے، جیسے شراب اور تفریح سے متعلق اسلامی اصولوں کی قبولیت کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے سے روکنے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ یہ متحرک سوشل میڈیا اور ثقافتی اظہار سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر اسلام مخالف پروپیگنڈے کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

بالآخر، جب افراد اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات کے ضابطے پر زور دیتے ہیں تاکہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے صحیح استعمال کو یقینی بنایا جا سکے تو وہ لوگ جو بغیر کسی روک ٹوک کے زندگی گزارنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ جانوروں کی طرح اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے۔ وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام اور اس کے پیروکار انہیں منفی روشنی میں ڈالتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ افراد دوسروں کو اسلام قبول کرنے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل

کرنے سے روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں، جس کا مقصد انہیں خواہشات کے بے لگام تعاقب کی خصوصیت والی طرز زندگی کی طرف راغب کرنا ہے۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص پہلوؤں کو نشانہ بناتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی اپیل کو کمزور کرنے کے لیے۔ تاہم، بصیرت رکھنے والا کوئی بھی شخص اپنی تنقیدوں کی سطحی حیثیت کو پہچان سکتا ہے، جو بنیادی طور پر اسلام کے خود پر قابو پانے کے مطالبے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کے ضابطے کی مذمت کر سکتے ہیں، لیکن وہ دیگر سماجی لباس کے ضابطوں پر تنقید کرنے سے گریز کرتے ہیں جو قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت مختلف پیشوں کے لیے لازمی ہیں۔ اسلامی لباس کے ضابطوں پر ان کی منتخب تنقید، دیگر لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے برعکس، ان کے دلائل کی کمزوری اور بے بنیاد نوعیت کو واضح کرتی ہے۔ درحقیقت یہ اسلام کے اصول اور اس کے ماننے والوں کا طرز عمل ہے جو تنقید کرنے والوں کی خامیوں کو ظاہر کرتا ہے اور انہیں ہر ممکن طریقے سے اسلام پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اس امید کے ساتھ کہ دوسرے ان کی گمراہی میں ان کا ساتھ دیں گے۔ باب النساء، آیت 89 4

وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسا کہ وہ کافر ہوئے ہیں تو تم بھی یکساں ہو جاؤ، لہذا ان میں ”سے کسی کو ساتھی نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کر لیں۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مکہ سے مدینہ ہجرت مسلمانوں پر فرض تھی، کیونکہ یہ ان کے اسلام پر ایمان کی واضح علامت تھی جس کا انہیں ظاہر ہونا تھا، الا یہ کہ انہیں جسمانی طور پر اس سے روکا جائے۔ عام طور پر یہ آیت اچھی صحبت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے ساتھی کا طرز زندگی اختیار کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک شخص ان خصوصیات کو اختیار کرے گا، خواہ وہ اچھی یا بری، جو اس کے ساتھیوں کے پاس ہوں، خواہ یہ ان پر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ لہذا، ایک مسلمان کو ان لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں، جس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔

مزید برآں، یہ آیت یہ بھی واضح کرتی ہے کہ انسان کو ان کے زبانی اعلان ایمان کی تائید عمل سے کرنی چاہیے۔ اسلام میں بغیر عمل کے الفاظ کی بہت کم اہمیت ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہ ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس کی مناسب پرورش نہیں ہوتی، جیسے کہ پانی مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ بغیر کسی معقول وجہ کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں ناکام رہے تو یہ ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان کی کمی کو ثابت کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ضرورت پڑنے پر ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ اس وقت منافقین سے دوستی کرنا خاص طور پر اسلام کے لیے خطرناک تھا۔ باب 4 النساء، آیت 89

لیکن اگر وہ روگردانی کریں تو ان کو پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں سے کسی کو ساتھی ” اور مددگار نہ لینا۔

لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ غیر مسلموں کے خلاف جنگ مخصوص حالات کے پابند ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 90

سوائے ان لوگوں کے جو کسی ایسی قوم سے پناہ لیں جن کے درمیان آپس میں معاہدہ ہو یا وہ لوگ جو تمہارے پاس آئیں ان کے دل تم سے لڑنے یا اپنی قوم سے لڑنے سے تنگ ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر اقتدار دے سکتا تھا اور وہ تم سے لڑتے، پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے جنگ کرنے کے لیے اللہ نے صلح کی پیشکش نہ کی ہو تو پھر اللہ نے تم سے جنگ نہیں کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے غداروں سے خبردار کرتا ہے جو اپنے وعدوں کو خلاف ورزی کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں اگر یہ ان کے دنیاوی مفادات کے مطابق ہو۔ باب 4 النساء، آیت 91:

”تم دوسرے لوگوں کو پاؤ گے جو تم سے سلامتی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے سلامتی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جب بھی وہ کفر کی طرف لوٹے جاتے ہیں تو پھر اسی میں پڑ جاتے ہیں۔“

اگرچہ مسلمانوں کو دوسروں کے بارے میں مثبت سوچنا سکھایا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو دوسروں پر اندھا اعتماد کرنا چاہیے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا نہیں۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں احتیاط برتیں اور لوگوں کو ان کے ظاہری اعمال کی بنیاد پر فیصلہ کریں۔ اس سے ان کے دھوکے میں آنے کا امکان کم ہو جائے گا اور تاریخ خود کو دہرائے گی اگر وہ ماضی میں دوسروں کے ذریعے دھوکہ کھا چکے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6133 میں مسلمان کو کبھی دو مرتبہ بے وقوف نہیں بنایا جاتا۔ موجود ایک حدیث سے ثابت ہے کہ

مزید برآں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی ان کے دنیاوی مفادات کے مطابق وعدہ خلافی کی منافقانہ صفت کو اپنانے سے گریز کرے۔ سب سے اہم عہد جو مسلمان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، جو اسے اپنا رب اور خدا تسلیم کرنے پر قائم ہوتا ہے۔ یہ عہد اس کے احکام پر عمل کرنے، اس کی ممانعتوں سے بچنے اور زندگی کے چیلنجوں کا صبر کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق مقابلہ کرنے پر مشتمل ہے۔

مزید برآں، دوسروں سے کیے گئے تمام وعدوں کا احترام کیا جانا چاہیے، خاص طور پر وہ وعدے جو والدین نے اپنے بچوں سے کیے ہیں، جب تک کہ ایسا نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ ہو۔ وعدوں کی پاسداری میں ناکامی بچوں میں منفی خصلتوں کو جنم دے سکتی ہے اور انہیں یقین دلاتی ہے کہ

بے ایمانی اور خیانت ایک قابل قبول رویہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں درج ایک آسمانی حدیث میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اس کے نام پر کوئی وعدہ کرے اور بعد میں اسے بغیر کسی جواز کے توڑ دے تو وہ اس کی مخالفت کرے گا۔ جس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوئی ہو وہ قیامت کے دن کامیابی کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ جب ممکن ہو دوسروں سے وعدے کرنے سے گریز کرنا عموماً دانشمندی ہے۔ تاہم جب کوئی جائز وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش: باب 4 النساء، آیت 91 کرنی چاہیے۔

"...جب بھی وہ کفر کی طرف لوٹے جاتے ہیں تو پھر اسی میں پڑ جاتے ہیں..."

عام طور پر اس منافقانہ رویے سے بچ سکتے ہیں جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف پختہ ایمان لاتے ہوئے ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، چاہے حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسودگی ہو یا مشکل۔ یہ پختہ ایمان قرآن پاک میں پیش کی گئی واضح نشانیوں اور شواہد کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات۔ یہ منابع واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون بخشتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف رہتے ہیں ان کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات کو آسانی سے نظرانداز کر سکتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہو جائیں، اور یہ تسلیم کرنے میں ناکام ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کر دینا بالآخر دونوں جہانوں میں باطنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس پر عمل کے ذریعے ایمان پر یقین حاصل کیا جائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو بروئے کار لانا شامل ہے، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور ہر ایک اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے میں سہولت فراہم کرے گا۔

مزید برآں، مضبوط ایمان افراد کو ان چیلنجوں کے پیچھے کی حکمت کو بہتر طور پر سمجھنے کے قابل بناتا ہے۔ مثال کے طور پر، پختہ ایمان والے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ صبر کے ساتھ مشکلات کو

برداشت کرنے سے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن سکتا ہے، جیسا کہ امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 492 میں درج ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ صغیرہ کے گناہوں کو اللہ کی طرف سے برداشت کرنے کے مقابلے میں مشکلات پر صبر کرنے سے صغیرہ گناہوں کو معاف کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ فیصلہ۔ مزید برآں، مضبوط ایمان اس بات کو سمجھتا ہے کہ زندگی کی آزمائشوں کا ایک حصہ اس حقیقت پر مشتمل ہے کہ درپیش چیلنجوں کے پیچھے تمام حکمتیں انبیاء علیہم السلام کو عطا کردہ الہامی علم کے ذریعے ظاہر نہیں کی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ اگر ضرورت پڑی تو ان لوگوں سے جنگ کریں جنہوں نے ان کے ساتھ صلح کے معاہدے کو توڑا۔ باب 4 النساء، آیت 91

تم اوروں کو پاؤ گے جو تم سے سلامتی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے سلامتی حاصل کرنا" چاہتے ہیں، جب بھی وہ کفر کی طرف لوٹے جاتے ہیں تو پھر اسی میں پڑ جاتے ہیں، پس اگر وہ تم سے دستبردار نہ ہوں یا تم سے صلح نہ کریں یا اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور قتل کرو جہاں تم ان کو پکڑو۔

عام طور پر قرآن مجید کی آیات کے معانی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو درست طریقے سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان پر مناسب تناظر میں غور کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آیت یا حدیث کی تنہائی میں تاویل نہ کی جائے کیونکہ ایسا کرنے سے غلط تاویل ہو سکتی ہے۔ آیات اور احادیث سے متعلق سیاق و سباق کی مکمل تفہیم کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے مطلع ایک تجزیہ درکار ہے۔ یہ نقطہ نظر مخصوص آیات یا احادیث کے مخصوص حوالوں کو واضح کرے گا۔

مزید برآں، مسلمانوں کو صرف ایک جائز حکمران کے اختیار کے تحت اور قرآن پاک میں بیان کردہ ہدایات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق بیرونی حملہ آوروں کے خلاف مسلح

تصادم میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ جو لوگ اس طرح کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں ان کو چاہیے
باب کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہیں تاکہ ان مقرر کردہ حدود اور ہدایات کی خلاف ورزی نہ ہو۔
البقرہ، آیت 219

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی "
"کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور باب 2 البقرہ، آیت 194:

پس جس نے تم پر زیادتی کی ہے تو اس پر بھی ویسا ہی حملہ کرو جس طرح اس نے تم پر کیا ہے "
"اور اللہ سے ڈرو۔

ایسا ہی ایک قاعدہ جنگ کا سہارا صرف اس وقت ہے جب کسی پر حملہ کیا جائے، جیسا کہ زیر بحث
اہم آیات سے اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔"

لہذا امن کی حالت میں دشمن پر جسمانی جارحیت کا مظاہرہ کرنا حرام ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب
دشمن جارحیت سے باز آجائے تو مسلمانوں کو بھی باز آنا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 193

لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر خلاف ورزی کرنے والوں کے علاوہ کوئی جارحیت [یعنی حملہ]..."
"نہیں ہوگی۔"

:اگر دشمن چاہے امن اسے دیا جانا چاہئے۔ باب 4 النساء، آیت 90

پس اگر وہ تم سے دور ہو جائیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ تعالیٰ
نے تمہارے لیے ان کے خلاف جنگ کا کوئی سبب نہیں بنایا۔"

تیسرا اصول شہریوں کو نقصان سے بچانے پر زور دیتا ہے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
والہ وسلم نے جنگ کے وقت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، نیز راہبوں اور متولیوں کو نقصان
پہنچانے سے مسلسل منع فرمایا ہے۔ اس ممانعت کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے جن میں سنن
ابوداؤد نمبر 2614 اور مسند احمد نمبر 2728 شامل ہیں۔

،اسلام کے پہلے خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے بچوں
عورتوں اور بوڑھوں کے قتل کو واضح طور پر ممنوع قرار دیا۔ اس نے پھل دار درختوں کو تباہ
کرنے، املاک کو نقصان پہنچانے اور مویشیوں کو مارنے سے بھی منع کیا۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی
شیبہ نمبر 33121 میں درج ہے ۔

اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلم فوجوں کو ہدایت کی کہ وہ غیر جنگجوؤں جیسے کسانوں کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔ یہ ہدایت مصحف ابن ابی شیبہ نمبر 33120 میں موجود ہے۔

ممکنہ تصادم کی تیاری میں، مسلم کمیونٹی کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہر ممکن حد تک پوری طرح سے ایس کریں۔ اس تیاری کا مقصد دشمن کو حملہ کرنے سے روکنا ہے۔ اگر دشمن امن کا خواہاں ہے تو اسے ملنا چاہیے۔ باب 8 انفال، آیات 60-61

اور ان کے مقابلے میں جو کچھ تم طاقت رکھتے ہو اور جنگی سواریاں تیار کرو جس سے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ کر سکو اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو اس کی طرف “مائل ہو جاؤ۔

ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدوں کی پاسداری نہیں کرتے۔ توبہ میں باب 9، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے مقابلہ کرو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

اسلام نے اپنے معاہدوں کا احترام کرنے والوں پر حملہ کرنے سے منع کیا ہے۔ باب 9 توبہ آیت 7

پس جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ سیدھے رہو، بے شک اللہ نیک لوگوں سے ”محبت کرتا ہے۔“

کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے نہ صرف زبان اور عمل سے قبول کرنا ضروری ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 256

دین میں کوئی جبر نہیں ہوگا۔“

مسلمانوں کے ساتھ امن رکھنے والوں کے ساتھ ہر حال میں انصاف کیا جائے۔ باب 60 الممتحنہ، آیات 8-9:

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے - ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے لڑتے ہیں۔... دین کے بارے میں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دو اور تمہارے نکالنے میں مدد

جنگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور مسلمانوں کو اس کی خواہش نہ کرتے ہوئے مجبور کیا جانا چاہیے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

تم پر جنگ فرض کی گئی ہے جبکہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تصادم کی تلاش سے متنبہ کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی تلقین کی۔ تاہم، اگر وہ اپنے آپ کو کسی مخالف کا مقابلہ کرنے پر مجبور پاتے ہیں، تو انہیں پر عزم رہنا چاہیے۔ یہ ہدایت صحیح بخاری نمبر 2966 کی ایک حدیث میں درج ہے۔

ان تعلیمات کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ طاقت کا استعمال آخری حربہ ہونا چاہیے، صرف اس وقت استعمال کیا جائے جب بالکل ضروری ہو اور قرآن پاک میں بیان کیے گئے اصولوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہو۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، ضروری ہے کہ کسی آیت یا حدیث کا صحیح تناظر میں جائزہ لیا جائے تاکہ اس میں شامل افراد، حالات اور مقام کے حوالے سے اس کے قابل اطلاق ہونے کو سمجھا جا سکے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے افراد خواہ دانستہ یا غیر ارادی طور پر اختلاف سے متعلق آیات اور احادیث کی غلط تشریح کرتے ہیں۔ ایک معروف مثال وہ آیت ہے جسے قرآن پاک میں "تلوار" کی اصطلاح کی عدم موجودگی کے باوجود عام طور پر "تلوار کی آیت" کہا جاتا ہے۔ باب 95: توبہ آیت 5

اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان کا” محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ جنگ کا یہ اعلان خاص شرائط اور امن مراعات سے مشروط ہے۔ مزید برآں، اس اور دیگر متعلقہ آیات کے ارد گرد کے تاریخی سیاق و سباق کا جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ تنازعہ میں ملوث ہونے کے لیے ایک عالمگیر رہنما اصول کے طور پر کام نہیں کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت کا تعلق افراد کے ایک مخصوص گروہ سے ہے ایک خاص وقت اور مقام پر۔

نام نہاد "تلوار والی آیت" کے ارد گرد کی آیات مستقل طور پر واضح کرتی ہیں کہ جن مشرکین کا ذکر کیا گیا ہے وہ خاص طور پر وہ ہیں جنہوں نے بار بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے امن معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور امت مسلمہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جارحانہ کارروائیاں کیں۔ مثال کے طور پر، تلوار والی آیت سے پہلے والی آیت، جو باب 9 توبہ، آیت 4 میں پائی جاتی ہے:

سوائے وہ لوگ جن سے تم نے مشرکوں کے درمیان معاہدہ کیا اور پھر انہوں نے تم سے کسی چیز" میں کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، تو ان کے لیے ان کے عہد کو ان "کی میعاد ختم ہونے تک پورا کرو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس کے بعد متعلقہ آیت میں ایک اور حکم آیا ہے، باب 9 توبہ، آیت 7

مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیسے ہو سکتا ہے، سوائے ان کے "جن سے تم نے مسجد الحرام میں معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہاری طرف سیدھے ہیں، ان کے ساتھ "سیدھے رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

ان مشرکوں کے جرائم جن کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا تھا دوسری متعلقہ آیات میں بیان کیا گیا ہے۔
توبہ میں باب 9، آیات 8-10

کیسے ہو سکتا ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ تمہارے بارے میں کسی عہد و پیمان کی پاسداری نہیں کرتے، منہ سے تم کو مطمئن کرتے ہیں، لیکن ان کے دل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں، انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے بدل دیا ہے، اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت اور برائی تھی۔ وہ کسی مومن کے ساتھ رشتہ داری یا حفاظت کے عہد کی پاسداری نہیں کرتے اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

اور باب 9 توبہ، آیات 12-13

اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کو بدنام کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، کیونکہ ان کے لیے کوئی قسمیں نہیں ہیں، [ان سے لڑو] کہ وہ باز آجائیں، کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے تم پر حملہ شروع کیا؟

مخصوص مشرکین نے مسلسل اپنے معاہدوں کو توڑا اور اسلام کے خلاف دوسروں کی مدد کی۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی شروع کی، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکا، مسلمانوں کو مکہ اور مسجد الحرام سے نکال دیا۔ مذکورہ آیات میں کم از کم آٹھ مرتبہ مسلمانوں کے خلاف ان کے جرائم کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب 9 توبہ، آیت 12 میں، جس کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے، "کفر کے رہنماؤں" سے لڑنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی جارحیت سے "باز آجائیں"۔ باب 4 النساء آیت 75

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ظالموں کے اس شہر سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حامی بنا اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا۔“

باقی آیات کی طرح یہ آیات بھی جنگ کے وقت مخصوص حالات پر عمل کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں جیسے صرف ان سے لڑنا جو پہلے لڑتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان مشرکین کو اب بھی بہت سی تنبیہات اور رعایتیں دی جاتی تھیں۔ انہیں چار ماہ کی مہلت اور امن کی مدت دی گئی۔ باب 9 توبہ آیت 2

"پس اے کافرو، چار مہینے پورے ملک میں سفر کرو، لیکن جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

:اور باب 9 توبہ آیت 5

اور جب غضبناک [چار مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور ان "کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھو۔"

مہلت کی یہ مدت افراد کو یہ اختیار دینے کے لیے فراہم کی گئی تھی کہ وہ یا تو اسلام قبول کر لیں یا جزیرہ نما عرب سے امن کے ساتھ نکل جائیں۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کسی بھی مشرک کو تحفظ فراہم کریں جو اس کے متلاشی ہوں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو بغیر کسی خوف اور زبردستی کے سن سکیں، یا متبادل طور پر جزیرہ نما عرب کو بغیر کسی نقصان کے محفوظ طریقے سے چھوڑ دیں۔ باب 9 توبہ آیت 6

،اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے ”
”پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے کہ وہ لوگ نہیں جانتے۔

تلوار والی آیت میں مشرکوں کے خلاف جنگ اور ان کے خاتمے کے بارے میں حکم صرف اس صورت میں نافذ کرنا مقصود تھا جب وہ اسلام قبول کیے بغیر چار ماہ کی رعایتی مدت کے بعد جزیرہ نما عرب میں رہنے کا انتخاب کریں۔ قابل ذکر ہے کہ مشرکین کی ایک قابل ذکر تعداد نے اس رعایتی مدت کو اسلام قبول کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس مہلت کے نتیجے میں، دشمنی ختم ہو گئی، اور تلوار والی آیت کی وجہ سے کوئی خون نہیں بہایا گیا، جو بنیادی طور پر مزید تشدد کے خلاف ایک رکاوٹ تھی مشرکین کو یا تو اسلام قبول کرنے یا جزیرہ نمائے عرب سے پرامن طور پر نکل جانے پر مجبور کیا۔

خلاصہ یہ کہ آس پاس کی آیات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی زندگی تلوار والی آیت کے لیے ضروری سیاق و سباق فراہم کرتی ہے۔ یہ آیات خاص طور پر مسلمانوں کے خلاف بعض دشمن مشرکوں کی جارحیت کو روکنے کے لیے نازل ہوئی ہیں، اور اس لیے ان کا اطلاق آنے والی نسلوں میں دوسروں پر بلا امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔

لڑائی کے دوران حادثاتی طور پر ہلاکتیں بھی ہو سکتی ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مخاطب کیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 92

اور کسی مومن کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو وہ ایک مومن غلام کو آزاد کر دے۔“

عام طور پر، تنازعات اور جنگوں کے دوران افراد کو غلام بنانے کے لیے پکڑنے کا رواج پوری دنیا میں رائج تھا۔ اسلام مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ جنگ کے دوران لوگوں کو غلام بنا کر پکڑنے سے منع کر کے اپنے مخالفوں پر غیر منصفانہ نقصان پہنچائیں۔ اس طرح کی ممانعت مسلم غلاموں کی آبادی میں اضافے کا باعث بنے گی جبکہ غیر مسلم غلاموں کی آبادی میں کمی آئے گی۔ اس کے نتیجے میں، اسلام نے غلاموں کے حالات کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات نافذ کیے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ ان کے ساتھ اعلیٰ ترین احترام اور دیکھ بھال کا برتاؤ کیا جائے۔ درحقیقت، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت پر زور دیا، جیسا کہ خاندان کے افراد کے ساتھ مثال کے طور پر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے غلاموں کو وہی کھانا فراہم کریں جو وہ کھاتے ہیں، انہیں اسی طرح کے کپڑے پہنائیں، اور ان پر ضرورت سے زیادہ کام کرنے سے گریز کریں، بجائے اس کے کہ ان کی روزمرہ کی ذمہ داریوں میں مدد کریں۔ یہ ہدایت صحیح مسلم نمبر 4313 میں موجود ایک حدیث میں درج ہے۔ مزید برآں، اسلام نے غلامی کو مکمل طور پر ختم کرنے کی کوشش کی اور غلام کو آزاد کرنے کے عمل کو ایک انتہائی نیک عمل کے طور پر قائم کیا، جس پر بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے غلاموں کو آزاد کرتے ہیں، ان سے جہنم سے نجات کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 1541 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔ مزید برآں، اسلام نے بعض گناہوں کا پہلا کفارہ غلام کو آزاد کرنے کو قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر، باب 4 النساء، آیت 92

اور کسی مومن کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو وہ ایک مومن غلام کو آزاد کر دے۔“

اسلامی معاشرے میں ان تعلیمات کا اطلاق غلاموں کے ساتھ خاندان کے افراد جیسا سلوک کرنے کا باعث بنا، جس کے نتیجے میں غلامی کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ عام طور پر رائج تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ دنیا کے بعض خطوں میں مالی غلامی سمیت مختلف قسم کی غلامی برقرار ہے۔ نتیجتاً مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دستیاب وسائل بشمول مالی امداد کے ذریعے اس طرح کے طریقوں کے مکمل خاتمے میں اپنا حصہ ڈالیں۔

باب 4 النساء، آیت 92

اور کسی مومن کے لیے یہ نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے اور جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کے لیے ایک مومن غلام کی آزادی اور مقتول کے گھر والوں کو معاوضہ ادا کرنا واجب ہے جب تک کہ وہ صدقہ نہ کر دیں۔

اگرچہ اسلام لوگوں کو ان کے حق سے دستبردار ہونے پر مجبور نہیں کرتا، لیکن اسلام میں اکثر اس کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ یہ دوسرے لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے، جیسے کہ ایک دوسرے پر واجب الادا قرض کو منسوخ کرنا۔ بنیادی اسلامی اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے جس طرح وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جو اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں پر رحم کرتا ہے اسے دونوں جہانوں میں رحمت ملے گی۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4941 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں بہت سے مسلمان جہالت کی وجہ سے اس کے برعکس رویہ اختیار کرتے ہیں اور دوسروں سے اپنے مکمل حقوق اور زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا سلوک کرنے والے کو ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کسی شخص کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے حقوق کو ترک کر کے دوسروں کے لیے جہاں تک ممکن ہو آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں بھی ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے گا۔

باب 4 النساء، آیت 92

لیکن اگر مرنے والا تم سے جنگ کرنے والی قوم میں سے تھا اور وہ مومن تھا - تو [صرف] ایک مومن غلام کی آزادی؛ اور اگر وہ ایسی قوم میں سے ہے جس سے تمہارا معاہدہ ہے - تو اس کے گھر والوں کو معاوضہ ادا کرنا اور ایک مومن غلام کی آزادی، اور جس کو نہ ملے [ایک یا نہ ہو سکے] "...تو دو مہینے کے روزے خرید لے۔ اللہ سے توبہ کی قبولیت کا طلب گار

سچی توبہ کے لیے احساسِ جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی کی جستجو، نیز ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، کی ضرورت ہوتی ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک فرد کو چاہیے کہ وہ ایک ہی یا اس سے ملتی جلتی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کرے۔ مزید برآں، انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مسلسل پابندی کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے، وہ جانتا ہے کہ کس نے سچی توبہ کی ہے اور کس نے نہیں کی، لہذا وہ دونوں جہانوں میں سب کا محاسبہ کرے گا۔ باب 4 النساء، آیت 92

”اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ پھر ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے جو جان بوجھ کر مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 93:

لیکن جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا کسی مسلمان کے ساتھ نہیں ہوگا۔ لہذا یہ آیت متنبہ کرتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اور سچے دل سے توبہ نہ کرے تو وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں گے اور اس کے نتیجے میں ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو ایک غیر مسلم سے ہوگا۔ یہ نتیجہ نکلتا ہے کیونکہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش اچھے اعمال سے ہونی چاہیے جیسے کہ سچی توبہ۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت، کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو مناسب پرورش نہیں پاتا جیسے سورج کی روشنی، فنا ہو جاتی ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے تو وہ مر سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

عام طور پر، ایک غیر مسلم ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہے گا حالانکہ زمین پر ان کی زندگی ایک محدود مدت کے لیے تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے کفر نے براہ راست اس کی توحید کو چیلنج کیا، جو ابدی ہے۔ پس کفر کی سزا آخرت میں بھی دائمی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب ہی کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت میں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ لڑائی سے پہلے تحقیق کر کے کسی مسلمان کو قتل کرنے سے گریز کریں۔ باب 4 النساء، آیت 94

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں [جنگ کے لیے] نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام ” کرے اسے مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔“

یہ آیت وہ معیار بتاتی ہے جس پر کسی شخص کا اسلام پر ایمان قانون کے ذریعے قائم ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرتا ہے وہ اسلامی قانون کے مطابق مسلمان سمجھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ دوسروں کے لیے ایک جیسا سلوک کرنا چاہیے، الا یہ کہ وہ کسی صریح کفر کا ارتکاب کرے۔ عام طور پر دیکھا جائے تو ایک مسلمان کو دوسروں کے عقیدے کو پرکھنے کی عادت سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کرنے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے، ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ انہیں نرمی کے ساتھ دوسروں کو ان کاموں سے بچنے کی نصیحت کرنی چاہیے جو کفر سمجھے جاتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کرنے کی تلقین کریں تاکہ ان کا ایمان بھی مضبوط ہو۔ ایک مسلمان کو ہر حال میں دوسروں کے بارے میں ہمیشہ مثبت انداز میں سوچنا چاہیے جب تک کہ ان کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ ہو، کیونکہ سنن ابوداؤد نمبر 4993 میں موجود حدیث کے مطابق یہ ایک عبادت ہے۔ باب 4 النساء آیت 94

جب تم اللہ کی راہ میں [جنگ کے لیے] نکلو تو تحقیق کر لیا کرو، اور جو تمہیں سلام کہے اسے یہ ”مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو، دنیا کی زندگی کے سامان کے خواہش مند ہو، کیونکہ اللہ کے پاس بہت سی چیزیں ہیں۔“

چونکہ مال غنیمت حاصل کرنا مسلمان سپاہیوں کے لیے حلال ہے، ان میں سے بعض غنیمت حاصل کرنے کے لیے دوسروں سے لڑنے کے خواہشمند ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار کیا کہ وہ اس رویہ سے اجتناب کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی بجائے اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ دونوں جہانوں میں اس کی رحمت حاصل کر سکیں۔ یہ جنگ کے کچھ مال غنیمت حاصل کرنے سے کہیں بہتر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک خاص مثال کے ساتھ ایک عام سبق سکھاتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 94

اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو، دنیا کی زندگی کے سامان کی تمنا کرتے ہو، کیونکہ اللہ کے پاس بہت سی چیزیں ہیں، تم پہلے بھی ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، لہذا تحقیق کرو۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان سپاہیوں کو یاد دلایا کہ وہ کبھی ایک کمزور حالت میں تھے جس کی وجہ سے ان کے ایمان پر بھی سوال اٹھائے گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا ایمان کھلے عام قائم ہوا۔ عام طور پر، جب بھی کوئی شخص اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کو حقیر نہ سمجھے جو اس طرح عمل نہیں کرتے۔ اس کے بجائے انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بھی ان لوگوں کی طرح تھے جنہوں نے اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے پر اکتفا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انہیں ہدایت ملی کہ وہ اپنے طرز عمل کو بدلیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر توجہ مرکوز کریں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اس نے انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی ہیں۔ کسی کے ماضی کو یاد رکھنا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ غرور کو اپنانے اور دوسروں کے طرز عمل کو کم تر کرنے سے گریز کرے گا اور اس کے بجائے یہ انہیں دوسروں کے ساتھ رحمدلانہ رویہ اپنانے کی ترغیب دے گا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے، جیسا کہ وہ کرتے ہیں۔ یہ رحمدلانہ رویہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی ترغیب دینے اور پھر ان کی تحقیر کرنے میں کہیں زیادہ موثر ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح باخبر ہے اور اسے دونوں جہانوں میں جواہدہ ہوگا، اس لیے اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کے ایمان پر سوال اٹھائے، تکبر اور دوسروں کو نیچا دکھانے کا رویہ اختیار کرنے سے بچیں، ورنہ کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ باب 4 النساء، آیت 94

”بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے اس کی اطاعت میں سخت کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے فائدے کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 95

وہ مومن جو [باقی رہ گئے - معذوروں کے علاوہ - اور مجاہدین کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے لڑتے ہیں، اللہ نے مجاہدین کو ان کے مال اور جان سے (پیچھے رہنے والوں پر درجات کے لحاظ سے فضیلت دی ہے، اور دونوں سے اللہ نے بہترین [انعام] کا وعدہ کیا ہے۔ انعام

جب تک کوئی فرض ادا کرتا رہے گا جس کی اس میں طاقت ہے، اسے دونوں جہانوں میں اجر ملے گا۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

،لیکن جو لوگ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کی صورت میں زیادہ اجر کے خواہشمند ہیں انہیں چاہیے کہ وہ ان تمام نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں

بیان کی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ جتنا زیادہ وہ یہ کریں گے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا درجہ اتنا ہی بلند ہوگا، اور انہیں اتنا ہی زیادہ ذہنی سکون ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رویہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے جگہ دیں جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ اطاعت کرے گا، دونوں جہانوں میں اتنا ہی زیادہ ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ باب 4 النساء، آیات 95-96

لیکن اللہ نے مجاہدین کو ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جو [پیچھے] [بڑے انعام کے ساتھ، اس کی طرف] ”...سے درجے [اعلیٰ مقام] [اور بخشش و رحمت

لہذا، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور نافذ کرنا چاہیے، چاہے یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک ہوشیار مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ بعض دواؤں کے ناخوشگوار ہونے اور غذائیت کے سخت طریقہ کار کے باوجود۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض ذہنی اور جسمانی صحت کو بہتر بنا سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا فرد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ہے جس کے پاس جامع علم ہے جس کے پاس انسان کی ہم آہنگی کی ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرنے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھنے میں مدد کرنا ضروری ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالتوں کی تفہیم جس کا معاشرہ رکھتا ہے اس مقصد کو حاصل کرنے میں ہمیشہ ناکام رہے گا، وسیع تحقیق سے قطع نظر، کیونکہ یہ ہر ایک فرد کو درپیش چیلنجوں سے نمٹ نہیں سکتا۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی اور نہ ہی یہ علم، تجربے دور اندیشی اور تعصبات کی موروثی حدود کی وجہ سے اپنی زندگی کے اندر ہر چیز اور ہر ایک کے مناسب انتظام کو یقینی بنا سکتی ہے۔ یہ گہرا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو پہنچایا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو حاصل شدہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے والوں کے مقابلے میں نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو نہیں سمجھ سکتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر ان کے فائدہ مند اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ ان تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں

کرتا ہے۔ بلکہ، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے ان کی صداقت کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔
باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت
43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں
باب 4 النساء، آیات 95-96 کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

لیکن اللہ نے مجاہدین کو ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جو [پیچھے] بڑے انعام کے ساتھ، اس کی طرف“
"...سے درجے [اعلیٰ مقام] اور بخشش و رحمت

چونکہ اس اعلیٰ ثواب کو حاصل کرنے میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں اور اس لیے اس کا تعلق بہت سی دنیاوی نعمتوں سے نہیں ہے، اس لیے اس اعلیٰ انعام کے لیے کوشش کرنے سے بچنے کے لیے کسی کے پاس کوئی بہانہ باقی نہیں بچا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کمال کی امید نہیں رکھتا، اس لیے جو شخص اس کی اطاعت کے لیے پوری کوشش کرتا ہے اور جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان سے سچے دل سے توبہ کرتا ہے، وہ اسے بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 96

”اور اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

سچی توبہ کے لیے احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی کی جستجو، نیز کسی ایسے فرد سے جن کو نقصان پہنچا ہے، کی ضرورت ہوتی ہے، بشرطیکہ اس کے نتیجے میں اضافی پیچیدگیاں نہ ہوں۔ ضروری ہے کہ ایک ہی یا اس سے ملتی جلتی زیادتیوں کو دہرانے سے باز رہنے کا دلی عہد کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کی جائے۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مسلسل عمل پیرا رہنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو خیردار کرتا ہے جو ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں اور انہیں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 97

بے شک وہ لوگ جنہیں فرشتے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے مارتے ہیں، [فرشتے] کہیں گے کہ ”تم کس حال میں تھے؟“ وہ کہیں گے ”ہم زمین میں مظلوم تھے۔“

عام طور پر اللہ تعالیٰ لوگوں کو غلط ذہنیت اختیار کرنے سے خبردار کرتا ہے جس کے ذریعے وہ اس کی نافرمانی کا جواز پیش کرتے ہیں، جیسے کہ جس معاشرے میں وہ رہتے ہیں اس پر الزام لگاتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے یہ رویہ اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ اپنے گناہوں کا جواز اس غیر مسلم معاشرے کو ٹھہراتے ہیں جس میں وہ رہتے ہیں اور ہر معاشرے میں گناہوں کی طرف مسلسل فتنہ پھیل گیا ہے۔ یہ عذر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا کیونکہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لانے اور اس کی ممانعتوں سے بچنے کی طاقت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر ایسے احکام اور ممنوعات کا بوجھ نہیں ڈالتا جنہیں وہ پورا نہ کر سکے۔ باب 2 البقرہ، آیت 286:

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔“

اور باب 4 النساء آیت 97:

وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں مظلوم تھے، فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم ”اس میں ہجرت کرتے؟“

آج معاشرے میں پائے جانے والے فتنوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی دعوتوں پر قابو پانے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کے لیے ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو برقرار رکھنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور شواہد کے مطالعہ اور ان کے استعمال سے ہوتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ اس طرح کا علم اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس، جو

لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ کمزور ایمان پیدا کرتے ہیں، اور جب ان کی ذاتی خواہشات اس کی اطاعت سے ٹکرا جاتی ہیں تو وہ اللہ کی نافرمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اس بات کو نظر انداز کرتے ہیں کہ خدا کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنے کا نتیجہ بالآخر دونوں جہانوں میں اندرونی سکون کا باعث بنتا ہے۔ لہذا، اسلامی علم کے حصول اور اس پر عمل کے ذریعے اپنے ایمان کو مضبوط کرنا، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے ثابت قدمی کو یقینی بنانا بہت ضروری ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جو اسے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ اسلامی اصولوں کے مطابق بیان کیا گیا ہے، جس سے ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت پیدا ہوتی ہے اور یہ یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو صحیح طریقے سے جگہ دے گا۔

لیکن جو لوگ مضبوط ایمان کو اپنانے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں وہ لامحالہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ ہوں گے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے۔ چونکہ اس شخص نے جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انتخاب کیا، حالانکہ انہیں اس کی اطاعت کرنے کی طاقت دی گئی تھی، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ لہذا، ان کا رویہ انہیں تناؤ اور ذہنی عارضوں، جیسے ڈپریشن اور لت سے بھری زندگی کی طرف لے جائے گا۔ اگر وہ اپنے اس طرز عمل پر قائم رہے تو آخرت میں جو عذاب انہیں بھگتنا پڑے گا وہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ باب 4 النساء، آیت 97:

”ان لوگوں کے لیے ان کی پناہ گاہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 97:

بے شک جن کو فرشتے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہوئے مارتے ہیں، [فرشتے] کہیں گے: "تم کس حال" میں تھے؟ "وہ کہیں گے: "ہم زمین میں مظلوم تھے، فرشتے کہیں گے، کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟" ان لوگوں کے لیے وہ بری جگہ ہے اور وہ ٹھکانا جہنم ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ یہ آیت ان معاشروں سے دور ہجرت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو ایک مسلمان کو زبردستی اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتے ہیں، جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں ادا کرنا۔ یہ غیر مسلم معاشروں سے دور ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا حوالہ نہیں دیتا جو انہیں زبردستی اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے نہیں روکتے۔

کھلے فتنوں کے اس دور میں جن سے مسلمانوں پر مسلسل بمباری کی جاتی ہے، بعض اکثر یہ کہتے ہیں کہ ان سے بچنے کی کلید دور ہوجانا ہے، جیسے کہ اسلامی قوم میں منتقل ہونا، یا خود کو اور اپنے خاندان کو الگ تھلگ کرنا، جیسے کہ گھریلو تعلیم۔ اگرچہ یہ ممکنہ حل برے نہیں ہیں، کیونکہ یہ دنیا کے فتنوں اور فتنوں سے بچنے میں ایک حد تک مدد کر سکتے ہیں، لیکن یہ بنیادی حل نہیں ہیں۔ فرار کی قسم کی ذہنیت کو اپنانے میں مسئلہ یہ ہے کہ جب تک کوئی اپنے خاندان کے ساتھ الگ تھلگ غار میں نہ جائے اور کبھی ابھرے نہ جائے، ان فتنوں اور فتنوں سے مسلسل بچنا ممکن نہیں ہے۔ جلد، یا بدیر، ایک مسلمان کو کسی نہ کسی شکل و صورت میں ان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر اس میں کوئی شک نہیں کہ واحد صنف کے اسکول مکس اسکولوں کے مقابلے اپنے نتائج میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، پھر بھی ایک دن ضرور آئے گا جب ایک طالب علم اپنی زندگی کے دوران مخالف صنف کا سامنا کرے گا۔ سوشل میڈیا کے اس دن اور دور میں کسی کو شیطانی فتنوں اور فتنوں میں پڑنے کے لیے اپنا خواب گاہ چھوڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خاندان کسی ایسے اسلامی ملک میں چلا جائے، جس کا آج کل ملنا ناممکن نظر آتا ہے، پھر بھی ان کو ان فتنوں اور فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، کیونکہ ہر ملک اور شہر کے اپنے اپنے قسم کے فتنے اور فتنے ہوتے ہیں۔ کیا حاجی اور مسافر کو وہ ظلم اور ناانصافی نظر نہیں آتی جو مکہ اور مدینہ میں بھی ہوتی ہے؟

یہ اکثر نوٹ کیا جاتا ہے کہ زیادہ روایتی پس منظر سے تعلق رکھنے والے مسلمان جب مغربی ممالک کا سفر کرتے ہیں تو ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ چیلنجز اور فتنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو مغرب

میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے۔ یہ رجحان اس لیے پیش آتا ہے کہ یہ افراد، زیادہ قدامت پسند ماحول میں رہتے ہوئے، اکثر مغرب میں داخل ہونے پر ان نئے فتنوں سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً، ان کو ان چیلنجوں کا سامنا کرنا ان لوگوں کے مقابلے میں آسان ہو سکتا ہے جو ایسے ماحول میں پلے بڑھے ہیں۔ اس طرح اجتناب کی ذہنیت اپنانا عصری معاشرے میں قابل عمل حل نہیں ہے۔

ان چیلنجوں سے مؤثر طریقے سے نمٹنے کی کلید، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں زور دیا گیا ہے اسلامی علم کے حصول اور استعمال کے ذریعے ایک مضبوط ایمان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں کو اس تفہیم کی فراہمی میں مضمر ہے۔ مضبوط عقیدہ مسلمانوں کو فتنوں اور آزمائشوں کے خلاف ثابت قدم رہنے کے لیے تیار کرتا ہے، خواہ ان کا ماحول کچھ بھی ہو، ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ تعلیمی نقطہ نظر نوجوان مسلمانوں کو اسلام میں ممنوعات کے پیچھے دلیل کے بارے میں روشناس کرائے گا۔ صرف اجتناب پر مرکوز ذہنیت یہ ضروری تعلیم فراہم نہیں کرے گی۔ بلکہ، یہ محض لالچوں اور چیلنجوں تک رسائی کو محدود کرتا ہے، جو کہ ایک مجرم کی طرح ہے جو جیل میں بند ہے۔ ایک بار رہا ہونے کے بعد، فرد اپنے سابقہ رویے پر واپس آسکتا ہے جب تک کہ اس نے مناسب تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ اسی طرح، نوجوان مسلمان فطری خواہشات کے مالک ہوتے ہیں جو دنیاوی فتنوں کی وجہ سے شدت اختیار کر لیتے ہیں، اور مناسب تعلیم کے بغیر، امتحانات کا سامنا کرنے پر ان کے ناکام ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

جب لوگوں کو کسی ممانعت کے بارے میں اس کے پیچھے دلیل کو سمجھے بغیر مطلع کیا جاتا ہے، تو وہ اس اصول پر عمل کرنے کے لیے کم مائل ہوتے ہیں اور آسانی سے گمراہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے برعکس، وہ لوگ جو ممانعت کی دلیل کو سمجھتے ہیں ان کی تعمیل کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو الکحل کے نقصان دہ اثرات کو پہچانتا ہے — جیسے کہ اس کے جسمانی، اور ذہنی صحت کو پہنچنے والے نقصان، مجرمانہ رویے کے ساتھ اس کی وابستگی، تنازعات، تشدد — اور اس کے مالی اثرات، نیز نشے کے منفی نتائج جو رشتوں اور زندگیوں کو برباد کر سکتے ہیں

اس سے بچنے کے لیے زیادہ موزوں ہے کسی ایسے شخص کے مقابلے میں جو اس کی ممانعت سے واقف ہے لیکن اس کی ممانعت کی وجہ سے اس کی کمی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کو اپنے آپ کو اور اپنے خاندانوں کو آزمائشوں اور نقصان دہ فتنوں سے بچانے کے لیے فعال اقدامات کرنے چاہئیں۔ تاہم، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کوشش میں بنیادی قدم تعلیم ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے افراد اسلامی ممنوعات کے پیچھے موجود حکمت کو سمجھ سکتے ہیں اور اس طرح اپنے ایمان کو مضبوط بنا سکتے ہیں۔ یہ سمجھ انہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کے قابل بنائے گی، اور اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ اپنی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو: اس کے لیے پسند ہوں۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40

[ابلیس] نے کہا: "اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے" لیے [معصیت] کو خوشنما بناؤں گا، اور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے، تیرے مخلص "بندوں کے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے ان کی اپنی استطاعت سے بڑھ کر کام کرنے کی توقع نہیں رکھتا، وہ ان لوگوں کو معاف کرتا ہے جو اس کی نافرمانی پر مجبور ہوتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیات 98-99

سوائے ان مظلوموں کے جو مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی راستہ دکھاتے ہیں، ان کے لیے امید ہے کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا، اور اللہ ہمیشہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

لیکن چونکہ دنیا میں یہ صورت حال بہت کم ہے، اس لیے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنے کے لیے بہانے بنانے سے گریز کرنا چاہیے، جیسے کہ وہ جس غیر مسلم معاشرے میں رہتے ہیں اس میں پائے جانے والے فتنوں اور برائیوں کی دعوتوں کو مورد الزام ٹھہرانا۔ باب 4 النساء، آیت 100:

”اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین پر بہت سی جگہیں اور فراوانی پائے گا۔“

جیسا کہ سنن نسائی نمبر 2527 میں موجود حدیث میں نصیحت کی گئی ہے کہ اس دور میں بہترین ہجرت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دور ہجرت کرنا ہے۔ لہذا انسان کو ان فتنوں اور دعوتوں سے روحانی طور پر ہجرت کرنی چاہیے، بجائے اس کے کہ وہ جس غیر مسلم معاشرے میں رہتے ہیں، اس سے جسمانی طور پر ہجرت کریں۔ باب 29 العنکبوت، آیت 9:

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

اور اگر کسی مسلمان کو اس کا معاشرہ اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے روکتا ہے اور اس وجہ سے اس سے ہجرت کرتا ہے تو بہت سے ایسے معاشرے بھی ملیں گے جو اسے اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے نہیں روکتے۔ اس صورت میں رزق کی کمی یا موت سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور اس لیے جو سچے دل سے اس کی اطاعت کرتا ہے، اسے ایسے طریقے مہیا کیے جائیں گے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ باب 65 طلاق میں آیات 2-3:

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر مرتا ہے، جیسے کہ اس کی راہ سے ہجرت کرنا، اسے اس طرح کا بدلہ ملے گا جو اس دنیاوی نعمت سے کہیں زیادہ ہے جو انہیں حاصل ہو سکتی تھی اگر وہ اللہ کی نافرمانی کا انتخاب کرتے۔ باب 4 النساء، آیت 100

اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے اور پھر اسے ”موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ پر واجب ہو چکا ہے۔“

یہ آیت ایک واقعہ پر نازل ہوئی جس کا ذکر امام محمد کاندھلوی، حیات صحابہ، جلد 1، صفحہ 365-367 میں ہے۔

دھمرا رضی اللہ عنہ مکہ کے ایک امیر نابینا آدمی تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ باوجود اس کے کہ وہ مدینہ کی طرف ہجرت کے فریضہ سے مستثنیٰ تھا لیکن معذوری کی وجہ سے اس نے ثواب حاصل کرنے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاملنے کی خواہش کی۔ ان کی وفات ہجرت کے دوران ہوئی اور ان کے بارے میں آیت 100 نازل ہوئی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا جب وہ اس کی نافرمانی سے ہجرت کرتے ہیں اور اس کے بجائے اس کی اطاعت کی کوشش کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ان سے جو بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں، اس کی معافی ہوتی ہے، جب تک کہ وہ ان پر قائم نہ رہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 135

اور وہ لوگ جو جب کوئی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے؟

:اور باب 4 النساء آیت 100

”اور اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

،ہجرت پر بحث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سفر کرنے والوں کے لیے عام رعایت دیتا ہے۔ باب 4 النساء آیات 101-102:

،اور جب تم پورے ملک میں سفر کرتے ہو تو تم پر نماز کو قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے“
،[خاص طور پر] اگر تمہیں ڈر ہو کہ کافر تم پر خلل ڈالیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں اور جب تم ان میں سے ہو اور ان کی امامت کرو، تو ان میں سے ایک گروہ ان کے ساتھ کھڑا ہو، اور جب وہ اپنے بازو اٹھائے ہوئے ہوں، تو وہ ان کے ساتھ کھڑے ہوں۔ تمہارے پیچھے اور دوسرے گروہ کو کہو جنہوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں احتیاط کرتے ہیں اور اپنے اسلحے سے غفلت برتتے ہیں تاکہ وہ تم پر ایک ہی حملے میں اتر آئیں لیکن تم پر کوئی الزام نہیں، اگر تم بارش سے پریشان ہو گئے ہو کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

چونکہ اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے، اس لیے اس میں تنزلی کے حالات کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے واجبات کے سلسلے میں بہت سی رعایتیں عطا کی ہیں، جیسے کہ پانچ وقت کی فرض نمازیں۔ یہ ایک اور طاقتور یاد دہانی ہے کہ لوگوں پر عائد ہر فرض کو پورا کرنے کی ان کی طاقت میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایسا فرض عائد نہیں کرتا جو کوئی پورا نہ کر سکے، جیسا کہ لوگوں کو ناسازگار حالات میں رعایتیں دی گئی ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 286

"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔"

لہذا کسی کو سست روی اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے ذریعے وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اپنے فرض کو پورا کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں ہیں۔ اگر کوئی اپنی پوری کوشش کرے تو وہ بلاشبہ اپنے تمام واجبات کو صحیح طریقے سے ادا کریں گے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ انہیں ایسا کرنے کی طاقت اور صلاحیت دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ حقیقت کہ اللہ تعالیٰ نے تنزلی کے حالات میں رعایتیں عطا فرمائی ہیں، اسلام کی اصل الہی کا ایک اور ثبوت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر حال اور حالات کو مدنظر رکھنے کا علم رکھتا ہے اس لیے اسلام کا کامل ضابطہ اخلاق اسی کی طرف سے ہونا چاہیے۔

مزید برآں، یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کوئی شخص سفر کرتا ہے تو ان میں تخفیف کر کے یا خوف کے وقت جس طریقے سے نماز پڑھی جاتی ہے اسے بدل کر فرض نمازوں کے لیے رخصت دی، لیکن ان صورتوں میں بھی اس نے ان کو ترک کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس سے فرض نمازوں کے قیام کی اہمیت خاص طور پر عام حالات میں واضح ہوتی ہے۔

فرض نمازوں کا قیام ان کی مکمل شرائط اور مناسب آداب کے ساتھ ادا کرنا ہے جس میں بروقت پابندی بھی شامل ہے۔ ان نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت پر قرآن پاک میں کثرت سے زور دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے سب سے اہم عملی مظاہرے کے طور پر کام کرتی ہے۔ مزید برآں، روزانہ کی دعائیں، جو دن بھر تقسیم کی جاتی ہیں، قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور اس کے لیے تیاری میں سہولت فراہم کرتی ہیں، فرض نماز کے ہر مرحلے کو علامتی طور پر اس دن سے منسلک کیا جاتا ہے۔ جب ایک فرد نماز میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے، تو یہ اس بات کی، باب 83 المطففین عکاسی کرتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیش ہوں گے۔ آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی، کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات آیات 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنے میں ناکامی بھی شامل ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کرنے کا عمل اس دعوت کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے کے لیے ملے گا۔ تاہم، وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمینی وجود کے دوران صحیح طریقے سے اس کے تابع نہیں ہوئے — اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے — وہ خود کو قیامت کے دن ایسا کرنے سے قاصر پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز میں گھٹتے ٹیکنا اس کرنسی کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن اپنے حتمی انجام کے بارے میں اندیشوں سے بھرا ہوا ہوگا۔ باب 45 الجنۃ: آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو ان عناصر کو ذہن میں رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طور پر قائم کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نماز کے درمیان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ باب 29: العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

اس اطاعت میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو راضی کرنے کے طریقے سے عطا کی گئی ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود ایک حدیث جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں تنبیہ فرمائی ہے کہ ایمان اور کفر میں فرق فرض نمازوں کا ترک کرنا ہے، فرض نماز نہ پڑھنے والے کو خوف ہو کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہ ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو سورج کی روشنی جیسی مناسب پرورش نہیں پاتا وہ مرجھا جاتا ہے اور اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور مر بھی سکتا ہے، اگر اس کی پرورش اطاعت کے عمل سے نہ ہو۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

آخر میں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ اور خوف کے وقت بھی باجماعت نمازوں کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے عام حالات میں، خاص طور پر نماز باجماعت کے لیے مساجد میں حاضری کی اہمیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

قرآن پاک عام طور پر مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 43:

”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

درحقیقت، اس آیت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی بنا پر، متعدد معزز علماء نے مسلمان مردوں کے لیے باجماعت نماز میں شرکت کو لازمی قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابو داؤد نمبر 550 میں درج ایک حدیث صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو مسلمان اپنی فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منافق قرار دیا ہے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں کے گھروں کو جلانے کی تنبیہ بھی کی ہے جو بغیر کسی شرعی عذر کے ان نمازوں میں شرکت کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 1482 کی ایک حدیث سے ثابت ہے۔ جو مسلمان اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں انہیں ایسا کرنا چاہیے اور یہ دعویٰ کر کے اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ اس سے ان کے گھر والوں کو دوسرے نیک کاموں میں مدد مل سکتی ہے۔ اگرچہ یہ عمل درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 676 کی ایک حدیث میں مذکور ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ آپ کی روایات کو ذاتی ترجیحات کی بنیاد پر غلط ترجیح نہ دی جائے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اس کی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس کے بجائے اپنی مرضی کی پیروی کر رہے ہیں، خواہ وہ قابل ستائش کاموں میں مصروف ہوں۔ اسی حدیث کا اختتام یہ بیان کرتے ہوئے ہوتا ہے کہ جب فرض نماز کا وقت آتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے جاتے۔

:باب 4 النساء، آیت 101

”بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔“

اس سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے غیر مسلم ہیں جنہوں نے اسلام کے خلاف سخت جدوجہد کی۔ لیکن عام طور پر مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ چونکہ غیر مسلم ایک مختلف ضابطہ اخلاق کے تحت زندگی گزارتے ہیں، اس لیے جو چیز ان کے لیے قابل قبول ہے وہ مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لہذا غیر مسلم بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دیں گے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں، خواہ ان کا ارادہ نہ ہو۔ اس لیے اسلام میں غیر مسلموں سے قریبی دوستی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ صحت مند سماجی روابط کو برقرار رکھنے اور غیر مسلموں کے ساتھ گہری دوستی

کے درمیان فرق کو پہچاننا ضروری ہے۔ گہری دوستی ہمیشہ ایک فرد کو متاثر کرتی ہے، اکثر لاشعوری طور پر، اور کسی کو اپنے دوست کے لیے پیار کی وجہ سے اپنے عقائد سے سمجھوتہ کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کے برعکس مثبت سماجی رویے اس گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق اور اخلاق کو فروغ دیں، اور ان لوگوں کے لیے گہری دوستی رکھیں جو انہیں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ معاون رشتہ صرف مسلمانوں کے درمیان ہی پروان چڑھ سکتا ہے۔

:باب 4 النساء، آیت 102

اور جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ آپ کے پیچھے ہوں اور دوسرے گروہ کو آگے آنے دیں جنہوں نے ”ابھی تک نماز نہیں پڑھی اور وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، احتیاط کرتے ہوئے اور اپنے ہتھیار اٹھائے“... ہوئے ہیں

یہ آیت اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر بھروسہ کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا، اس کے عطا کردہ وسائل کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنا ہے، اور یہ بھی قبول کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سازگار نتائج کا تعین کرے گا، چاہے اس کے فیصلوں کے پیچھے دلیل فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر، بیماری میں مبتلا فرد کو جائز علاج کی تلاش کرنی چاہیے اور اس کے بعد صحت یاب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قبول کرنا چاہیے۔ لہذا اللہ تعالیٰ پر سچے بھروسے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کے اختیار میں موجود وسائل کو نظر انداز کیا جائے۔

اس کے علاوہ اسلام کا ایک اہم اصول جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے جڑا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں مثبت تبدیلی لانے کے لیے مسلمانوں کو دو اہم کاموں کو پورا کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق جیسے فرض نمازوں اور لوگوں کے حقوق کو قائم کرنا اور پورا کرنا ہے۔ دوسرا اہم

کام یہ ہے کہ دنیاوی واقعات جیسے کہ بے گناہ لوگوں پر بڑے پیمانے پر ہونے والے ظلم کو مدنظر رکھا جائے اور اس پر مناسب انداز میں ردعمل ظاہر کیا جائے، جیسے کہ مظاہرے کرنا اور سیاست دانوں اور حکومت سے مداخلت کی اپیل کرنا۔ افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے ایک انتہائی رویہ اختیار کیا ہوا ہے جس کے تحت وہ ان دو اہم کاموں میں سے صرف ایک کام کرتے ہیں جبکہ یہ جھوٹا یقین رکھتے ہیں کہ وہ دنیا کو مثبت طریقے سے بدل سکتے ہیں۔ کچھ مسلمانوں کا خیال ہے کہ انہیں اپنا سارا وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے وقف کرنا چاہیے، اور وہ ان کی طرف سے بغیر کسی کوشش کے دنیا میں ہونے والے ظلم کو ٹھیک کر دے گا۔ دوسری انتہا یہ ہے کہ لوگ دنیاوی واقعات سے نمٹتے ہیں، جیسے کہ بے گناہوں پر ظلم، مظاہرے کر کے اور اپنی حکومتوں کو مداخلت کرنے پر زور دیتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی حقوق جیسے کہ فرض نمازوں کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ نہ ہی انتہائی رویہ دنیا کے اندر مثبت تبدیلی کا باعث بنے گا جس کی ضرورت ہے۔ اس کے بجائے، کسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مشاہدہ کرنا چاہیے، یہ سمجھنے کے لیے کہ کامیابی اس وقت ملتی ہے جب لوگ اللہ تعالیٰ کے حقوق، جیسے فرض نماز، اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یکجا کرتے ہیں، بلکہ بیرونی دنیاوی واقعات سے بھی نمٹتے ہیں، جیسے کہ لوگوں پر ہونے والے جبر اور ان کے مناسب طریقے سے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو لوگ اپنی فرض نمازوں کو صحیح طریقے سے ادا کرتے ہیں انہیں قیامت کے دن ان کا احتساب یاد دلایا جائے گا۔ نتیجے کے طور پر، وہ عملی طور پر اس کے لئے تیار کرنے کی کوشش کریں گے۔ باب 4 النساء، آیت 103

"اور جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے ہو کر، بیٹھے یا اپنے پہلوؤں پر یاد کرو۔"

قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے اس عملی تیاری میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شامل ہے، صرف اس کی رضا کے لیے عمل کرنا۔ کسی اور وجہ سے عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں پائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ قیامت کے دن حساب کتاب کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کو اپنے الفاظ میں یاد کرنا، اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا بھی شامل ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا شامل ہے اپنے اعمال میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال

ایک متوازن کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لے گا اور وہ ہر چیز اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طور پر جگہ دے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرے گا۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو یاد دلاتا ہے کہ عام حالات میں انہیں اپنی فرض نمازیں معمول کے مطابق ادا کرنی چاہئیں، اس کا ایک پہلو انہیں وقت پر ادا کرنا ہے، کیونکہ حالات خراب ہونے کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہو سکتی ہے، اگرچہ وہ ہر وقت اپنے وقت کے اندر ہی ادا کی جائیں۔ باب 4 النساء، آیت 103

لیکن جب تم محفوظ ہو جاؤ تو نماز کو دوبارہ قائم کرو، بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں ”فرض کی گئی ہے۔“

درحقیقت صحیح مسلم نمبر 252 میں درج ایک حدیث میں مستحب ہے کہ فرض نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین اعمال میں سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نمازوں کو ان کے مقررہ اوقات سے آگے ملتوی کرنا یا ان کو مکمل طور پر نظر انداز کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی مکروہ اعمال میں سے ایک ہے۔

بہت سے لوگ قرآن پاک کی بعد کی آیت کی تشریح ایسے افراد سے کرتے ہیں جو بغیر کسی جواز کے اپنی فرض نمازوں میں تاخیر کرتے ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، جلد 10، صفحہ 603-604 میں اس پر بحث کی گئی ہے۔ باب 107 المعون، آیات 4-5:

"پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔"

اس تناظر میں، اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو اس خبیث صفت کو اپناتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جائے تو وہ دنیا یا آخرت میں کامیابی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 512 میں درج ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ فرض نمازوں کو بغیر کسی جواز کے ملتوی کرنا نفاق پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے منافق کی طرح برتاؤ کرنے سے بچنا چاہیے ورنہ دونوں جہانوں میں ان میں سے شمار کیے جائیں گے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ دشمن سے لڑنے کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کر رہا تھا، وہ ایک خاص مثال کے ذریعے ایک عمومی سبق سکھاتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 104:

اور دشمن کے تعاقب میں کمزور نہ پڑو، اگر تمہیں تکلیف پہنچنی ہے تو وہ بھی اسی طرح تکلیف" "میں ہیں جیسے تم تکلیف میں مبتلا ہو، لیکن تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جس کی وہ امید نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں جہانوں میں اجر و ثواب اور سکون قلب حاصل کرنے کی ہمیشہ قوی ترغیب حاصل رہے گی اور اس کے نتیجے میں وہ مشکل کے وقت صبر اور آسانی کے وقت شکر گزار رہے گا۔ نیت میں شکرگزاری کا مظاہرہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا

کے لیے عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ تقریر میں شکرگزاری کا اظہار مثبت انداز میں بولنے یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنے سے ہوتا ہے۔ اعمال میں شکرگزاری کا مطلب ہے کہ جو نعمتیں کسی نے حاصل کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں صبر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قول و فعل دونوں میں شکایات سے پرہیز کرتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا: باب 2 البقرہ، آیت 216 ہے، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

نتیجتاً، جو شخص ہر حال میں مستقل مزاجی سے برتاؤ کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل حمایت اور رحمت حاصل ہوگی۔ اس الہی احسان کا نتیجہ آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ یہ ہدایت صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا یا کمزور ایمان رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے دونوں جہانوں میں سکون قلب اور کامیابی حاصل کرنے کی ترغیب نہیں ملے گی۔ نتیجے کے طور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روکیں گے۔ لہذا ان کا رویہ دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

لہذا ایک مضبوط ایمان کو اپنانا چاہیے تاکہ وہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی ترغیب کو سراہیں، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 104

،اگر تمہیں تکلیف اٹھانی چاہیے تو وہ بھی اسی طرح تکلیف میں ہیں جیسے تم تکلیف میں مبتلا ہو”
”لیکن تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جس کی وہ توقع نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، ہر حال میں، خواہ آسودگی ہو یا مشکل۔ اس پختہ ایمان کی آبیاری قرآن پاک میں موجود واضح دلائل اور تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے فہم اور عمل سے ہوتی ہے۔ یہ منابع واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون بخشتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف رہتے ہیں ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں احکامات اور ممانعتوں کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات الہی رہنمائی سے متصادم ہو جائیں، اور یہ تسلیم کرنے میں ناکام ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر، اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو ہر وقت یقینی بنایا جائے۔ اس عمل میں اسلامی تعلیمات کے مطابق دی گئی نعمتوں کو بروئے کار لانا شامل ہے، جو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کا باعث بنے گی۔

باب 4 النساء، آیت 104

،اگر تمہیں تکلیف اٹھانی چاہیے تو وہ بھی اسی طرح تکلیف میں ہیں جیسے تم تکلیف میں مبتلا ہو”
”لیکن تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جس کی وہ توقع نہیں رکھتے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے حقیقی امید کو اپنانا چاہیے اور خواہش مندانه سوچ سے بچنا چاہیے کیونکہ اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش مند سوچ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استقامت ہے، جبکہ بیک وقت دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی توقع ہے۔ اس کے مقابلے میں، حقیقی امید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے سرگرمی سے کوشش کی جائے، جس میں ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرنا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے طرز عمل کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ تب ہی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی صحیح امید رکھی جا سکتی ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں درج ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کی جائے، خواہش مندانه سوچ سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ آخر الذکر انہیں اس زندگی میں فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی آخرت میں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نیتوں، گفتار اور افعال کو جانتا ہے، اس لیے وہ ان لوگوں کو ذہنی سکون عطا فرمائے گا جو اس کی اطاعت میں خلوص نیت سے کوشش کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 104

”اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرْتِكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنَ لِلْخَائِبِينَ
خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾

وَأَسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٦﴾

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾
يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنْ
الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾

هَآتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١١٠﴾

وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهِ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١١﴾

وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿١١٢﴾

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ
إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ
مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾

❖ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ
النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا بُيِّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ
وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾

إِن يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنشَاءً وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾

لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَخْذَن مِّنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾

وَلَا ضَلَالَنَّهُمْ وَلَا مَنِينَهُمْ وَلَا مَرْئِيَهُمْ فَلَيْبَتِي كُنَّ ءَاذَانُ الْأَنْعَامِ وَلَا مَعِيَهُمْ
فَلْيَغْيِرُكَ خَلْقُ اللَّهِ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ
خُسْرَانًا مُّبِينًا ﴿١١٩﴾

يَعِدُّهُمْ وَيُمْنِيهِمْ وَمَا يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرَىٰ مِن تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَمَن أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿١٢٢﴾

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٢٣﴾

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ
الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿١٢٤﴾

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ
اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿١٢٥﴾

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ﴿١٢٦﴾

بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب مقصد کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان
اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے، اور دھوکے بازوں کے وکیل نہ بنو۔

اور اللہ سے معافی مانگو۔ بے شک اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور اپنے آپ کو دھوکہ دینے والوں کی طرف سے بحث نہ کرو۔ بے شک اللہ کسی ایسے شخص
کو پسند نہیں کرتا جو عادتاً گناہ گار دھوکے باز ہو۔

وہ لوگوں سے [اپنی برائیوں اور اعمال] کو چھپاتے ہیں، لیکن وہ اللہ سے نہیں چھپا سکتے، اور
جب وہ ایسی رات گزارتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا
احاطہ کرنے والا ہے۔

یہاں تم وہ لوگ ہو جو دنیاوی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑتے ہیں لیکن قیامت کے دن ان
کے لیے اللہ سے کون بحث کرے گا یا ان کا نمائندہ کون ہو گا؟

اور جو کوئی ظلم کرے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے معافی مانگے اللہ کو بخشنے والا
مہربان پائے گا۔

اور جو کوئی گناہ کماتا ہے وہ اپنے ہی خلاف کرتا ہے۔ اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا
ہے۔

لیکن جس نے کوئی گناہ یا گناہ کیا اور پھر اس کا الزام کسی بے گناہ پر لگایا اس نے اپنے اوپر بہتان اور صریح گناہ لیا۔

اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیتا۔ لیکن وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتے اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ اور کبھی تم پر اللہ کا بڑا فضل رہا ہے۔

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کا۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور طریقے کی پیروی کرے تو ہم اسے وہی دیں گے جو اس نے لیا ہے اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا۔

وہ اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے مگر عورتوں کے، اور وہ (حقیقت میں) سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔

جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک خاص حصہ ضرور لوں گا۔

اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور ان میں خواہشات کو ہوا دوں گا اور میں ان کو حکم دوں گا کہ "وہ چوپایوں کے کان کاٹ ڈالیں اور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی تخلیق کو بدل دیں گے۔

وہ [شیطان] ان سے وعدہ کرتا ہے اور ان میں خواہش پیدا کرتا ہے۔ لیکن شیطان ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا سوائے فریب کے۔

ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارا نہیں پائیں گے۔

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ [یہ] اللہ کا وعدہ ہے، [جو] سچا ہے، اور بیان میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟

یہ [یعنی جنت] نہ آپ کی خواہش سے حاصل ہوئی ہے اور نہ اہل کتاب کی سوچ سے۔ جو کوئی ظلم کرے گا اسے اس کا بدلہ ملے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی کو حمایتی اور مددگار نہ پائے گا۔

اور جو شخص مومن ہوتے ہوئے نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ کھجور کے دانے کے برابر بھی۔

اور اس شخص سے بہتر دین میں کون ہے جو نیکی کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور حق کی طرف مائل ہو کر ابراہیم کے دین کی پیروی کرے۔ اور اللہ نے ابراہیم کو ایک گہرا دوست بنایا۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔

الہی تعلیمات کا مقصد لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے کہ وہ ہر حال میں درست فیصلے کریں تاکہ وہ ان کو دی گئی ہر نعمت کا صحیح استعمال کریں۔ یہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کے ذریعے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر کے۔ باب النساء، آیت 105 4

بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب مقصد کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس ” کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے۔

اس کے علاوہ، الہی تعلیمات قوانین اور حکمت پر مشتمل ہیں جو ان قوانین کو صحیح طریقے سے نافذ کرنے کے لیے درکار ہیں تاکہ معاشرے میں انصاف اور امن پھیلے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو جانتا ہے، وہ واحد ہے جو یہ رہنمائی فراہم کر سکتا ہے، جس سے فرد کی زندگی اور وسیع تر معاشرے میں امن قائم ہو۔ علم، تجربہ، دور اندیشی اور تعصب کی کمی کی وجہ سے انسان کے بنائے ہوئے تمام ضابطہ اخلاق کبھی بھی اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔

نتیجتاً، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور نافذ کرنا چاہیے، چاہے یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک ہوشیار مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ بعض دواؤں کے ناخوشگوار ہونے اور غذائیت کے سخت طریقہ کار کے باوجود۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض بہتر ذہنی اور جسمانی تندرستی حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح ایک فرد بھی جو اسلامی اصولوں کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو نہیں سمجھ پاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے معالج پر بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر پڑنے والے مثبت اثرات کو پہچان سکیں۔ اسے ان تعلیمات پر اندھا اعتماد کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے اپنی صداقت کو پہچانیں۔ تاہم اس کے لیے اسلام کی تعلیمات سے منسلک ہوتے وقت ایک کھلی اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کی ضرورت ہے۔ باب

یوسف، آیت 108 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

:باب 4 النساء، آیت 105

بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب مقصد کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس”
”کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے۔

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب کوئی سچے دل سے اسلامی تعلیمات کو سیکھے گا اور اس پر عمل کرے گا تو وہ بصیرت حاصل کرے گا، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں مختلف حالات کی حقیقت دکھائے گا تاکہ وہ صحیح انتخاب کر سکیں جو انہیں ذہنی سکون کی طرف لے جائے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے والا اندرونی طور پر اندھا ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں وہ ہر دنیوی یا دینی صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے صحیح انتخاب کرنے اور دیکھنے کے قابل نہیں ہو گا۔ یہ رویہ انہیں غلط انتخاب کرنے کا سبب بنے گا، جو انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو خوش کرنے اور دنیاوی چیزوں مثلاً مال و دولت کے حصول کی خاطر اسلامی تعلیمات پر سمجھوتہ کرنے سے گریز کریں کیونکہ یہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گا۔ باب 4 النساء، آیت 105:

”اور دھوکے بازوں کے وکیل نہ بنو۔“

ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے لوگوں کو خوش کرنے سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کی طرف لے جائے گا، یہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا اور انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے لوگوں کو خوش کرنا دونوں جہانوں میں پریشانی، تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ لوگ ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں رکھیں گے لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے، خواہ اس سے لوگوں کو ناراض کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں کے منفی اثرات سے، ذہنی سکون کے ذریعے محفوظ رکھے گا، خواہ یہ حفاظت ان پر ظاہر نہ ہو۔ مزید برآں، جیسا کہ لوگوں کو خوش کرنا قریب قریب ناممکن ہے، اس لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کام کرتا ہے، وہ لازماً اللہ تعالیٰ یا لوگوں کو خوش نہیں

کرے گا۔ آخر میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو عمل لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر نہیں ملے گا، خواہ وہ کوئی نیک عمل ہی کیوں نہ کرے۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 4 النساء آیت 105

”اور دھوکے بازوں کے وکیل نہ بنو۔“

اچھی صحبت اختیار کر کے اس صورتحال سے بچنا چاہیے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں درج ایک حدیث کے مطابق یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے ساتھیوں کے طرز زندگی کی تقلید کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ افراد لاشعوری طور پر ان خصلتوں کو اپنا سکتے ہیں، خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی، جو ان کے آس پاس کے لوگوں کی طرف سے دکھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے افراد کی صحبت حاصل کرے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں، جس میں اسلامی اصولوں کے مطابق انہیں حاصل ہونے والی نعمتوں سے استفادہ کرنا شامل ہے۔ باب 4 النساء، آیت 105

”اور دھوکے بازوں کے وکیل نہ بنو۔“

یہ آیت لوگوں کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحیح رویہ اختیار کرنے کی تلقین بھی کرتی ہے جہاں وہ انہیں بری باتوں سے ڈراتے ہیں اور اچھے کام کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اچھے ساتھی کی تعریف کو غلط سمجھا ہے جیسا کہ رشتہ دار یا دوست۔ ان کا ماننا ہے کہ ایک اچھا ساتھی آنکھ بند کر کے اپنے ساتھی کو ہر حال میں تسلی دیتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ ان کا ماننا ہے کہ اپنے ساتھی پر تعمیری تنقید کرنا اچھے ساتھی کی تعریف سے متصادم ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھی کی ہر بات سے اتفاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہوں۔ اس جاہلانہ رویہ سے بچنا چاہیے کیونکہ اچھا ساتھی وہی ہوتا ہے جو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے اپنے ساتھی

کی خواہش رکھتا ہو۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب وہ انہیں بری چیزوں سے متنبہ کریں اور انہیں اچھے کام کرنے کی تلقین کریں تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ لہذا، کسی کو دوسروں کے لیے اچھا ساتھی بننے کی کوشش کرنی چاہیے، خواہ ان کے اعمال، جیسے کہ ان کی تعمیری تنقید، ان کے ساتھیوں کے جذبات اور خواہشات کے خلاف ہو۔ غلط رویہ اختیار کرنے والا یہ پائے گا کہ ان کا رشتہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے پریشانی کا باعث بن جائے گا، کیونکہ وہ ایک دوسرے کو ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتے تھے جو انہیں دی گئی تھیں۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

باب 4 النساء، آیات 105-106

”اور دھوکے بازوں کے وکیل نہ بنو اور اللہ سے معافی مانگو۔“

لہذا انسان کو چاہیے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کرنے اور بری صحبت اختیار کرنے سے سچے دل سے توبہ کرے اور ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کرے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں اور اچھی صحبت اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

عام طور پر، سچی توبہ کے لیے احساس جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی کی جستجو، اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے بھی جن کو نقصان پہنچا ہے، کی ضرورت ہوتی ہے، بشرطیکہ اس کے نتیجے میں اضافی پیچیدگیاں نہ ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ ایک ہی یا اس سے ملتی جلتی زیادتیوں کو دہرانے سے باز رہنے

کا دلی عہد کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کی جائے۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مسلسل عمل پیرا رہنا چاہیے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے اور اس طرح اپنے طرز عمل کو درست کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت پائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 106

"اور اللہ سے معافی مانگو، بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

جیسا کہ استغفار کا حکم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیا گیا ہے، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ تھے، لیکن یہ مسلمانوں کے لیے مخلصانہ توبہ کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے۔

اس کے علاوہ برے ساتھیوں کو اختیار کرنے والا لازماً اپنے برے طرز عمل کا بہانہ بنائے گا اور اگر وہ اسی رویہ پر قائم رہے تو اپنے برے ساتھیوں کی برائیوں سے اندھے ہو جائیں گے۔ جو اس درجے تک پہنچ جائے گا وہ لازماً اپنے برے دوستوں کو ان کے برے کاموں میں شامل کر لے گا۔ باب 4 النساء، آیت 107

اور ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرو جو اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، بے شک اللہ ایسے "شخص کو پسند نہیں کرتا جو عادتاً گناہ کرنے والا ہو۔"

لہذا یہ آیت مسلمانوں کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق ادا کریں لیکن اپنی وفاداری صرف اللہ کے ساتھ رکھیں۔ جو اپنی وفاداری لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے، جیسے کہ خاندان اور دوستوں کے ساتھ وہ لامحالہ یہ رویہ اپنائے گا جس کے تحت وہ اپنے ساتھیوں کے برے طرز عمل کو ان سے اندھی وفاداری میں معاف کر دیتے ہیں۔ جبکہ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کا وفادار ہے وہ اس کی اطاعت کو باقی سب پر ترجیح دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھیوں کو برے رویے سے خبردار کرے گا اور ان کے برے اعمال پر کبھی عذر نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کے برے کاموں میں ان کی حمایت کرے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اگر کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے لوگوں کے ساتھ وفادار رہتا ہے تو وہ لامحالہ برے کاموں میں دوسروں کا ساتھ دیتا ہے اور اس طرح وہ برے کردار کو اپناتا ہے۔ اس سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ اس لیے اس شخص کو نہ تو دنیا میں اور نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل حاصل ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 107

“بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو عادتاً گناہ گار دھوکے باز ہو۔“

یہ وہ شخص ہے جو دو چہروں والا رویہ اختیار کرتا ہے جس کے تحت وہ اپنے رویے کو اس بات پر منحصر کرتا ہے کہ وہ دنیاوی فائدے کے لیے کس کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں، جیسے کہ سماجی حیثیت۔ باب 4 النساء، آیت 108

"وہ لوگوں سے [اپنے برے ارادوں اور اعمال] کو چھپاتے ہیں، لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔"

لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام نیتوں، قول و فعل سے پوری طرح باخبر ہے، اس لیے وہ دونوں جہانوں میں ان کا محاسبہ کرے گا اور آخر کار ان کو بے نقاب کرے گا تاکہ جن لوگوں کو وہ اپنے دو چہروں سے خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ان سے نفرت کریں۔ باب 4 النساء، آیت 108

اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات اس طرح گزارتے ہیں کہ وہ بات کو قبول نہیں کرتا اور جو "کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔"

اس لیے دو رخی رویہ سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں رسوائی کا باعث ہے۔ درحقیقت دنیا میں دو چہروں والا رویہ اختیار کرنے والے کی آخرت میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ سنن ابو اس کے بجائے انسان کو اپنے طرز داؤد نمبر 4873 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ عمل کو درست کرنا چاہیے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ انہیں اپنی نیت درست کرنی چاہیے تاکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کریں۔ کسی اور وجہ سے عمل کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اجر نہیں پائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بات درست کریں تاکہ وہ میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ صرف اچھی بات کریں یا خاموش رہیں۔ انہیں اپنے اعمال درست کرنے چاہئیں تاکہ وہ ان نعمتوں کا یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ صحیح استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات اس طرح گزارتے ہیں کہ وہ بات کو قبول نہیں کرتا اور جو ”کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔“

تقریر کو تین الگ الگ زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم نقصان دہ تقریر ہے جس سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ دوسری قسم فائدہ مند تقریر ہے، جس کا اظہار مناسب وقت پر ہونا چاہیے۔ تیسری قسم فضول گفتگو ہے۔ اگرچہ اس قسم کی تقریر نہ تو گناہ پر مبنی ہے اور نہ ہی نیکی، لیکن یہ گناہ، والی تقریر کا باعث بن سکتی ہے، جس سے اس سے بچنے کا مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔ مزید برآں فضول تقریر کا نتیجہ قیامت کے دن پچھتاوا ہو سکتا ہے، کیونکہ لوگ اس طرح کی گفتگو میں ضائع ہونے والے وقت اور مواقع پر غور کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، ایک مسلمان کو یا تو مثبت بات کرنے یا خاموش رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس ہدایت کی تائید صحیح مسلم نمبر 176 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ غلط کاموں میں دوسروں کا ساتھ دینے سے گریز کریں کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں دونوں فریقوں کے لیے پریشانی کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 109

یہ تم وہ لوگ ہو جو دنیاوی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑتے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے ”لیے اللہ سے کون بحث کرے گا یا ان کا نمائندہ کون ہو گا؟“

ظالم کو ان لوگوں سے بے وقوف نہیں بنانا چاہیے جو اس دنیا میں ان کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ اس سے انہیں تحفظ کا غلط احساس ملے گا۔ وہ قیامت کے دن سلامتی اور حمایت حاصل نہیں کر سکیں

گے جب ان سے ان کی تمام نیتوں، قول و فعل کا جوابدہ ہو گا۔ یہ اکثر دنیا بھر کے معاشروں میں دیکھا جاتا ہے جس کے تحت طاقتور شخصیات، جیسے کہ سیاستدان، اپنے اعمال کی وجہ سے پکڑے جانے سے بچ جاتے ہیں جیسا کہ کوئی اور ان کی طرف سے وکالت کرتا ہے اور اس طرح انہیں ان کے اعمال کے نتائج سے بچاتا ہے۔ یہ طرز عمل کسی شخص کو کبھی بھی بے وقوف نہیں بنانا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں میں سزا دے گا، بشرطیکہ وہ سچے دل سے توبہ کریں۔ اس دنیا میں یہ ظالم لازماً ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنے گا اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ یہ مصیبتوں، تناؤ اور پریشانیوں سے بھری زندگی کا باعث بنے گا چاہے وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ اس کے علاوہ، ان کا رویہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا۔ اس لیے آخرت میں ان کے لیے جو عذاب ہے وہ اس سے بھی بدتر ہو گا اور کسی کو ان کی طرف سے وکالت یا سفارش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ باب 4 النساء، آیت 109

”لیکن قیامت کے دن ان کے لیے اللہ سے کون بحث کرے گا یا ان کا نمائندہ کون ہوگا؟“

درحقیقت اس شخص نے جس طرح لوگوں پر ظلم کیا، قیامت کے دن انصاف قائم ہوگا۔ ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے نیک اعمال کو اپنے متاثرین کو منتقل کرے، اور اگر ضرورت پڑی تو وہ ان متاثرین کے گناہوں کو اس وقت تک برداشت کریں گے جب تک کہ انصاف نہیں مل جاتا۔ یہ بالآخر ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ تنبیہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو دونوں جہانوں میں مصیبتوں سے بچنے کی دعوت دیتا ہے کہ وہ خلوص دل سے توبہ کریں کیونکہ دوسروں پر ظلم کرنے والے کو دونوں جہانوں میں انصاف کا سامنا کرنا پڑے گا، خواہ یہ عدل ان پر اس دنیا میں ظاہر نہ ہو، اور جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پامال کرتا ہے وہ حقیقت میں صرف اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانا ممکن نہیں۔ باب 4 النساء، آیت 110

اور جو کوئی ظلم کرے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے معافی مانگے وہ اللہ کو بخشنے والا " اور مہربان پائے گا۔

حقیقی توبہ میں پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، فعال طور پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور کسی ایسے فرد سے جو بری طرح متاثر ہوئے ہیں، بشرطیکہ اس سے اضافی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ضروری ہے کہ دل سے عہد کیا جائے کہ وہ ایک جیسے یا تقابلی گناہوں کے اعادہ سے اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کی جائے۔ مزید برآں، اسلامی اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ کوئی بھی ظلم صرف ظالم پر ہی اثر انداز ہوتا ہے خواہ یہ ان پر واضح نہ ہو۔ اس دنیا میں، ایک شخص کے گناہ اس کو غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے کا سبب بنتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہیں۔ آخرت میں انسان کے گناہ اس کی لعنت کا ذریعہ بنیں گے۔ لہذا کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والی دنیاوی چیزوں سے بیوقوف نہیں بننا چاہیے کیونکہ یہ چیزیں ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ کا باعث بنیں گی، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔ باب 4 النساء، آیت 111

اور جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ اپنے ہی خلاف کرتا ہے۔“

باب 68 القلم آیت 44 اور

”ہم بتدریج انہیں [عذاب کی طرف] لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں، قول و فعل کو جانتا ہے، اس لیے وہ دنیا یا آخرت میں اپنے برے اعمال کے نتائج سے نہیں بچ سکتے۔ باب 4 النساء، آیت 111

”اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ، پھر دوسروں پر الزام لگا کر اپنے گناہ کی سنگینی کو بڑھانے سے خبردار کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 112

لیکن جس نے کوئی گناہ یا گناہ کیا اور پھر اس کا الزام کسی بے گناہ پر لگایا تو اس نے بہتان اور ”صریح گناہ اپنے سر لیا“۔

ایسا اکثر معاشروں میں ہوتا ہے جہاں طاقتور شخصیات کو ان کے برے اعمال کے نتائج سے بچا لیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں یہ نتائج معصوم لوگوں پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ کسی کو اس تحفظ سے برگز بے وقوف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بعض دنیوی معاملات میں ان کو نجات دے سکتا ہے لیکن انہیں دونوں جہانوں میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا، خواہ اس دنیا میں ان پر یہ بات واضح نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اس دنیا میں ہر وہ دنیاوی نعمت جو انہیں اپنے برے اعمال سے حاصل ہوتی ہے وہ ان کے لیے پریشانی، پریشانی اور مصائب کا باعث بنتی ہے۔ مثال کے طور پر، یہ طاقتور شخصیات انتہائی بے وقوفانہ زندگی گزارتی ہیں اور مسلسل خوفزدہ رہتی ہیں کہ

کوئی انہیں ان کے طاقتور عہدے سے ہٹا دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ عوام کے ہاتھوں ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ یہ اضطراب انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکتا ہے حالانکہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن آخرت میں جو ان کا انتظار ہے وہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔

اگرچہ مکہ کے غیر مسلموں اور مدینہ کے منافقین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی، جیسے کہ آپ کو اپنے مشن پر سمجھوتہ کرنے پر آمادہ کرنا لیکن وہ بری طرح ناکام رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی اطاعت میں کوشش کرنے والے کو ہر قسم کی گمراہی سے بچاتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 113

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تمہیں گمراہ کرنے کا "ارادہ کر لیتا، لیکن وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتے اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اس کے علاوہ جو شخص دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے اپنے گناہوں میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ دوسرے ان کی بری نصیحت اور ہدایت پر جتنا زیادہ عمل کریں گے، ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے گناہوں میں اضافہ ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اس لیے دوسروں کو برے طریقے سے نصیحت کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور وہ سب سے زیادہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے دوسروں کے گمراہ ہونے سے بچتے ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور اس وجہ سے انہیں گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت حاصل ہوگی۔ باب 4 النساء، آیت 113

لیکن وہ اپنے آپ کو گمراہ نہیں کرتے اور آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور اللہ نے آپ“
 “...پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ کچھ سکھایا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے

یہ کتاب اس قانون کی طرف اشارہ کر سکتی ہے، جو طرز عمل کے ایک فریم ورک کے طور پر کام کرتا ہے جس پر افراد کو ان کی عطا کردہ نعمتوں کو مناسب طریقے سے استعمال کرنے کے لیے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ باطنی سکون حاصل کرنے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ساتھ ساتھی انسانوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے اس قانون کی پابندی ضروری ہے۔ نتیجتاً، یہ قانونی ڈھانچہ کمیونٹی کے اندر امن اور انصاف کے قیام کو فروغ دیتا ہے۔ حکمت ایک اہم کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ یہ افراد کو ان کے علم کے صحیح استعمال کی ہدایت کرتی ہے، بشمول قانونی اصول، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اس طرح کے علم سے خود کو اور دوسروں کو دنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچے۔ ایک ہم آہنگ اور منصفانہ معاشرے کے لیے قانون اور حکمت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکمت کے بغیر، قانون کی غلط تشریح کی جا سکتی ہے، جو افراد کو دوسروں کی قیمت پر اپنے فائدے کے لیے خامیوں کا فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے برعکس، قانونی رہنمائی سے عاری حکمت افراد کو صحیح اور منصفانہ کی ذاتی تشریحات کی بنیاد پر اپنے طرز عمل کے معیارات وضع کرنے کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق حقیقی ذہنی سکون کو فروغ دینے کا امکان نہیں رکھتے، کیونکہ ان میں اکثر ضروری علم، تجربہ، دور اندیشی کی کمی ہوتی ہے، اور وہ تعصبات سے متاثر ہو سکتے ہیں، خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ۔ اس طرح، قانون کے بغیر حکمت بھی اندرونی امن کے حصول میں رکاوٹ بن سکتی ہے اور معاشرے میں انصاف اور ہم آہنگی کے فروغ میں رکاوٹ بن سکتی ہے، کیونکہ افراد دوسروں کے حقوق کو برقرار رکھنے میں کوتاہی کریں گے۔

لہذا، الہی ضابطہ اخلاق، جو قانون اور حکمت پر مشتمل ہے، ایک فرد اور پورے معاشرے کے لیے ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے واقعی ایک بے پناہ نعمت اور فضل ہے۔ باب 4 النساء، آیت 113

”اور کبھی تم پر اللہ کا فضل بہت زیادہ رہا ہے۔“

اس کے بعد بنی نوع انسان کو عطا کردہ الہی ضابطہ اخلاق کے ایک پہلو کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔
باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم”
”دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔

عام طور پر، جیسا کہ پہلے بات کی گئی، تقریر کو تین الگ الگ زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم بد کلامی ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ دوسری قسم میں اچھی تقریر شامل ہے، جس کا اظہار مناسب وقت پر کیا جانا چاہیے۔ تیسری قسم فضول گفتگو ہے۔ جب کہ اس کی درجہ بندی نہ تو گناہ ہے اور نہ ہی نیکی، اس سے بد کلامی ہو سکتی ہے اور اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔ مزید برآں، لوگ قیامت کے دن پچھتاوا محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ وہ فضول باتوں میں ضائع ہونے والے وقت اور مواقع پر غور کرتے ہیں۔ نتیجتاً، ایک مسلمان کو یا تو مثبت بات کرنے یا خاموشی اختیار کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہ ہدایت حدیث صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود ہے۔ باب 4 النساء
آیت 114:

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے”
ہیں۔“

یہ ثواب کمانے کا ایک بہترین طریقہ ہے، خاص طور پر جب کوئی شخص خود صدقہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ جو شخص دوسروں کو نیکی کی تلقین کرتا ہے مثلاً صدقہ کرنا، اسے صدقہ

کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اور یہ ثواب اس وقت تک بڑھتا رہے گا جب تک کوئی ان کی اچھی نصیحت پر عمل کرتا رہے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس صدقہ میں اپنے ذرائع کے مطابق دوسروں کی مدد کرنا شامل ہے، جیسے مالی، جسمانی اور جذباتی مدد۔

باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم "دیتے ہیں یا صحیح بات

صحیح کیا ہے اس کی تعریف کسی ایسی چیز کے طور پر کی جاتی ہے جسے لوگ آسانی سے اچھی، کے طور پر پہچان سکتے ہیں، خواہ مسلمان ہو یا نہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ جہالت کی وجہ سے کچھ مسلمانوں کا خیال ہے کہ حق کا حکم دینا ان چیزوں سے جڑا ہوا ہے جن کے لیے گہرے اسلامی علم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ علما کے درمیان بحث کے لیے کھلے ہیں، جیسے کہ ثانوی فقہی مسائل۔ ایسے مسائل جن کو صرف ایک مسلمان ہی سمجھ سکتا ہے اور اسے اچھا سمجھ سکتا ہے۔ قرآن پاک میں نیکی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ ان چیزوں کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آسانی سے اچھی کے طور پر پہچانی جاتی ہیں، یہاں تک کہ ایک غیر مسلم بھی، جیسے صدقہ دینا، سچ بولنا اور لوگوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے انصاف کرنا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی مسلمانوں کو دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے اور صرف ثانوی فقہی مسائل کے بارے میں مناسب ماحول میں اور مناسب لوگوں کے ساتھ بات کرنی چاہیے۔

باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کراتے ہیں۔

دو فریقین کے درمیان صلح کروانے کے ثواب کی قدر کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ایسا کرنے کا ثواب نفلی روزے، نماز اور مالی خیرات سے بہتر ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4919 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لوگوں کے درمیان صلح اس بات کو یقینی بنائے گی کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی طرف لوٹ آئیں جو ان کے اور ان کے معاشرے کے لیے بھلائی کا باعث بنے۔ اس سے قبل جو حدیث نقل ہوئی ہے اس میں تنبیہ کی گئی ہے کہ لوگوں کے تعلقات کو خراب کرنا تباہ کن ہے کیونکہ یہ شیطان کے مقاصد میں سے ہے جو دنیاوی چیزوں کو اپنے مذموم مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 91

شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ نشہ اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ اپنی نیت درست کریں تاکہ وہ صرف اس کی خوشنودی کے لیے عمل کریں، بصورت دیگر انہیں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 4 النساء آیت 114

ان کی اکثر گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں سوائے ان لوگوں کے جو خیرات کا حکم دیتے ہیں یا حق بات یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں اور جو شخص یہ کام اللہ کی رضا مندی کے لیے کرے گا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے جس طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال چیزیں کمانا اور استعمال کرنا ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی خراب ہے تو وہ جو کچھ بھی کرے گا وہ کرپٹ ہو گا، چاہے وہ نیکی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اپنی نیت درست کریں تاکہ دونوں جہانوں میں ثواب حاصل کریں۔

بنی نوع انسان کو الہی ہدایت سے نوازنے کے عظیم احسان کا ذکر کرنے کے بعد جو انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جاتی ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ زندگی میں دوسرے راستوں پر چلنے سے گریز کریں کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں مصیبتوں کی طرف لے جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 115:

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور طریقے کی پیروی کرے تو ہم اسے وہی دیں گے جو اس نے لیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر جبراً ہدایت نہیں دیتا، کیونکہ یہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے امتحان کو باطل کر دے گا، اس لیے جو شخص جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطہ اخلاق سے مختلف طریقہ اختیار کرے گا، وہ گمراہ ہو جائے گا۔ وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں جس کی وجہ سے وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائیں گے۔ اس لیے ان کا رویہ دونوں جہانوں میں تنائو، پریشانی اور مصائب کا باعث بنے گا، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ یہ نتیجہ بالکل واضح ہوتا ہے جب کوئی ان لوگوں کو دیکھتا ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے امیر اور مشہور۔ اس کے علاوہ، ان کا یہ رویہ انہیں قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے سے روک دے گا اور اس کے نتیجے میں آخرت میں ان کے لیے جو عذاب انتظار کر رہا ہے، وہ اس سے بھی بدتر ہو گا۔ باب 4 النساء، آیت 115:

”ہم اُسے وہ دیں گے جو اُس نے لیا ہے اور اُسے جہنم میں لے جائیں گے، اور وہ بری جگہ ہے۔“

:باب 4 النساء، آیت 115

اور جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا۔“

یہ آیت بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح ہر حال میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ وہ الہی ہدایت یافتہ تھا، اس کی اطاعت اور پیروی کرنا :اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ باب 4 النساء آیت 80

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

:اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت بہت ضروری ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کا جسمانی مظہر ہیں، لہذا کوئی شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے بغیر قرآن کریم کی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھ یا اس پر عمل نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی رویہ تھا، اس لیے اسے اپنانا چاہیے۔ باب 4 النساء، آیت 115

اور جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے ” کے علاوہ کسی اور طریقے کی پیروی کرے۔“

یہ آیت ہدایت کے دو منابع کی تعلیمات پر سختی سے عمل کرنے کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ دینی علم کے متبادل ذرائع سے مشغول ہونا، چاہے وہ مثبت اعمال کی ترغیب دے، رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع پر کم عمل کرنے کا سبب بنے گا، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنے گا۔ یہ تشویش سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں بھی ملتی ہے، جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو بھی عمل ان دو منابع میں نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، دوسرے ذرائع پر انحصار افراد کو اسلامی تعلیمات سے متصادم عقائد اور طریقوں کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے۔ یہ بتدریج انحراف ایک ایسا حربہ ہے جسے شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے کو بعض ایسے روحانی طریقوں میں

مشغول ہونے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں۔ اگر یہ فرد بے خبر ہے اور متبادل مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے کا عادی ہے، تو وہ آسانی سے اس دھوکے کا شکار ہو سکتا ہے، ایسے طریقوں میں ملوث ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلام سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد رکھنا شروع کر سکتے ہیں جو اسلامی نظریے سے مطابقت نہیں رکھتے، جیسے کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا حکم دے سکتے ہیں، جو کہ دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے حاصل کردہ علم سے پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ غلط عقائد اور عمل سراسر کفر کے مترادف ہو سکتے ہیں، جیسے کہ کالے جادو کا عمل۔

باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان اس کا احساس کیے بغیر بھی اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ انہیں مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مذہبی بدعات پر عمل کرنا جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں، شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

الہی ہدایت کے بجائے شیطان کی پیروی دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 115

اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی اور طریقے کی پیروی کرے تو ہم اسے وہی دیں گے جو اس نے لیا ہے "اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔"

جیسا کہ اسلامی ضابطہ اخلاق کامل ہے، اس میں لوگوں کی فطری خامیوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے، اور اس کے نتیجے میں موت کے وقت تک استغفار اور توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ باب 4 النساء: آیت 116

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا، لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے "بخش دیتا ہے۔"

سچی توبہ کے لیے گناہ کے اعتراف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کے لیے مخلصانہ تعاقب کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے بھی جن پر ظلم ہوا ہو، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک ہی یا اس سے ملتے جلتے جرائم کو دہرانے سے بچنے کے لیے سچا وعدہ کرنا اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے سلسلے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو بحال کرنا بہت ضروری ہے۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرنی چاہیے۔

اسلامی علماء کا متفقہ طور پر اس بات پر اتفاق ہے کہ واحد گناہ جسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن معاف نہیں کرے گا وہ کفر ہے۔ اس طرح کے کفر کو سچی توبہ اور قبول اسلام کے ذریعے اس زندگی میں معاف کیا جا سکتا ہے، لیکن کفر کی حالت میں مرنے والوں کو قیامت کے دن معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس کے برعکس، دوسرے تمام گناہ، جن کے لیے کسی نے سچی توبہ نہیں کی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہو سکتا ہے، اگر وہ ایسا کرنا چاہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے

حقوق کی خلاف ورزی کرنے والوں کو آسانی سے معاف کر دیتا ہے، وہ لوگوں کو ایک دوسرے کو معاف کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ قیامت کے دن، انصاف غالب ہو گا، ظالموں سے اپنے اچھے اعمال کو اپنے متاثرین کو منتقل کرنے کی ضرورت ہوگی، اور اگر ضروری ہو تو، ان کے گناہوں کو برداشت کرنا ہوگا جن پر انہوں نے ظلم کیا ہے۔ یہ ممکنہ طور پر ان کی جہنم کی سزا کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفر کے سوا تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، لیکن خواہش مندانہ سوچ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی کا باعث بن سکتا ہے۔ خواہش مند سوچ کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی سے ہوتی ہے، جب کہ اس کی رحمت اور بخشش کی توقع دنیا اور آخرت دونوں میں ہوتی ہے۔ اس طرح کا رویہ اسلام میں کوئی جواز نہیں رکھتا۔ اس کے مقابلے میں حقیقی امید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کریں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں اور دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی مخلصانہ امید رکھیں۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانیں اور 2459 اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کریں، خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کریں، کیونکہ یہ ان کو اس زندگی میں فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی آخرت میں۔ بالآخر، وہ لوگ جو خواہش مندانہ سوچ سے چمٹے رہتے ہیں، نافرمانی پر اڑے رہتے ہوئے اپنے آپ کو اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہ ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی مناسب غذا نہ ملنے والا پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 116

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا، لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے ”بخش دیتا ہے۔“

اس آیت کا تعلق معمولی شرک سے بھی ہو سکتا ہے، جس کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے علاوہ کسی اور وجہ سے نیک اعمال انجام دینے سے ہے۔ اس رویے کے بارے میں ایک تنبیہ سنن ابن ماجہ نمبر 3989 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔ اس قسم کی بے وفائی کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی معاف کیا جائے گا، جس کے نتیجے میں فرد کو دنیا یا آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 کی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

نتیجتاً ایسے کاموں سے پرہیز کرنا ضروری ہے جو آخرت میں انعامات اور ممکنہ سزا کے ضائع ہونے کا باعث بن سکتے ہیں، بشمول خواہش مندانہ سوچ اور معمولی شرک۔ باب 4 النساء، آیت 116

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا، لیکن اس سے کم جس کے لیے چاہتا ہے ”بخش دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفر کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ ایسا کرنے سے زمین پر زندگی کا مقصد ہی مجروح ہو جائے گا۔ ایک امتحانی منظر نامے پر غور کریں جہاں ہر طالب علم کو اس کی حقیقی کارکردگی سے قطع نظر پاسنگ گریڈ سے نوازا جاتا ہے۔ اس سے امتحان بے معنی ہو جائے گا۔ امتحان کا بنیادی مقصد کامیاب ہونے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا تو یہ دونوں گروہوں کے درمیان مساوات پیدا :باب 45 الجثیہ، آیت 21 کر دے گا جو بنیادی طور پر عدل و انصاف کے اصولوں سے متصادم ہے۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔“

اگرچہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم کرنے والا ہے، لیکن اس کی رحمت اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ اس طرح کا تضاد ناپسندیدہ رویے کا باعث بنے گا، جس سے وہ پاک ہے۔ ایک دنیاوی جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور اسے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ ہر مجرم کو بغیر کسی سزا کے معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس طرح کے طرز عمل کی توقع رکھنا بے جا ہے جو سب سے بڑا منصف ہے۔

اس زندگی میں کامیابی کے حصول کے لیے کوشش اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر بننے کا سفر۔ چونکہ جنت میں داخلہ حاصل کرنا کسی بھی زمینی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اس لیے اس کے لیے ایک حد تک جدوجہد کی ضرورت ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی جدوجہد ایمان ہے، خواہ اس عقیدے کو برقرار رکھتے ہوئے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک صریح فعل ہے، نیز اس باب 51 ذریات، آیت 56 مقصد کا واضح انکار جس کے لیے وہ تخلیق کیے گئے ہیں۔

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی طرف سے انکار کے مستحق ہیں۔ اسی طرح، وہ لوگ جو اس مقصد کو پورا نہیں کرتے جس کے لیے انہیں بنایا گیا تھا، اس دن ایک طرف پھینکے جانے کے لائق ہیں، یہ ایک ایسی ایجاد کے مترادف ہے جو اپنے مطلوبہ کام کو پورا کرنے میں ناکام رہتی ہے اور اسے ناکام سمجھا جاتا ہے اور اس لیے اسے ضائع کر دیا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ کسی کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہئے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ لامحدود بخشش دیتا ہے اس لیے وہ شرک کے اعمال کو بھی معاف کر دے گا۔ درحقیقت تمام گناہوں کی مکمل معافی ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ جو شخص اس کی وحدانیت کا فطری طور پر انکار کرتا ہے وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش لامحدود ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر ہستیوں کو معاف کرنے اور رحم کرنے کی صلاحیت کو منسوب کرتے ہیں۔ اس لیے یا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اثبات کرنا چاہیے اور اس کے نتیجے میں اس کی لامحدود بخشش پر یقین رکھنا چاہیے جو تمام گناہوں کو معاف کر سکتی ہے، یا پھر اس کی وحدانیت کو رد کرنا چاہیے جو اس کی لامحدود بخشش کے انکار کا باعث بنتا ہے۔ اگر وہ اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ اس کی بخشش لامحدود ہے، تو یہ ان کے لیے وسیع نہیں ہوگی، اور جب تک وہ اپنی موت سے پہلے سچی توبہ نہ کر لیں، ان کے شرک کے لیے انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔

بالآخر، ایک فرد جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ ممکنہ طور پر دوسروں کو اس کی پیروی کرنے کی ترغیب دے گا، کیونکہ بنیادی طور پر گمراہ کن ہونے کے باوجود، ان کے انتخاب کو آزادی کی ایک شکل کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس حقیقی آزادی باطنی سکون کو فروغ دیتی ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں ایسا سکون نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ غیر منقولہ ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے، جس کی وجہ سے ان کی زندگیوں میں ترجیحات اور رشتوں کی غلطی ہو جائے گی۔ اس خلل کا نتیجہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ بعض مادی آسائشوں میں بھی مبتلا ہوں۔ تاہم، چونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، یہ بہت سے پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نتیجتاً، ایک فرد جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اختیار کر لیتا ہے، وہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کے لیے نمایاں طور پر متاثر کر سکتا ہے بالآخر آخرت میں اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آخر میں، چونکہ تمام مخلوقات کی ملکیت اور حکومت مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لیے افراد کے پاس اس کے احکام پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس طرح کسی کو کسی مخصوص ملک میں حکومت کرنے والی اتھارٹی کے قائم کردہ قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کے وضع کردہ ضابطوں کو نظر انداز کرے گا تو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے متفق نہ ہوں، لیکن وہ ایسے دائرے

میں فرار نہیں ہو سکتے جہاں اللہ تعالیٰ کا اقتدار غالب نہ ہو۔ اگرچہ افراد معاشرتی قوانین کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ مزید برآں، جس طرح گھر کا مالک دوسروں کے اعتراضات سے قطع نظر اپنی رہائش کے لیے قوانین مرتب کرتا ہے، اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے جو انسان کی رضامندی سے قطع نظر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ لہذا، ان الہی احکام کی تعمیل اپنی بھلائی کے لیے ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کریں گے اور جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کے لیے پسند ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے پیچھے حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ کس طرح اپنے اور معاشرے دونوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں، جس سے دونوں جہانوں میں سکون ہو، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلامی تعلیمات کو رد کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، انہیں دونوں جہانوں میں اپنے انتخاب کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی بھی اعتراض، احتجاج یا شکایات انہیں نتائج سے نہیں بچا سکتی۔

باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

باب 4 النساء، آیت 116

اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا۔“

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا لامحالہ غلط استعمال کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا انہیں ذہنی سکون کی راہ سے ہٹا دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں نقصان اٹھائیں گے۔

مکہ کے غیر مسلم جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھے، وہ فرشتوں کی عبادت کرتے تھے، جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے تھے، اور انہیں امید تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں، دنیا اور آخرت میں ان کی شفاعت کریں گے۔ باب 4 النساء، آیت 117

”وہ اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے مگر عورتوں کے۔“

:اور باب 39 از زمر، آیت 3

اور جو لوگ اس کے سوا کارساز بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

:اور باب 10 یونس، آیت 18

اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہے جس کے تحت وہ دوسرے لوگوں سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے اولیاء ہیں، اس امید کے ساتھ کہ وہ دونوں جہانوں میں ان کی شفاعت کریں گے، حالانکہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں اس رویہ پر تنقید کی گئی ہے۔ کچھ لوگ زندہ لوگوں کے لیے غیر فطری احترام اور محبت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ وہ اللہ کے اولیاء ہیں، حالانکہ ان کے لیے اس کی تصدیق کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، اور وہ ان لوگوں سے ان کے حق میں دعا اور شفاعت کی توقع رکھتے ہیں، حالانکہ اس درجہ کا احترام اور محبت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہیں دکھائی گئی تھی، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کے ساتھ محبت کی یہ سطح ظاہر نہیں کی۔ ایک قائم حقیقت ہے اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ صرف سستی کو فروغ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے گا، جب کہ کسی اور پر جھوٹا ایمان لانا قیامت کے دن اسے نجات دے گا۔ اس شخص کے کامیاب ہونے کا امکان نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بدکار کے ساتھ اس شخص کے برابر سلوک نہیں کرے گا جو اس کی اطاعت میں سخت کوشش کرتا: باب 45 الجثیہ، آیت 21 ہے۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

ہر شخص اپنے ارادوں، قول اور فعل کا براہ راست اللہ تعالیٰ کو جواب دے گا اور کوئی شخص ایسا ہونے سے نہیں روک سکے گا۔ باب 19 مریم، آیت 95

"اور یہ سب قیامت کے دن اکیلے ہی اس کے پاس آئیں گے۔"

لیکن جو شخص اللہ، گو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کریں گے
تعالیٰ کی نافرمانی پر استقامت کے ساتھ، نجات کی امید رکھتے ہوئے اس کا مذاق اڑاتا ہے، وہ ان کی
شفاعت کرنے کے بجائے ان کے خلاف گواہی دیتا پائے گا۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

"اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

اس آیت میں مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ انہوں نے ہی قرآن پاک کو لیا اور قبول کیا۔
غیر مسلم قرآن پاک کو ترک نہیں کر سکتے تھے کیونکہ انہوں نے اسے پہلے کبھی نہیں لیا اور نہ
ہی قبول کیا۔ اس بات کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن حضور
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے خلاف گواہی دیں گے اس کا کیا بنے گا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، بت کی پرستش سے بالاتر ہے اور
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی چیز کی اطاعت شامل ہے۔ اس دن اور عمر میں، اس میں لوگوں
کی اطاعت اور پیروی کرنا، سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت شامل ہے۔ جو شخص ان چیزوں کی اطاعت
کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیتا ہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو ان کو دی گئی
ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی
میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری
کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ یہ نتیجہ شیطان کا منصوبہ ہے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ دونوں جہانوں
میں ذہنی سکون حاصل نہ کریں اور وہ اس کی طرح دونوں جہانوں میں مصائب کا سامنا کریں۔ باب 4
النساء، آیات 117-119

وہ اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے مگر عورتوں کے، اور وہ (حقیقت میں) ایک سرکش شیطان" کے سوا کسی کو نہیں پکارتے، جس پر اللہ نے لعنت کی ہے، کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میں تیرے "...بندوں میں سے ایک خاص حصہ ضرور لوں گا۔ اور میں ان کو گمراہ کروں گا

یوں تو شیطان کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بہت سے حربے ہیں، لیکن اس کی سب سے بڑی چال لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے لیے راضی کرنا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، ان سے وعدہ کرتے ہوئے انہیں ذہنی سکون تب ہی ملے گا جب وہ اس طرح کا برتاؤ کریں گے۔ اس کے نتیجے میں لوگ سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کے رویے کی اندھی تقلید کریں گے، یہ جھوٹا یقین انہیں ذہنی سکون کی طرف لے جائے گا، حالانکہ یہ بات کسی بھی عقلمند پر واضح ہے کہ امیر اور مشہور جو ان چیزوں کی پیروی اور اطاعت میں سب سے آگے ہیں، دنیاوی آسائشوں کے مالک ہونے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے باوجود کبھی بھی ذہنی سکون حاصل نہیں کرتے۔

شیطان کی ایک اور چال، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، لوگوں کو یہ باور کرانا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہ سکتے ہیں اور پھر بھی کسی اور کی شفاعت سے نجات پا سکتے ہیں۔ پس جب تک وہ کسی ایسے شخص کے لیے غیر فطری احترام اور محبت کا اظہار کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کا ولی سمجھا جاتا ہے، اگرچہ یہ جاننا ممکن نہ ہو، دونوں جہانوں میں ان کی شفاعت سے نجات پائے گی۔

شیطان کی ایک اور چال لوگوں کو یہ باور کرانا ہے کہ چونکہ وہ لمبی زندگی گزاریں گے، اس لیے ان کے پاس کافی وقت ہے کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، روز قیامت اپنے احتساب کی تیاری کریں۔ نتیجتاً یہ شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں اور اس لیے اسے دنیا میں سکون قلب حاصل نہیں ہو گا۔ یہ شخص عملی طور پر تیاری میں تاخیر کرتا رہے گا جب تک کہ موت انہیں اچانک اور بغیر تیاری کے لے جائے۔ جس طرح ایک طالب علم اپنے امتحان کی

تیاری نہ کرنے کی صورت میں فیل ہو جائے گا، اسی طرح وہ شخص بھی ناکام ہو گا جو قیامت کے دن اپنے احتساب کی تیاری نہیں کرتا۔

شیطان کی ایک اور چال لوگوں کو خواہش مندانہ سوچ اپنانے پر آمادہ کرنا ہے جب کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں۔ خواہش مند سوچ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استقامت ہے، جبکہ بیک وقت دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی توقع ہے۔ اسلام میں اس طرح کے رویے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے سرگرمی سے کوشش کی جائے، جس میں ان نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرنا اور اپنے طرز عمل کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ تب ہی دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی صحیح امید رکھی جا سکتی ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں درج ایک حدیث میں واضح کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس فرق کو پہچانا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں سچی امید پیدا کی جائے، خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ آخر الذکر انہیں نہ دنیا میں فائدہ دے گا اور نہ ہی آخرت میں۔

شیطان کی ایک اور چال یہ ہے کہ وہ لوگوں کو قائل کرتا ہے کہ وہ دوسروں سے مختلف اور منفرد ہیں۔ یعنی وہ ایک شخص کو یہ باور کراتا ہے کہ اگر وہ زندگی میں کوئی خاص راستہ اختیار کرے تو وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جائے گا، حالانکہ ان سے پہلے بے شمار لوگوں نے یہی راستہ اختیار کیا تھا اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل نہیں کی تھی، جیسا کہ انہوں نے عطا کی ہوئی نعمتوں کا غلط استعمال کیا۔ مثال کے طور پر، لاتعداد لوگوں نے اپنی ضرورتوں سے کہیں زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے سخت جدوجہد کی اور اپنے آپ کو یہ باور کرایا کہ وہ دولت کا صحیح استعمال کریں گے تاکہ انہیں ذہنی سکون حاصل ہو۔ لیکن جتنا زیادہ انہوں نے حاصل کیا، اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بھول گئے اور اس کے نتیجے میں انہوں نے اس دولت کا غلط استعمال کیا۔ لیکن شیطان ایک شخص کو یہ باور کراتا ہے کہ اگر اس نے اپنی وسعت سے زیادہ دولت حاصل کی ہے تو وہ مختلف طریقے سے چلیں گے اور اس کے نتیجے میں یہ شخص ان سے پہلے بے شمار لوگوں کی پیروی کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے سے پہلے والوں جیسا سلوک کرتا ہے جو اسے دیا گیا تھا۔ باب 9 توبہ، آیات 75-77

اور ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور "صدقہ کریں گے اور یقیناً ہم نیک لوگوں میں سے ہوں گے، لیکن جب اس نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو وہ اس سے کنجوس ہوئے اور انہوں نے انکار کیا، تو اس نے ان کو عذاب دیا، یہاں تک کہ وہ اپنے دل سے جو وعدہ کرتے ہیں، اس سے منافقت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ساتھ وعدہ خلافی کریں گے۔ اسے اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

شیطان کی ایک اور چال یہ ہے کہ وہ لوگوں کو معاشرے کے اندر اکثریت کی رائے پر چلنے پر آمادہ کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو اس بات پر قائل کرتا ہے کہ معاشرے میں اکثریت کی رائے کی پیروی کرنے والے، جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، ذہنی سکون کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ اکثریت کی رائے اور طرز زندگی اکثر درست ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، مسلمان سوشل میڈیا، فیشن اور کلچر کی پیروی کو ترجیح دیں گے کیونکہ یہ ان کے معاشرے میں مقبول اور اہم آراء اور طرز زندگی ہیں، حالانکہ یہ انہیں صرف ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی طرف لے جاتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں اور اس وجہ سے انہیں دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکتا ہے۔

جیسا کہ زیر بحث آیات میں ذکر کیا گیا ہے، شیطان بھی لوگوں کو اپنی خواہشات پر عمل کرنے کی ترغیب دے کر گمراہ کرتا ہے اور انہیں یہ باور کراتا ہے کہ ان کی خوشی اسی میں ہے۔ باب 4 النساء، آیت 119:

”...اور میں ان کو گمراہ کروں گا اور ان میں خواہشات کو ابھاروں گا“

جو لوگ اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں انہیں شیطان اپنی شیطانی خواہشات پر قائم رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں شیطان ان کی باطل خواہشات پر عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے، جیسا کہ شیطان جانتا ہے کہ انہیں شیطانی خواہشات پر قائم رہنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کام نہیں آئے گی۔ اگرچہ فضول باتیں اور اعمال گناہ نہیں ہوتے، پھر

بھی یہ اکثر گناہ والی باتوں اور اعمال سے پہلے پہلا قدم ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان لوگوں میں باطل خواہشات کو ابھارتا ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ جو ان کی باطل خواہشات پر عمل کرتا ہے وہ آخر کار گناہوں کا مرتکب ہو گا۔ مزید برآں، شیطان جانتا ہے کہ جو شخص باطل خواہشات پر قائم رہتا ہے، خواہ وہ گناہ ہی کیوں نہ کرے، لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ باطل خواہشات پر عمل کرنے سے بچنا یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2451 کہ میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے 2451 کوئی شخص متقی نہیں بن سکتا، یعنی وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، جب تک کہ وہ کچھ حلال چیزوں کو چھوڑ نہ دیں، جن سے ان کو حلال ہونے کا خوف نہ ہو۔

باب 4 النساء، آیت 119

اور میں ان کو گمراہ کروں گا، اور میں ان میں خواہشات پیدا کروں گا، اور میں انہیں حکم دوں گا " ...کہ وہ مویشیوں کے کان کاٹ ڈالیں گے

مویشیوں کے کان کاٹنا مذہبی بدعات کی نمائندگی کرتا ہے جسے لوگوں نے گھڑ لیا اور دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کا حصہ ہیں۔ لہذا، شیطان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مذہبی بدعات اختیار کرنے پر آمادہ کر کے گمراہ کرتا ہے، حالانکہ اس نے مسلمانوں کو ہدایت کے دو ذرائع یعنی قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر سختی سے عمل کرنے لوگ جتنا زیادہ مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر یہ حکم دیا ہے۔ ذرائع مثبت اعمال کی ترغیب دیتے ہیں، تو وہ رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع پر اتنا ہی کم عمل کریں گے، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ تشویش سنن ابوداؤد نمبر 4606 کی ایک حدیث میں بھی ملتی ہے، جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو بھی بات ان دونوں مآخذ میں نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دی جائے گی۔ مزید برآں، مذہبی علم کے بیرونی ذرائع پر بڑھتا ہوا انحصار افراد کو ایسے عقائد اور طرز عمل کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو

اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ یہ بتدریج تبدیلی شیطان کی طرف سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کی گئی حکمت عملی کی نمائندگی کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے فرد کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کا اشارہ کیا جا سکتا ہے جو اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ اگر یہ شخص ناواقف ہے اور متبادل مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے کا عادی ہو گیا ہے تو وہ آسانی سے اس دھوکے کا شکار ہو سکتا ہے اور ایسی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتا ہے جو براہ راست اسلامی نظریے سے متصادم ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ اور کائنات کے بارے میں ایسے خیالات کو اپنانا شروع کر دیتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ عقیدہ کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو بنیادی رہنماؤں سے باہر کے ذرائع سے تشکیل پاتی ہے۔ ان میں سے کچھ غلط عقائد اور طرز عمل سراسر کفر کو تشکیل دے سکتے ہیں، جیسے کالے جادو میں مشغول ہونا۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان نادانستہ طور پر مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے اپنا ایمان کھو سکتا ہے۔ یہ مذہبی بدعات میں ملوث ہونے کے خطرے کی نشاندہی کرتا ہے جن کی بنیاد رہنمائی کے بنیادی ذرائع میں نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کے اعمال شیطان کے راستے پر چلنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

اور باب 4 النساء، آیت 119

اور میں ان کو گمراہ کروں گا، ان میں خواہشات کو ہوا دوں گا، اور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ "چوپایوں کے کان کاٹ ڈالیں، اور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی تخلیق کو بدل دیں۔"

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنے میں ایسی ذہنیت کو اپنانا شامل ہے جس کے ذریعے یہ براہ راست چیلنج کرتا ہے اور اس فطرت کو تبدیل کرتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تخلیق کیا ہے۔ مثال کے طور پر، مردوں کی فطرت عورتوں سے ازدواجی روابط قائم کرنا ہے۔ شیطان لوگوں کو اس فطرت کو تبدیل کرنے پر آمادہ کرتا ہے جس پر وہ پیدا کیے گئے تھے اور انہیں ذہنی سکون اسی میں مضمر ہے حالانکہ اس فطرت کو تبدیل کرنا جس پر وہ پیدا کیا گیا تھا ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے، جو انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے ہمیشہ روکتا ہے۔ انسانی جسم کے اندر ہر نظام کو ایک توازن کے ساتھ بنایا گیا ہے اور اگر یہ انتہا کا تجربہ کرتا ہے تو یہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنتا ہے۔ مثال کے طور پر، جسم کا درجہ حرارت ایک مقررہ درجہ حرارت کے اندر سب سے زیادہ ریگولیٹ کیا جاتا ہے۔ اگر جسم کا درجہ حرارت بہت زیادہ یا بہت کم ہو تو یہ صحت کے مسائل کا باعث بنتا ہے۔ لہذا، جس فطرت پر انسانوں کو تخلیق کیا گیا ہے اس میں تبدیلی صرف جسمانی اور ذہنی صحت کے مسائل کا باعث بنے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو متنبہ کرتا ہے کہ جو لوگ شیطان کے جھوٹے وعدے اور نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس سے دوستی کرتے ہیں وہ اس کی طرف سے ایسی زندگی اختیار کرنے کے بہکاوے میں آجائیں گے جس میں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ باب 4 النساء، آیات

اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ساتھی بنایا اس نے یقیناً صریح نقصان اٹھایا، شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور ان میں خواہشات پیدا کرتا ہے، لیکن شیطان ان سے وعدے نہیں کرتا سوائے ”فریب کے، ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے فرار کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔“

اس لیے اس انجام سے بچنے کے لیے شیطان کے راستے اور نصیحت پر چلنے سے بچنا چاہیے۔ اس کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہے کیونکہ یہ شیطان کے جال سے بچنے کے لیے ضروری علم اور روحانی قوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ ایک مضبوط ایمان حاصل کرے گا جو شیطان کے حملوں اور چالوں پر قابو پاتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، چاہے حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسودگی ہو یا مشکل۔ یہ پختہ ایمان قرآن پاک میں پیش کیے گئے واضح دلائل و شواہد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ منابع واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون بخشتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف رہتے ہیں، ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آسانی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو نظر انداز کر دیتے ہیں جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہو جائیں، اور یہ تسلیم کرنے میں ناکام ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کو حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ہر وقت غیر متزلزل عزم کو یقینی بنایا جائے۔ جتنا کوئی اس رویہ پر یہ اس بات کو قائم رہے گا، اتنا ہی وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت

122:

مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے ”نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کے واضح ثبوتوں کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے مضبوط ایمان حاصل کر لے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر قائل ہو جائے گا کہ جو شخص اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال، باب 13 الرعد کر کے اس کی اطاعت کرے گا وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔
آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

باب 16 النحل آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اور باب 4 النساء، آیت 122

"[یہ] اللہ کا وعدہ ہے، [جو] سچا ہے، اور بیان میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟ ..."

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو اس پر ایمان کے اندرونی اعلان سے شروع ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں قول و فعل کی جڑیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہیں۔

اسلام میں بغیر عمل کے الفاظ کی بہت کم اہمیت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی مناسب پرورش نہ پانے والا پودا فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 123

جنت نہ تمہاری خواہش سے حاصل ہوتی ہے اور نہ اہل کتاب کی، جو کوئی ظلم کرے گا اسے اس ”کا بدلہ ملے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔“

یہ یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہو جائے گا، صرف خواہش مندانہ سوچ ہے اور اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ وہی آرزو مندانہ سوچ تھی جو اہل کتاب نے اختیار کی تھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا زبانی اعلان ہی دونوں جہانوں میں نجات حاصل کرنے کے لیے کافی تھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب تھے۔ باب 5 المائدہ، آیت 18:

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

،اس گمراہ کن عقیدے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ناانصافی اور ناانصافی کا الزام لگاتے ہیں جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ ان میں سے ظالم کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو دوسری قوموں کے نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ باب 45 الجثیہ، آیت 21

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

اس کے علاوہ، ان کے پر امید فریبوں نے انہیں غلطی سے یہ یقین کرنے پر مجبور کیا کہ جہنم میں ان کے گناہوں کی وجہ سے جو بھی سزا کا سامنا کرنا پڑا وہ عارضی ہو گا، کیونکہ وہ خود کو مومن سمجھتے تھے۔ یہ بڑے پیمانے پر قبول کیا جاتا ہے کہ سچے مومن جہنم میں ابدی عذاب کو برداشت نہیں کرتے۔ تاہم، انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ دیا جب انہوں نے اسلام کا انکار کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ وہ دیگر آسمانی صحیفوں اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام پر: باب 2 البقرہ، آیت 80 مسلسل ایمان رکھنے کے باوجود مؤثر طریقے سے کافر ہو گئے۔

اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو آگ ہرگز نہیں چھوئے گی سوائے گنتی کے چند دنوں کے "کہو کیا تم نے" اللہ سے کوئی عہد لیا ہے؟ کیونکہ اللہ اپنے عہد کو کبھی نہیں توڑے گا۔ یا تم اللہ کے بارے میں ایسی "بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟

اور باب 4 النساء، آیات 150-151

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں "تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو کافر کرتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، وہی لوگ کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت "آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کی خواہش مندانہ سوچ نے انہیں اس بات کا ادراک کیے بغیر کفر میں ڈال دیا۔ باب 3 علی عمران، آیت 69

اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں، لیکن وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتے اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہل کتاب کی تقلید سے پرہیز کریں، کیونکہ اس سے دنیا اور آخرت دونوں میں اضطراب، پریشانی اور چیلنجز پیدا ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو محض خواہش مندانہ سوچ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حقیقی امید کے درمیان فرق کو پہچاننا چاہیے۔ خواہش مندانہ سوچ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو جاری رکھا جائے اور دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی امید رکھتے ہوئے ان پر دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کیا جائے۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے سچی امید کے لیے اس کی سچی اطاعت، اسلامی اصولوں کے مطابق عطا کردہ نعمتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اور پھر دونوں جہانوں میں اس کی رحمت اور بخشش کی تمنا کی ضرورت ہے۔ چونکہ انسانوں سے کمال کی توقع نہیں کی جاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے امید، جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے، سچی توبہ کا احاطہ کرتا ہے۔ حقیقی توبہ میں ندامت کا احساس، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جس پر بھی ظلم ہوا ہے، شامل ہے، بشرطیکہ اس سے مزید پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ انسان کو مستقبل میں ان جیسے یا اس جیسے گناہوں سے بچنے کا عزم کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور دیگر کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کی اصلاح کرنا چاہیے۔ خواہش مند سوچ اور اللہ تعالیٰ میں امید کے درمیان فرق جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں واضح ہے۔

مزید برآں، مسلمانوں کو اہل کتاب کی ذہنیت کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں، صرف اس لیے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ اس طرح کا رویہ انتہائی بے عزتی ہے اور کفر کی سرحد ہے، جیسا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں سے ظالموں کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو نیکو کاروں کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ تصور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ عدل و انصاف کے اصولوں کو براہ راست مجروح کرتا ہے۔ پورے

قرآن پاک میں، اللہ تعالیٰ نے مسلسل اس بات کی تصدیق کی ہے کہ افراد کے ساتھ اس کا سلوک بدستور برقرار ہے۔ جس طرح اس نے پچھلی امتوں میں سے نافرمانوں کو سزا دی ہے جو اس پر ایمان لائے تھے، وہ ان مسلمانوں کا بھی حساب کرے گا جو اپنی نافرمانی کرتے رہیں گے۔ باب 35 فاطر، آیت 43:

لیکن تم اللہ کے راستے میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور اللہ کے راستے میں کبھی کوئی تبدیلی ”
“نہیں پاؤ گے۔

آخر میں، مسلمانوں کو اہل کتاب کی ذہنیت کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے، جو یہ سمجھتے تھے کہ ان کی حیثیت مومن کی حیثیت سے انہیں جہنم کے دائمی عذاب سے مستثنیٰ کر دے گی۔ جو لوگ اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ان کا ایمان ختم ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم پودا بڑھ نہیں سکتا اور بالآخر فنا ہو سکتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان جو اطاعت سے قائم نہیں رہتا اس کے مرجھانے اور مرنے کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ نتیجتاً، جو مسلمان اپنے عقیدے کو اسی طرح کے اعمال سے مضبوط نہیں کرتا، وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دے سکتا ہے، جیسا کہ اہل کتاب، جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کیا، لیکن اسلام سے انکار کے ذریعے کفر کا مظاہرہ کیا۔ باب 4 النساء، آیت 123

جنت نہ تمہاری خواہش سے حاصل ہوتی ہے اور نہ اہل کتاب کی، جو کوئی ظلم کرے گا اسے اس ”
“کا بدلہ ملے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔

لہذا، خواہش مندانہ سوچ سے بچنا چاہیے اور عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنی چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 124

اور جو شخص مومن ہوتے ہوئے نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، وہ جنت میں داخل ہوں ”
 ”گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ کھجور کے دانے کے برابر بھی۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ اکیلا ہی کامل ضابطہ حیات اور طرز زندگی فراہم کر سکتا ہے جو کہ لوگوں کو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول کو یقینی بناتا ہے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے جگہ دیتا ہے جبکہ روز قیامت ان کے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کرتا ہے۔ تمام انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ اخلاق کبھی بھی اس نتیجے پر نہیں پہنچیں گے کیونکہ ان میں علم، تجربہ، دور اندیشی اور تعصب کی وجہ سے کمی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 125

اور اس سے بہتر دین میں کون ہے جو نیکی کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے آگے جھکا دے۔“

لہذا افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں اور ان کا اطلاق کریں، خواہ یہ اصول ان کے ذاتی رجحانات سے متصادم ہوں۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے عقلمند مریض کے لیے نمونہ بنائیں جو اپنے ڈاکٹر کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کی رہنمائی ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتی ہے، باوجود اس کے کہ کچھ علاج اور سخت خوراک سے وابستہ تکلیف ہو۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض بہتر ذہنی اور

جسمانی تندرستی حاصل کرسکتا ہے، اسی طرح وہ شخص بھی ہوسکتا ہے جو اسلامی اقدار کو قبول کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کی سائنسی بنیاد، کو پوری طرح سے نہیں سمجھ پاتے ہیں اور اس طرح اپنے ڈاکٹر کی مہارت پر بھروسہ کرتے ہیں تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں سے تاکید کرتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات پر غور کریں تاکہ ان کی زندگیوں پر ان کے مفید اثرات کی تعریف کی جا سکے۔ وہ ان تعلیمات پر بلا شبہ یقین کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی سچائی کو زبردستی ثبوت کے ذریعے ثابت کریں۔ تاہم اس کے لیے اسلامی تعلیمات کے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے امتحان کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو بھی دعوت دیتا ہے، خاص طور پر مکہ کے غیر مسلموں اور مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب کو، جو دونوں کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور ان کی میراث کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ وہ اس کے راستے سے بھٹک گئے تھے۔ باب 4 النساء، آیت 125

اور اس شخص سے بہتر زندگی گزارنے والا کون ہے جو نیکی کرنے والا ہو کر اپنے آپ کو اللہ " کے سپرد کر دے اور حق کی طرف مائل ہو کر ابراہیم کے دین کی پیروی کرے؟

جیسا کہ انہوں نے اسلام کی واضح حقیقت کو مسترد کرنے کا انتخاب کیا وہ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث کو لے جانے کے قابل نہیں رہے، اور یہ ان لوگوں کو دیا جائے گا جو عملی طور پر ان کے راستے پر چلتے ہیں، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اگر غیر مسلم عرب اور اہل کتاب اپنی نافرمانی پر جمے رہے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وراثت سے نہ دنیا میں فائدہ اٹھا سکیں گے اور نہ آخرت میں۔ باب 3 علی عمران، آیت 68

درحقیقت لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ حقدار وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور اس " "...نبی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) (اور ایمان لانے والے

مسلمانوں کو اہل کتاب اور عرب کے غیر مسلموں کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی میراث پر عمل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے بجائے انہیں اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی میراث کو جاری رکھنا چاہیے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اس کے نقش قدم پر چلیں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ اس سے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی اور ہر اس

چیز سے حفاظت ہوتی ہے جو اس انجام کو روک سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اسی طرح دوستی کرے گا جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دوستی کی تھی، اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کی وجہ سے۔ باب 4 النساء، آیت 125

اور دین ابراہیمی کی پیروی کرتے ہوئے حق کی طرف مائل ہوئے؟“ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا قریبی دوست بنایا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کر کے حق کے لیے غیر متزلزل عزم کی مثال دی۔ عزم کی یہ سطح ایمان کی گہری یقین دہانی کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔ ایک مضبوط ایمان بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ ایک فرد کو یہ طاقت دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مسلسل پیروی کرے، چاہے وہ آسانی ہو یا مشکل۔ ایسا غیر متزلزل ایمان قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں موجود واضح نشانیوں اور تعلیمات کے مطالعہ اور ان پر عمل کرنے سے تیار ہوتا ہے۔ یہ منابع اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کی پرورش کرتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی اصولوں سے ناواقف افراد کا ایمان کمزور ہونے کا امکان ہے۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جاتی ہیں، اور یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان کے یقین کو فروغ دیا جائے، اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ اس لگن کا نتیجہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے، ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دینے، اور ان کی زندگی میں تمام لوگوں اور معاملات کو مناسب طور پر ترجیح دینے کا باعث بنے گا۔

لیکن اگر کوئی اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کرنے کا انتخاب کرتا ہے اور اس کے بجائے ایک مختلف طرز زندگی اختیار کرتا ہے، جس میں وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو اسے عطا کی گئی اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی ہیں، تو وہ اپنی پسند کے نتائج بھگتیں گے۔ حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے

دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانیاں اور مشکلات پیدا ہوں گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابو اور قدرت سے نہیں بچ سکیں گے۔ باب 4 النساء، آیت 126

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ "کرنے والا ہے۔"

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا سلوک صرف ان پر اثر انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود حیثیت کو متاثر نہیں کرے گا، کیونکہ اس کی اطاعت یا نافرمانی سے لوگوں کو براہ راست فائدہ یا نقصان پہنچتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ یا اسلام کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ جو شخص اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے وہ تکبر کو اپنائے گا کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا احسان کر رہے ہیں۔ نتیجے کے طور پر جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہوں گے، ان کا تکبر انہیں اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت سے روک دے گا۔ اس لیے ان کا تکبر انہیں گمراہ کر دے گا۔ جبکہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ان کے ایمان اور اطاعت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اختیار کرے گا اور آسانی اور مشکل دونوں وقتوں میں اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا۔ مشکل کے وقت صبر کا مظاہرہ کریں گے اور آسانی کے وقت شکر ادا کریں گے۔ نیت میں شکرگزاری کا مظاہرہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ تقریر میں شکرگزاری کا اظہار مثبت انداز میں بولنے یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنے سے ہوتا ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکرگزاری کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمتیں کسی کو ملی ہیں اس کو اس طریقے سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہو، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، صبر کے لیے گفت و شنید دونوں میں شکایات سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے، جب کہ ثابت قدمی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ "تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

نتیجتاً، جو شخص ہر حال میں مستقل مزاجی سے برتاؤ کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل حمایت اور رحمت حاصل ہوگی۔ اس الہی احسان کا نتیجہ آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ہے۔ یہ ہدایت صحیح مسلم نمبر 7500 میں درج ایک حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَدْرُواهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾
وَإِنْ يَفْرَقَا يَغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿١٣١﴾

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾

اِنْ يَشَآءْ يَذْهَبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِآخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿١٣٤﴾

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدِيْنَ

وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاَللّٰهُ اَوْلٰى بِهَمَا فَلَا تَتَّبِعُوْا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ

تَلَوْا اَوْ تَعْرَضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٣٥﴾

اور وہ تم سے عورتوں کے بارے میں ایک [فانونی حکم مانگتے ہیں، کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں اور ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جو کتاب میں تم پر پڑھی گئی ہیں، جن کو تم ان کے لیے مقرر کیا ہوا حکم نہیں دیتے - اور ان میں سے جو تمہارے لیے اولاد کی خواہش ہے اور ان کے ساتھ شادی کرنا اور ان پر ظلم کرنا۔ انصاف کے ساتھ یتیموں کے حقوق۔ "اور تم جو بھی نیکی کرو گے، بے شک اللہ اس کو جانتا ہے۔

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے حقارت یا بے عزتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان کے درمیان صلح کی شرائط کر لیں - اور صلح بہترین ہے۔ اور [انسانی [روحوں میں بخل ہے۔ لیکن اگر تم نیکی کرو اور اللہ سے ڈرو تو بے شک اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

اور تم کبھی بھی بیویوں کے درمیان برابری نہیں کر سکو گے، خواہ تم کوشش کرو۔ لہذا مکمل طور پر [ایک کی طرف [نہ جھکنا اور دوسرے کو لٹکا رہنے دو۔ اور اگر تم اپنی اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لیکن اگر وہ علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی کثرت سے غنی کر دے گا۔ اور اللہ ہر وقت احاطہ کرنے والا اور حکمت والا ہے۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو ہدایت کی ہے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور تم بھی اللہ سے ڈرو۔ لیکن اگر تم کفر کرو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہی کارساز کے لیے کافی ہے۔

اگر وہ چاہے تو اے لوگو، وہ تمہیں ختم کر سکتا ہے اور دوسروں کو [تمہاری جگہ] لا سکتا ہے۔ اور اللہ اس پر قادر ہے۔

جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا اجر ہے۔ اور اللہ ہمیشہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے اپنے یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں کا زیادہ حقدار ہے۔ پس [ذاتی] میلان کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم عادل نہ بن جاؤ۔ اور اگر تم تحریف کرو گے یا “انکار کرو گے تو بے شک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

مرکزی آیت کا آغاز اسلامی اور دنیاوی علم کے متعلقہ موضوعات پر تحقیق اور مطالعہ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 127

"...اور وہ آپ سے درخواست کرتے ہیں "

دینی علم کے سلسلے میں جن موضوعات پر تحقیق اور مطالعہ کرنا ضروری ہے وہ وہ موضوعات ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں سے سوال کرے گا، جیسے کہ پڑوسی کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے۔ جن موضوعات کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا وہ متعلقہ نہیں ہیں اور صرف انسان کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ صرف وہی لوگ ہیں جو اپنی توانائی کو غیر متعلقہ موضوعات کے لیے وقف کرنے کی پوزیشن میں ہیں جو پہلے ہی متعلقہ موضوعات پر کام کر چکے ہیں۔ چونکہ ایسا کرنا عملی طور پر ناممکن ہے، اس لیے لوگوں کو اپنی تمام تر کوششیں، وقت اور توانائی دینی علم کی ان شاخوں پر تحقیق کرنے اور ان پر عمل کرنے پر صرف کرنا چاہیے جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا اور باقی سب کچھ چھوڑ دیں۔ باب 4 النساء، آیت 127

اور وہ تم سے عورتوں کے بارے میں ایک [قانونی] حکم مانگتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں ان کے " ...بارے میں اور کتاب میں جو کچھ تم پر پڑھا گیا ہے اس کا حکم دیتا ہے

یہ آیت سائل کو قرآن پاک کی طرف لوٹاتی ہے۔ اس سے ہر وقت ہدایت کے دو ذرائع پر سختی سے عمل کرنے کی اہمیت کی نشاندہی ہوتی ہے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ دینی علم کے متبادل ذرائع سے مشغول ہونا، چاہے وہ مثبت اعمال کی ترغیب دے، رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع کی اطاعت کو کم کر سکتا ہے، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنتا ہے۔ یہ تشویش سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں بھی ملتی ہے، جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ جو بھی عمل ان دو منابع میں نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، دوسرے ذرائع پر انحصار کے نتیجے میں ایسے اعمال ہو سکتے ہیں جو

اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج انحراف ایک ایسا حربہ ہے جسے شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے کو بعض ایسے روحانی طریقوں کو کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں۔ اگر یہ فرد بے خبر ہے اور متبادل مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے کا عادی ہے، تو وہ آسانی سے اس دھوکے کا شکار ہو سکتا ہے، ایسے طریقوں میں ملوث ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلامی نظریے کو چیلنج کرتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ اللہ، برگزیدہ اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد کو اپنانا شروع کر سکتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جیسا کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا حکم دے سکتے ہیں، جو کہ دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے حاصل کردہ علم سے پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ غلط عقائد اور عمل صاف کفر کے مترادف ہو سکتے ہیں، جیسے: باب 2 البقرہ، آیت 102 کالے جادو کا عمل۔

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔“

اس لیے ایک مسلمان اس کا احساس کیے بغیر بھی اپنا ایمان کھو سکتا ہے، کیونکہ انہیں مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر عمل کرنے کی عادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی مذہبی بدعات پر عمل کرنا جن کی جڑیں ہدایت کے دو ذرائع میں نہیں ہیں، شیطان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، ”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

اور وہ تم سے عورتوں کے بارے میں ایک [فانونی] حکم مانگتے ہیں، کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں ان" کے بارے میں اور ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جو کتاب میں تمہیں پڑھ کر سنایا گیا ہے، جن کو تم "ان کے لیے مقررہ چیز نہیں دیتے، اور تم ان سے شادی کرنا چاہتے ہو۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ان حقوق پر زور دیا ہے جنہیں دنیا کے بیشتر ممالک نے ہمیشہ نظر انداز کیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بیوی کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی ہے جس کا ایک اہم پہلو اسے نکاح کے وقت مہر دینا ہے۔ یہ عقد نکاح کا ایک واجب پہلو ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ، یہ جہیز یا شوہر کی طرف سے بیوی کو دیا گیا کوئی اور تحفہ زبردستی واپس نہیں لیا جا سکتا، جب تک کہ وہ زنا نہ کرے۔ باب 4 النساء، آیت 20

لیکن اگر تم ایک بیوی کو دوسری بیوی سے بدلنا چاہتے ہو اور تم نے ان میں سے ایک کو بہت زیادہ" "رقم دے دی ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو، کیا تم اسے ظلم اور صریح گناہ میں لو گے؟

عام طور پر، اگر کوئی چاہتا ہے کہ ان کے حقوق ان کے شریک حیات سے پورے ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے شریک حیات کا انتخاب کرے جو تقویٰ کا مالک ہو۔ صحیح بخاری نمبر 5090 میں درج ایک حدیث کے مطابق ایک فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ متقی بیوی کا انتخاب کرے۔ اس طرح کا انتخاب اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ اپنے شریک حیات کے حقوق کو برقرار رکھیں گے اور انہیں نقصان پہنچانے سے گریز کریں گے، حتیٰ کہ غصے کے لمحات میں بھی، ان کے رویے کے اثرات سے آگاہی کی وجہ سے۔ اس کے برعکس، جو لوگ تقویٰ نہیں رکھتے وہ مصیبت کے وقت اپنے شریک حیات اور بچوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ عنصر حالیہ برسوں میں مسلمانوں میں گھریلو تشدد کے بڑھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مزید برآں، قناعت کے وقت بھی جو لوگ متقی نہیں ہوتے وہ علم کی کمی کی وجہ سے اپنے شریک حیات کے حقوق سے غافل ہو جاتے ہیں، جس کی کمی کو تقویٰ پورا کر سکتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

مزید برآں، ایک متقی فرد عام طور پر دوسروں کے حقوق کو زیادہ اہمیت دیتا ہے، خاص طور پر ان کے شریک حیات کے حقوق کو، بجائے اس کے کہ وہ صرف اپنے حقوق پر توجہ مرکوز کرے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں کے ساتھ ان کے سلوک کا جوابدہ بنائے گا، بجائے اس کے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا، دوسروں کے اعمال کی نہیں۔ اس کے برعکس، ایک کم پرہیزگار شخص اکثر اپنے حقوق پر قائم رہتا ہے — وہ حقوق جو کہ اسلام کے اصولوں کی بجائے سماجی توقعات، موجودہ رجحانات اور ذاتی خواہشات سے متاثر ہوتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، انہیں اپنے رشتوں میں اطمینان حاصل کرنا مشکل ہو سکتا ہے چاہے ان کی شریک حیات اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق کو پورا کرے۔ اسلامی تعلیمات کی سمجھ کا یہ فقدان ایک اہم عنصر ہے جو اکثر ازدواجی تنازعات اور طلاق سے منسلک ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے معاشرے میں کمزور سمجھے جانے والوں کے ساتھ انصاف کرنے کی اہمیت کا ذکر کیا۔ باب 4 النساء، آیت 127

اور مظلوم بچوں کے بارے میں اور یہ کہ آپ یتیموں کے حق میں انصاف کرتے ہیں۔“

اسلامی تعلیمات میں یتیموں کا کثرت سے حوالہ دیا جاتا ہے کیونکہ ان کی کمزوری اور سماجی خرابیوں کی وجہ سے ان کے حقوق سے محرومی ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ سماجی طور پر پسماندہ افراد بشمول یتیموں اور بیواؤں کی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مدد کریں۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت قابلِ رسائی ہو گئی ہے، جس سے افراد صرف چند منٹوں میں آن لائن سپورٹ قائم کر سکتے ہیں، اکثر ان کے ماہانہ فون بل سے کم رقم پر۔ لہذا مسلمانوں کو اسلام کے اس ضروری پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی

طرف سے مسلسل حمایت کو فروغ دیتا ہے۔ اس اصول کو صحیح مسلم نمبر 6853 میں درج ایک حدیث سے تقویت ملتی ہے۔ مزید برآں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا ہے کہ یتیموں کی پرورش کرنے والوں کو جنت میں قرب عطا کیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6005 کی حدیث میں ہے کہ اس کے علاوہ ضرورت مندوں کو بھی اسی طرح کی امداد دی جائے گی۔ وہ لوگ جو رات کی نماز اور روزے میں مشغول ہوتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6006 کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لہذا جن لوگوں کو نفلی اعمال مثلاً رات کی نماز اور نفلی روزہ رکھنا مشکل لگتا ہے، انہیں اس حدیث پر عمل کرنے پر غور کرنا چاہیے تاکہ کم سے کم محنت کے ساتھ اہم اجر حاصل کیا جا سکے۔

اس بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ دولت سمیت جو بھی وسائل کسی کے پاس ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفے کے بجائے قرض کے طور پر عطا کیے جاتے ہیں۔ قرض کے لیے اس کے صحیح مالک کو واپسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرض کی ادائیگی کا طریقہ ان وسائل کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ چنانچہ ضرورت مندوں کی مدد کرنا محض اللہ تعالیٰ کے ذمے واجب کو پورا کرنا ہے۔ اس تصور کو سمجھنے سے افراد کو ان کے اعمال کو اللہ، برگزیدہ، یا ضرورت مندوں کے لیے احسان کے طور پر سمجھنے سے روکنے میں مدد ملتی ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ضرورت مندوں کی مدد کے ذریعے دنیاوی نعمتوں اور بے پناہ انعامات حاصل کرنے کا موقع فراہم کر کے ان پر احسان کیا ہے۔ مزید برآں، عطیہ دہندہ سے مدد قبول کرنے کا عمل، اپنے آپ میں، عطیہ دہندہ کے لیے ایک احسان ہے۔ اگر ہر ضرورت مند امداد سے انکار کر دے تو خدائی تعلیمات میں بیان کردہ انعامات کیسے حاصل ہوں گے؟ ان بصیرت کو ذہن میں رکھنے سے افراد کو گمراہ کن نقطہ نظر سے اپنے انعامات کو کم کرنے سے بچنے میں مدد ملے گی۔

آخر کار، ضرورت مندوں کو امداد فراہم کرنے میں کسی بھی شخص کی قانونی ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے، بشمول جذباتی، جسمانی اور مالی مدد۔ لہذا کوئی مسلمان خواہ اس کے پاس کتنا ہی کم مال کیوں نہ ہو، اس آیت پر عمل کرنے سے عذر نہیں کر سکتا۔ باب 4 النساء، آیت 127

”اور تم جو بھی نیکی کرتے ہو، بے شک اللہ اس کو جاننے والا ہے۔“

عام طور پر، جیسا کہ اچھا کرنے کی ضرورت پر کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ نیکی کرنے میں ہر شخص کو شامل کیا جاتا ہے اس سے قطع نظر کہ انہیں کتنی ہی دنیاوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں کیونکہ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح باخبر ہے، اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ ان پہلوؤں کی اصلاح کریں تاکہ دونوں جہانوں میں ثواب اور ذہنی سکون حاصل ہو۔ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کر کے اپنی نیت درست کرنی چاہیے۔ کسی اور وجہ سے عمل کرنا اس کی طرف سے اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اچھی بات کہنے یا خاموش رہنے سے اپنی بات درست کرنی چاہیے۔ آخر میں، انہیں اپنے اعمال کو درست کرنا ہوگا تاکہ وہ ہر اس نعمت کو صحیح طریقے سے استعمال کریں یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

چونکہ شادی کے اندر مسائل کا سامنا کرنا ناگزیر ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کو حل کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 128

اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے حقارت یا بے عزتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی "گناہ نہیں کہ وہ ان کے درمیان صلح کر لیں - اور تصفیہ بہتر ہے۔"

اللہ تعالیٰ، ایک شادی شدہ جوڑے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنے مسائل کو دور کرنے کے لیے اقدامات کریں، جیسے کہ باہر سے مشورہ لینا، کیونکہ طلاق اکثر جوڑے، بچوں اور وسیع خاندان پر نقصان دہ اثر ڈالتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 35

اور اگر تم دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث اس کی قوم سے اور ایک ثالث اس کی قوم سے بھیج دو، اگر وہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ باہر سے مشورہ لینے میں ہمیشہ ایسے لوگوں کو شامل کیا جانا چاہئے جن کے پاس صحیح علم اور تقویٰ ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو شادی کے تنازعہ میں منصفانہ برتاؤ کریں گے اور شادی شدہ جوڑے کے درمیان معاملات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ، شادی شدہ جوڑے کو بھی تقویٰ کا حامل ہونا چاہیے تاکہ وہ کسی بھی تنازعہ کو عدل و انصاف کے ساتھ نمٹا سکیں۔ زیادہ تر معاملات میں، شادی کے مسائل کو حل کرنے میں سمجھوتہ کرنا شامل ہے اور جو شخص اپنی شادی کو بچانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے مطالبات پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار ہو، جب تک کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شامل نہ ہو۔ اگرچہ سمجھوتہ کرنا مشکل ہے، پھر بھی اکثر معاملات میں یہ طلاق لینے سے بہتر ہے۔ باب 4 النساء، آیت 128

ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ آپس میں صلح کر لیں - اور صلح بہترین ہے، اور [انسانوں کے نفسوں میں بخل ہے۔

مہربانی کے ساتھ زندگی گزارنے میں یہ تسلیم کرنا شامل ہے کہ شادی کے لیے قربانی اور سمجھوتہ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ساتھی کو ہر وقت اپنی خواہشات کے پورا ہونے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اس کے بجائے، شادی دینے اور لینے کے توازن کی خصوصیت ہے۔ عام طور پر، اپنے

ساتھی کے لیے جتنا زیادہ ترک کرنے اور قربانی دینے کے لیے تیار ہوتا ہے، بدلے میں انہیں اتنی ہی زیادہ تعریف ملے گی، جو باہمی قربانیوں کا باعث بنتی ہے۔

ہمدردانہ سلوک کا ایک اضافی عنصر یہ ہے کہ مسلمان شادی کے مثالی تصورات کو چھوڑ دیں، یہ تسلیم کریں کہ کوئی فرد بے عیب نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شریک حیات۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ جس طرح ایک نامکمل ہے اسی طرح دوسرے بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی غلطی کرتا ہے، دوسرے بھی کرتے ہیں۔ لہذا، جس طرح ایک شخص دوسروں سے سمجھ اور معافی کی امید رکھتا ہے، انہیں اپنے اردگرد کے لوگوں پر بھی وہی فضل کرنا چاہیے۔ باب 24 النور، آیت 22:

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

یہ معاملہ شادی شدہ جوڑوں کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ مسائل کو حل کرنے میں ناکامی اور شکایات کو بڑھنے کی اجازت دینا ان کی ازدواجی زندگی میں تناؤ کا باعث بن سکتا ہے۔ ہر مسلمان کو معاف کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے اور رنجشوں کو پالنے سے باز رہنا چاہیے، اپنے شریک حیات کی ماضی کی غلطیوں کو ان کے خلاف استعمال کرنے کے رجحان سے گریز کرنا چاہیے۔ افسوس کے ساتھ، یہ ذہنیت آج بہت سے مسلمانوں میں موجود ہے، جو آگے بڑھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور اکثر دوسروں کو ان کی ماضی کی غلطیوں کی یاد دلاتے ہیں، یہاں تک کہ سالوں بعد۔ اس طرح کا رویہ نہ صرف ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی حاصل کرنے کے امکانات کو کم کرتا ہے بلکہ دشمنی کو پروان چڑھاتا ہے اور ان کے تعلقات کو پیچیدہ بناتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ شادی شدہ جوڑے ایک ساتھ کافی وقت گزارتے ہیں، یہ رویہ خاص طور پر نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ شکایات کو چھوڑنا سیکھنا نہ صرف ایک مسلمان کے طور پر کسی کے کردار کو بڑھاتا ہے اور الہی بخشش کے امکانات کو بڑھاتا ہے، بلکہ یہ اپنے شریک حیات کے دل میں احترام اور پیار کو بھی فروغ دیتا ہے، انہیں ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوششیں کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ واضح طور پر غیر قانونی معاملات کے علاوہ، مسلمانوں کو معمولی مسائل کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور انہیں اہم تنازعات میں بڑھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ شادی شدہ جوڑوں کو معمولی باتوں پر اکثر جھگڑتے دیکھنا مایوس کن ہے۔ جو لوگ معمولی غلطیوں پر توجہ دیتے ہیں

ان کی کامیاب شادی کا امکان نہیں ہوتا۔ وہ صرف اپنی اور دوسروں کی زندگیوں کو پیچیدہ بنائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام معاملات کے مکمل علم کے باوجود ضرورت سے زیادہ تنقید کرنے سے گریز کرتا ہے تو مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اگر وہ اپنے رشتوں میں خوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں، بالخصوص شادی میں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 3645 میں درج ایک حدیث میں یہ سفارش کی ہے کہ لوگ کسی خاص خصلت کی وجہ سے اپنے شریک حیات کے لیے ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں، کیونکہ ان میں دیگر خصوصیات بھی ہو سکتی ہیں جو محبوب ہیں۔ یہ حدیث مسلمانوں کو مزید ترغیب دیتی ہے کہ وہ اپنے شریک حیات کی منفی خصوصیات کو مسلسل اجاگر کرنے کے بجائے ان کی مثبت صفات پر توجہ دیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنی شریک حیات کو بے عیب دکھائے۔ بلکہ، یہ تجویز کرتا ہے کہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ بہتری کی طرف نرمی سے رہنمائی کرتے ہوئے معمولی خامیوں کو دور کرنے سے گریز کریں۔ دوسروں کی منفی خصلتوں کو مکمل طور پر نظر انداز کرنے اور ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کے درمیان ایک اہم فرق ہے جیسے وہ کامل ہیں، جبکہ ساتھ ہی ساتھ ان کی مثبت خوبیوں پر زور دینے اور تبدیلی کے لیے تعمیری مشورے پیش کرنے میں ایک اہم فرق ہے۔ تبدیلی شاذ و نادر ہی فوری طور پر آتی ہے اس لیے مسلمانوں کو صبر سے کام لینا چاہیے، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ منفی خصلتوں پر قابو پانے میں وقت لگتا ہے۔

جو میاں بیوی اپنی ازدواجی زندگی میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے شریک حیات کا حق ادا کرتے ہوئے نیکی پر کاربند رہتے ہیں اور قیامت کے دن ایسا نہ کرنے کے نتائج سے ڈرتے ہیں تو وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرے گا۔ باب 4 النساء، آیت 128

”لیکن اگر تم نیکی کرو اور اللہ سے ڈرو تو یقیناً اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔“

یہ الہی مدد میاں بیوی کو طلاق سمیت تمام ازدواجی مسائل سے نمٹنے کے لیے درکار ذہنی قوت فراہم کرے گی تاکہ وہ ذہنی سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ جبکہ وہ میاں بیوی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ناکام رہے اور اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ اپنے شریک حیات کے حقوق ادا نہ کریں اور اپنے اعمال کے انجام سے خوفزدہ نہ ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل نہیں کر سکے گا۔ نتیجتاً شادی

کا ہر چھوٹا اور معمولی مسئلہ انہیں ذہنی طور پر توڑ دے گا اور یہ ذہنی صحت کے مسائل، جیسے باب 20 طہ، آیت 124 ڈپریشن کا سبب بن جائے گا۔

”اور جو میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔“

غور طلب بات یہ ہے کہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے شریک حیات کے حقوق کی ادائیگی بالخصوص شادی کے مسائل کے دوران اور اس سے ڈرنے کی اہمیت پر بات کی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 128

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے حقارت یا بے عزتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی "گناہ نہیں کہ وہ ان کے درمیان صلح کر لیں - اور صلح بہترین ہے اور [انسانوں کے] نفوس میں موجود "ہونا بخل ہے، لیکن اگر تم نیکی کرو اور اللہ سے ڈرو۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کا ایک پہلو لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا ہے، جیسے کہ شریک حیات۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان ان دو اہم حقوق کو الگ کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق جیسے کہ فرض نمازوں کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے صرف اپنے حقوق کی فکر ہوتی ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی شامل ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان انصاف کو یقینی مجرم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے نیک اعمال اپنے متاثرین کو منتقل کرے، اور اگر بنائے گا۔ ضرورت پڑی تو وہ ان متاثرین کے گناہ بھی اٹھا سکتا ہے۔ یہ بالآخر مجرم کو جہنم میں ڈالنے کا باعث بن سکتا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں، افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں حاصل ہوئی ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرتے ہیں۔

جیسا کہ مرد مسلمانوں کو ایک ہی وقت میں چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ انہیں ان چیزوں کے بارے میں عدل و انصاف سے پیش آنے کی تنبیہ کرتا ہے جن پر ان کا اختیار ہے جیسے کہ ان کے وقت، مال اور رہنے کے انتظامات۔ باب 4 النساء، آیت 129

اور تم بیویوں کے درمیان ہرگز برابری نہیں رکھ سکو گے، خواہ تم کوشش ہی کرو، لہذا پوری طرح ”سے [ایک کی طرف [جھکاؤ اور دوسری کو لٹکا کر چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا ایک پہلو شوہر کے لیے یہ ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ ان چیزوں میں انصاف کرنے کی بھرپور کوشش کرے جن پر اس کا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی اطاعت کو لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے جوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنے والا اور لوگوں سے جو بھی غلطی سرزد ہو جائے اسے معاف کر دیا جائے گا، جیسا کہ کمال کا تقاضا نہیں ہے۔ باب 4 النساء، آیت 129

”اور اگر تم اپنی اصلاح کر لو اور اللہ سے ڈرو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

:باب 4 النساء، آیت 129

اور تم بیویوں کے درمیان ہرگز برابری نہیں رکھ سکو گے، خواہ تم کوشش ہی کرو، لہذا پوری طرح ”
“سے [ایک کی طرف [جھکاؤ اور دوسری کو لٹکا کر چھوڑ دو۔

اسلام مردوں کو ایک ساتھ چار بیویوں تک شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے جبکہ خواتین کو ایک وقت میں صرف ایک شوہر کی اجازت ہے۔ یہ فرق مختلف عوامل سے پیدا ہوتا ہے۔ تاریخی طور پر، اسلام کے ابتدائی ایام میں، زیادہ تر خواتین آج کی طرح ملازمت میں مصروف نہیں تھیں۔ نتیجتاً، جب کوئی عورت بیوہ یا طلاق یافتہ ہو جاتی ہے، تو اس کے پاس اکثر اپنی اور اپنے بچوں کی کفالت کے ذرائع کی کمی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ غیر قانونی سرگرمیوں کا سہارا لے سکتی ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مردوں کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کا حق دیا گیا۔

مزید برآں، جب ایک مرد کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں، تو پیدا ہونے والے کسی بھی بچے کی ولدیت واضح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، اگر خواتین کو ایک سے زیادہ شوہر رکھنے کی اجازت دی جائے تو، بچے کے والد کا تعین کرنا پیچیدہ ہو سکتا ہے، خاص طور پر چونکہ بہت سے لوگوں کے پاس جدید پیٹرنٹی ٹیسٹ کے لیے مالی وسائل نہیں ہو سکتے۔ ان لوگوں میں بھی جو کر سکتے ہیں، نتائج کے حوالے سے تنازعات ہو سکتے ہیں، جو ممکنہ طور پر اہم سماجی چیلنجوں کا باعث بن سکتے ہیں جیسے کہ بکھرے ہوئے خاندان اور واحد والدین کے گھرانے۔ مزید برآں، پیغمبرانہ تعلیمات یہ بتاتی ہیں، کہ جیسے جیسے وقت آگے بڑھے گا، عورتوں کی تعداد مردوں سے نمایاں طور پر بڑھ جائے گی ہر مرد کے مقابلے میں پچاس عورتوں کے تناسب کے ساتھ، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 4045 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔

اس بات پر زور دینا بہت ضروری ہے کہ اسلام شادی کو نافذ نہیں کرتا۔ ایک عورت کو شادی کی تجویز کو مسترد کرنے کی خود مختاری ہے۔ مزید یہ کہ مرد پر اپنی تمام بیویوں کے ساتھ انصاف اور احترام کے ساتھ پیش آنے کا فرض ہے۔

یہ کافی پریشان کن ہے کہ کچھ افراد ایک ساتھ متعدد شراکت داروں کے خیال کو قبول کرتے ہوئے تعدد ازدواج کے تصور کی مخالفت کرتے ہیں۔ تعدد ازدواجی شادی میں، ایک مرد کو اپنی تمام بیویوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے اور ان کے حقوق کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے ایک برابری کی سطح جو اکثر متعدد شراکت داروں کے ساتھ تعلقات میں غائب ہوتی ہے۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ یہ افراد انصاف اور ہمدردی کے اصولوں پر قائم ازدواجی بندوبست کو مسترد کرتے ہیں پھر بھی وہ آرام دہ اور پرسکون تعلقات سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ شادی بچوں کے لیے مستحکم اور پرورش کے ماحول کو فروغ دیتی ہے، جب کہ متعدد شراکت داروں کے ساتھ مشغولیت کے نتیجے میں خاندانی ڈھانچے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ نکاح کے ادارے کو فروغ دیتا ہے اور ناجائز تعلقات کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ جب ایک جوڑے میں ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی وابستگی کا فقدان ہوتا ہے، جو ایک شادی شدہ جوڑے کی طرح ہوتا ہے، تو ان کو درپیش کوئی بھی چیلنج جذباتی تناؤ کو بڑھا سکتا ہے، کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لیے مناسب مدد فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ کسی کی زندگی بھر متعدد رشتوں میں شامل رہنا ذہنی تندرستی کو نمایاں طور پر نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ وہ افراد جو اپنے ساتھیوں سے علیحدگی کا تجربہ کرتے ہیں وہ اکثر مشاورت کی تلاش کرتے ہیں، کیونکہ وہ ایسے تعلقات سے گریز کرنے والوں کے مقابلے میں ذہنی صحت کے مسائل، جیسے ڈپریشن کا زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ مزید برآں، وہ افراد جو اپنی برادریوں میں ایک سے زیادہ شراکت داروں کے لیے جانے جاتے ہیں، ان کے لیے مناسب شریک حیات کی طرف متوجہ ہونے کا امکان کم ہوتا ہے جو ان کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ ایک سے زیادہ رشتوں کی تاریخ رکھنے والوں میں ایک غیر معمولی اور ناپسندیدہ رویہ پیدا ہو سکتا ہے، جو شادی جیسے سنجیدہ عزم کے خواہاں افراد کے لیے ناخوشگوار ہوتا ہے۔ نتیجتاً، یہ صورت حال متعدد شراکت داروں کی تاریخ رکھنے والے افراد کے لیے جذباتی تکلیف کو بڑھا سکتی ہے۔ آرام دہ تعلقات میں، شراکت دار اکثر خود کو مختلف طول موج پر پاتے ہیں۔ ایک رشتہ میں زیادہ سرمایہ کاری کر سکتا ہے، بسنے کی خواہش رکھتا ہے، جبکہ دوسرا مستقبل کے لیے ایک جیسا نظریہ نہیں رکھتا۔ جب وابستگی میں یہ تفاوت واضح ہو جاتا ہے، تو یہ اس ساتھی کے لیے دیرپا جذباتی صدمے کا باعث بن سکتا ہے جو تعلقات کے بارے میں زیادہ سنجیدہ تھا۔ ایک شادی شدہ جوڑا ایک دوسرے کے ساتھ اپنی طویل مدتی وابستگی کی مشترکہ تفہیم کے ساتھ اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے۔ وہ تمام حالات میں غیر متزلزل عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں چاہے وہ منصوبہ بند واقعات کا سامنا کریں یا غیر متوقع حالات، جیسے والدینیت۔ وابستگی کی یہ سطح شاذ و نادر ہی ایسے جوڑوں میں دیکھی جاتی ہے جو شادی شدہ نہیں ہیں۔ رومانوی رشتے میں، لوگ غلطی سے یہ مان سکتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھی کو پوری طرح سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے شادی کے بعد رویے میں تبدیلی کی شکایات ہوتی ہیں۔ حقیقت میں، یہ وہ افراد نہیں ہیں جو بدلے ہیں، بلکہ ان کے تعلقات سے جڑی ذمہ داریاں اور دباؤ بدلے ہیں۔ یہ غلط فہمی اکثر ان جوڑوں کے لیے ازدواجی

مشکلات کا باعث بنتی ہے جو پہلے رشتے میں تھے۔ یہاں تک کہ شادی سے پہلے صحبت بھی اس مسئلے کو ختم نہیں کرتی۔ مزید برآں، یہ بات مشہور ہے کہ ساتھی کے ساتھ تنازعات کسی کی زندگی کے دیگر شعبوں کو نمایاں طور پر متاثر کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بہت سے نوجوان اپنی تعلیم سے دستبردار ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنے سابق ساتھی کو روزانہ دیکھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ چونکہ شادی دو افراد کے درمیان گہرے بندھن اور وابستگی کی نمائندگی کرتی ہے، اس لیے جوڑے عام طور پر معمولی باتوں پر علیحدگی کا شکار ہوتے ہیں جو غیر شادی شدہ جوڑوں کے درمیان ٹوٹ پھوٹ کا باعث بن سکتے ہیں۔

مزید برآں، افراد کو کسی ناجائز تعلق کے سطحی پہلوؤں سے گمراہ نہیں ہونا چاہیے، غلطی سے یہ مانتے ہوئے کہ اس سے خود کو یا بڑے پیمانے پر معاشرے کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ محدود فہم، کم نگاہی، اور جذباتی اثرات کی وجہ سے، لوگ غلط طور پر یہ فرض کر سکتے ہیں کہ شادی سے باہر رشتہ جوڑنا نقصان دہ ہے، ان بنیادی نقصان دہ اثرات کو نظر انداز کرتے ہوئے جو خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ غیر قانونی تعلقات میں ملوث ایک مسلمان اپنے آپ کو مزید اقدامات کرنے اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھی کے ساتھ گناہ پر مبنی رویے میں مشغول ہونے کی ترغیب پا سکتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ جذبات پر قابو پانا مشکل ہو سکتا ہے اور بہت سے معاشروں میں زنا جیسے گناہ عام ہو چکے ہیں، غیر شادی شدہ جوڑے آسانی سے ان خطاؤں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ بے شمار مسائل کا باعث بن سکتا ہے، بشمول غیر ارادی حمل اور اسلام میں دیگر اہم گناہوں کو معمولی سمجھنا۔ مزید برآں، یہاں تک کہ اگر افراد اپنے غیر قانونی تعلقات کے اندر دیگر بڑے گناہوں میں ملوث نہیں ہوتے ہیں، تب بھی ان کے جذبات ان کے فیصلے پر بادل ڈال سکتے ہیں، جو ممکنہ طور پر ابتدائی ظاہر ہونے کے باوجود اپنے ساتھی سے ان کی نا مناسبت کو پہچانے بغیر شادی کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، شادی سے منسلک دباؤ اور ذمہ داریاں، جیسے کہ اپنے شریک حیات اور بچوں کے لیے ذمہ داریوں کو پورا کرنا، تعلقات کی حرکیات کو بدل سکتا ہے جس کے نتیجے میں اکثر ازدواجی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ نتیجتاً، جوڑے جو شادی سے پہلے اکٹھے تھے اکثر اپنے آپ کو ایک دوسرے پر شادی کے بعد رویے میں تبدیلی کا الزام لگاتے پائے جاتے ہیں۔ مزید برآں، اس بات سے قطع نظر کہ ایک ساتھ جتنا بھی وقت گزارا جائے، لوگ کبھی بھی اپنے ساتھی کے کردار کو اتنی گہرائی سے نہیں سمجھ پائیں گے جتنا کہ ایک شادی شدہ جوڑا سمجھتا ہے۔ شادی کے بعد، پہلے چھپے ہوئے منفی خصائص ابھر سکتے ہیں، جو رشتے میں اضافی چیلنجز کا باعث بن سکتے ہیں۔ غیر قانونی تعلقات میں رہنے والوں کے لیے عام طور پر نظر انداز کی جانے والی حقیقت یہ ہے کہ ایک اچھا ساتھی ہونا لازمی طور پر اچھے شریک حیات یا والدین ہونے کے مترادف نہیں ہے۔ مؤثر شریک حیات اور والدین کے کردار کے لیے ضروری خصوصیات ان سے مختلف ہوتی ہیں جن کی ایک اچھا ساتھی بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے جذباتی وابستگی کی وجہ سے، لوگ ایک متقی شریک حیات کے انتخاب کی اہمیت کو نظر انداز کر سکتے ہیں، جو اپنے ساتھی اور بچوں کے

حقوق کو برقرار رکھنے اور نقصان سے بچنے کے لیے، غصے کے لمحات میں بھی ضروری ہے۔ اس کے برعکس، تقویٰ کا فقدان ان حقوق کا احترام کرنے میں ناکام ہو سکتا ہے اور نقصان پہنچا سکتا ہے، خاص طور پر پریشان ہونے کی صورت میں۔ جو لوگ رشتے میں ہیں وہ اس اہم پہلو کو نظر انداز کر سکتے ہیں اور اپنے ساتھی سے شادی کرنے کا انتخاب صرف اپنے جذبات کی بنیاد پر کر سکتے ہیں، چاہے ساتھی میں تقویٰ کی کمی ہو۔ محبت جیسے جذبات افراد کو اپنے محبوب کی منفی خصلتوں سے اندھا کر سکتے ہیں، سنن ابو داؤد نمبر 5130 میں موجود ایک حدیث میں ایک تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، وہ افراد جو غیر اخلاقی طرز زندگی کو اپناتے ہیں اور ایک سے زیادہ شراکت داروں کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں وہ اسی طرح کے غیر اخلاقی افراد کو اپنی زندگی میں راغب کرتے ہیں۔ یہ پارٹنر اکثر ان کا استحصال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنی خواہشات کو اپنے ساتھی کے لیے واجب الادا احترام اور حقوق پر ترجیح دیتے ہیں، یہاں تک کہ شادی کی حدود میں بھی۔ جب تنازعات پیدا ہوتے ہیں، تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ وہ زبانی بدسلوکی کا سہارا لیں، اپنے ساتھی کو ان کی سابقہ بے راہ رویوں کی وجہ سے ایک طوائف سے تشبیہ دیں۔ اگرچہ معذرت خواہ اس طرح کے غصے کی پیروی کر سکتے ہیں، لیکن ان توہین سے لگنے والے جذباتی زخم دیرپا ہو سکتے ہیں، جو اکثر جسمانی تشدد سے زیادہ کسی کی ذہنی صحت کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو غیر اخلاقی افراد کو اپنی زندگی میں کھینچتے ہیں، ان کے اپنے ڈھیلے اخلاق کی وجہ سے، ان کے ساتھیوں یا شریک حیات کی طرف سے جسمانی زیادتی کا سامنا کرنے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ ایک بار جب وہ سطحی خصلتیں جو ابتدائی طور پر اپنے ساتھی کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھیں، جیسے کہ جسمانی شکل، ختم ہونے لگتی ہے، تو غیر اخلاقی ساتھی نئے رشتے تلاش کر سکتا ہے۔ یہ رجحان ایسے افراد کے درمیان ازدواجی تعلقات میں اہم کردار ادا کرنے والا ایک اہم عنصر ہے، جو اپنے پارٹنرز کو ڈسپوزایبل کے طور پر دیکھ سکتے ہیں، ایسی گاڑی کی طرح جو اس وقت تبدیل کی جاتی ہے جب وہ ان کے معیار پر پورا نہیں اترتی ہے۔ اس رویے کے نتیجے میں جذباتی نقصان بہت گہرا ہے۔ مزید برآں، اگر جوڑے کے بچے ہیں، تو یہ بچے اپنے والدین، خاص طور پر ماں کی طرف زبانی بدسلوکی بھی کر سکتے ہیں، ماضی کی بے راہ رویوں کی وجہ سے کیے گئے توضیح آمیز موازنہ کی بازگشت۔ کسی کے اپنے بچے کی طرف سے زبانی طور پر حملہ کرنے کے جذباتی اثرات پر قابو پانا خاص طور پر مشکل ہوتا ہے۔ دوسری طرف، جو معمولی کردار اپناتا ہے وہ شائستگی اور دیانت کے حامل افراد کو اپنی زندگی میں راغب کرے گا۔ ایسے افراد، بشمول شراکت دار یا شریک حیات، اپنے حقوق کا احترام کریں گے، اور ان کے ساتھ کسی بھی زبانی بدسلوکی کو نظر انداز کیا جائے گا کیونکہ تمام فریق تسلیم کرتے ہیں کہ توہین میں صداقت نہیں ہے۔ اگر اس جوڑے کے بچے ہیں تو وہ بچے اپنی نیک اور اصولی طبیعت کی وجہ سے والدین دونوں کے احترام کا مظاہرہ کرنے کے لیے زیادہ مائل ہوتے ہیں۔

مزید برآں، کسی بھی رشتے سے غیر ارادی طور پر پیدا ہونے والے بچے اہم تناؤ کا اضافہ کر سکتے ہیں، جو اکثر علیحدگی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ شراکت دار والدین کی ذمہ داریوں کو بانٹنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس صورت حال کے نتیجے میں بچے کے لیے گھر کا ماحول ٹوٹ جاتا ہے، جس میں والدین دونوں کی مدد اور رہنمائی کا فقدان ہوتا ہے، جو تمام ملوث افراد کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ یہ اچھی طرح سے دستاویزی ہے کہ مجرمانہ سرگرمیوں، گینگ میں ملوث ہونے اور جنسی استحصال یا گھریلو زیادتی کا شکار ہونے والے نوجوانوں کا ایک بڑا حصہ غیر مستحکم خاندانی پس منظر سے پیدا ہوتا ہے۔ بچے کی مؤثر طریقے سے پرورش ان لوگوں کے لیے پہلے سے ہی ایک چیلنجنگ کوشش ہے جو فعال طور پر والدین بننا چاہتے ہیں۔ اس طرح، ایک بچے کی پرورش کا جذباتی بوجھ جس کی منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی بہت زیادہ ہو سکتی ہے۔ یہ منفی ماحول بچے کی نشوونما پر منفی اثر ڈال سکتا ہے اور اکثر مذکورہ بالا مسائل کا باعث بنتا ہے۔ ایک واحد والدین کی طرف سے محسوس ہونے والے تناؤ کے نتیجے میں بچے کو رضاعی نگہداشت یا گود لینے کے فیصلے کا نتیجہ ہو سکتا ہے، جس کے اکثر بچے پر نقصان دہ اور دیرپا اثرات ہوتے ہیں، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ نتیجتاً، یہ صورت حال بچے کے گمراہ ہونے کے امکانات کو بڑھا دیتی ہے۔

غیر قانونی تعلقات سے منسلک منفی پہلو اکثر ایسے افراد کے دھیان میں نہیں جاتے جو یا تو جذباتی یا بے خبر ہوتے ہیں، چاہے ایسے تعلقات نقصان دہ ہی کیوں نہ ہوں۔ غیر قانونی تعلقات میں مشغول ہونا ایسے کھانے کے کھانے کے مترادف ہے جو بظاہر بھوک لگاتا ہے لیکن حقیقت میں زہریلا ہوتا ہے۔ چونکہ زہریلا چھپا ہوا ہے، اس لیے کسی کو ان لوگوں کی بصیرت پر انحصار کرنا چاہیے جو اس خطرے کو پہچانتے ہیں اور ان کے مشورے پر عمل کرتے ہیں کہ جو کچھ دلکش لگتا ہے اس میں ملوث ہونے سے گریز کریں، چاہے یہ ذاتی خواہشات سے متصادم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام امور کا مکمل علم رکھتا ہے، خاص طور پر بعض اعمال اور تعلقات میں پوشیدہ خطرات؛ لہذا، اس کی رہنمائی کو اپنانا اور اس پر عمل کرنا چاہیے، یہاں تک کہ جب وہ کسی کے رجحان کے خلاف ہو۔ یہ صورت حال ایک ہوشیار مریض کے متوازی ہے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے کو قبول کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، تجویز کردہ علاج اور غذائی پابندیوں کے ناخوشگوار ہونے کے باوجود۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض ذہنی اور جسمانی صحت کو بہتر بنا سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا فرد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ذات ہے جس کے پاس جامع علم ہے جو انسان کی ذہنی اور جسمانی حالت کو ہم آہنگ کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ انسانی دماغی اور جسمانی حالات کے بارے میں معاشرے کا اجتماعی علم، وسیع تحقیق کے باوجود، زندگی میں پیش آنے والے ہر چیلنج سے نمٹنے کے لیے ناکافی

ہے، اور نہ ہی علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصب کی موروثی حدود کی وجہ سے ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی پریشانی کو روک سکتا ہے۔ یہ گہرا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو اس نے قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو پہنچایا ہے۔ یہ حقیقت ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے حاصل شدہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں، اس کے برعکس جو نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مختلف ثانوی مسائل کو بنیادی مسئلہ سے نمٹ کر حل کیا جس میں ناجائز تعلقات کی ممانعت اور شادی کو فروغ دینا شامل ہے۔ یہ جوڑوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ حقیقی طور پر ایک دوسرے اور اپنے بچوں کے ساتھ عہد کریں۔

چونکہ اسلام کامل ضابطہ اخلاق ہے اس میں اس بات کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ تمام شادیاں کام نہیں کر سکتیں۔ ان صورتوں میں جب تک کوئی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم رہے گا، جس کی ایک شاخ طلاق کی کارروائی کے دوران میاں بیوی کے ساتھ حسن سلوک کو برقرار رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں طلاق سے متعلق مشکلات پر قابو پانے کے لیے ذہنی طاقت فراہم کر کے ان کی مدد کرے گا تاکہ وہ ذہنی سکون برقرار رکھیں۔ باب 4 النساء، آیت 130

لیکن اگر وہ علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ [ان میں سے ہر ایک کو] اپنی فراوانی سے غنی کر دے گا۔

لہذا انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ہر وقت ثابت قدم رہنا چاہیے کیونکہ وہ ان کے حالات سے پوری طرح باخبر ہے اور اس کی اطاعت کرنے والے کی مدد کرے گا۔ باب 4 النساء، آیت 130

”اور اللہ ہر وقت احاطہ کرنے والا اور حکمت والا ہے۔“

جبکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوتاہی کرتا ہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو ان کو دی گئی ہیں اور طلاق کی کارروائی کے دوران اپنے شریک حیات سے بدسلوکی کر کے اس کی حمایت حاصل نہیں کر سکے گا۔ نتیجے کے طور پر، انہیں طلاق سے منسلک مشکلات پر قابو پانے کے لئے ذہنی طاقت فراہم نہیں کی جائے گی۔ اس کی وجہ سے وہ ذہنی صحت کے مسائل، جیسے ڈپریشن میں ڈوب جائیں گے۔

جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی شامل ہے۔ لہذا حقوق العباد پر بحث کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ اگر وہ دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ اس کی اطاعت پر قائم رہیں۔ باب 4 النساء، آیت 131:

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہم نے ان لوگوں کو ہدایت کی ہے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور تم بھی اللہ سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے گئی ہیں۔ اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ناکام رہتے ہیں اور اس کے بجائے ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا انتخاب کرتے ہیں تو ان کی ذہنی اور جسمانی حالت غیر متوازن ہو جاتی ہے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیتے ہیں اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ باب 4 النساء، آیت 131

لیکن اگر تم کفر کرو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور ”اللہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔“

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے ہی فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے۔ افراد کے اعمال صرف اپنے آپ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ازلی فطرت پر کسی بھی طرح اثر انداز نہیں ہوتے۔ اس کی تعمیل یا اس کے خلاف مخالفت براہ راست افراد پر اثر انداز ہوتی ہے، نہ کہ اللہ، برگزیدہ، یا اسلام۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں ان میں تکبر پیدا ہوسکتا ہے، غلطی سے یہ مانتے ہیں کہ وہ اسلامی اصولوں کی پیروی اور ان پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خدمت کر رہے ہیں۔ نتیجتاً، ان کا تکبر ان کی اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت میں رکاوٹ بن سکتا ہے، خاص کر جب ان کی ذاتی خواہشات اس کی اطاعت سے متصادم ہوں۔ اس لیے یہ تکبر انہیں گمراہ کر دے گا۔ اس کے برعکس، جو لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا ایمان اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر عمل کرنا ان کے اپنے فائدے کے لیے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی پیدا کریں گے، اور موافق اور مشکل دونوں وقتوں میں اپنی اطاعت پر ثابت قدم رہیں گے۔ مصیبت میں، وہ صبر کا مظاہرہ کریں گے، جب کہ خوشحالی میں، وہ شکر کا اظہار کریں گے۔ نیت میں شکر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تقریر میں شکر گزاری مثبت تقریر کے ذریعے یا خاموشی کا انتخاب کر کے کی جاتی ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکر گزاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو کسی نے حاصل کی ہیں ان طریقوں سے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہوں۔ مزید برآں، صبر کا مطلب ہے کہ قول و فعل دونوں میں شکایات سے گریز کیا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر مستقل طور پر قائم رہنا، اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ اس کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے: چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس کے نتیجے میں جو شخص ہر حال میں صحیح اخلاق کے مطابق عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی اور شفقت نصیب ہوتی ہے۔ یہ الہی نعمت اس دنیا اور آخرت دونوں میں امن کا باعث بنتی ہے۔ یہ اصول صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں واضح ہے۔

باب 4 النساء، آیت 132

”اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔“

بالآخر، چونکہ تمام مخلوقات کی ملکیت اور حکومت مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لیے افراد کے پاس اس کے احکام پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس طرح کسی کو کسی قوم کی حکومت کے وضع کردہ قوانین پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کے وضع کردہ ضابطوں کو نظر انداز کرے گا تو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں پریشانی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے متفق نہ ہوں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے اقتدار سے نہیں بچ سکتا، کیونکہ اس کے قوانین عالمگیر اور ناگزیر ہیں۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ مزید برآں، جس طرح ایک گھر کا مالک دوسروں کے اعتراضات سے قطع نظر اپنی رہائش کے لیے قواعد و ضوابط قائم کرتا ہے، اسی طرح یہ کائنات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جو انسان کی رضامندی سے قطع نظر اس کے ضوابط کا تعین کرتا ہے۔ اس لیے اپنے فائدے کے لیے ان احکام الہی کی تعمیل ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے اور جو نعمتیں انہیں حاصل ہیں

ان کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے حکمت کو سمجھنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ کس طرح ذاتی اور معاشرتی بھلائی میں حصہ ڈالتے ہیں، جس سے دونوں جہانوں میں سکون ہو، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلامی تعلیمات کو مسترد کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، ان کو اپنے فیصلوں کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے اس زندگی اور آخرت دونوں میں تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایات ان کو نتائج سے نہیں بچا سکتی۔ باب 18 الکہف، آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

باب 4 النساء، آیت 132

”...اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے“

اس دعویٰ کو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ تعالیٰ کے زیر تسلط ہے، دو آیات میں تین بار دہرایا گیا ہے، ہر ایک مثال الگ الگ باریکیوں کو بیان کرتی ہے۔ پہلا دعویٰ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی لامحدود وسعت کو اجاگر کرتا ہے۔ دوسرا اس کی خود کفالت اور خودمختاری پر زور دیتا ہے، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسانی عقیدہ یا اطاعت سے قطع نظر اس کی شان بے داغ رہتی ہے۔ تیسرا دعویٰ اس کی رحمت کی عکاسی کرتا ہے، یہ تجویز کرتا ہے کہ اس کے احکامات پر خلوص

سے عمل کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوگا، کیونکہ وہ کائنات کا حتمی مالک اور حاکم ہے۔ باب 4 النساء، آیت 132

”اور اللہ ہی کارساز کے لیے کافی ہے۔“

جو شخص اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، اسے دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہوگا، کیونکہ کائنات کے معاملات کو اللہ تعالیٰ ہی کنٹرول کرتا ہے۔ جبکہ جو شخص ان نعمتوں کا غلط استعمال کر کے اپنے معاملات خود چلانے کی کوشش کرتا ہے اسے ذہنی سکون غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ ایک زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی۔

نتیجتاً، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور نافذ کرنا چاہیے، چاہے یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک ہوشیار مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، باوجود اس کے کہ بعض دواؤں کے ناخوشگوار ہونے اور غذائیت کے سخت طریقہ کار کے باوجود جس طرح یہ سمجھدار مریض ذہنی اور جسمانی صحت کو بہتر بنا سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں کو قبول کرنے والا اور ان پر عمل کرنے والا فرد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو نہیں سمجھ پاتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے معالج پر بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر پڑنے والے مثبت اثرات کو پہچان سکیں۔ اسے ان تعلیمات پر اندھا اعتماد کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے ان کی صداقت کو تسلیم کریں۔ تاہم اس کے لیے اسلام کی تعلیمات سے منسلک ہوتے وقت ایک کھلی اور غیر جانبدارانہ ذہنیت کی باب 12 یوسف، آیت 108 ضرورت ہے۔

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔"

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 132

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے مضبوط ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، چاہے حالات کچھ بھی ہوں، خواہ آسودگی ہو یا مشکل۔ یہ پختہ ایمان قرآن پاک میں پیش کی گئی واضح نشانیوں اور شواہد کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات۔ یہ منابع واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون بخشتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف رہتے ہیں

ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آسانی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو نظر انداز کر دیتے ہیں جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے متصادم ہو جائیں، اور یہ تسلیم کرنے میں ناکام ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کے حوالے کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے عملی اطلاق کے ذریعے ایمان پر یقین حاصل کیا جائے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے غیر متزلزل عزم کو یقینی بنایا جائے۔ اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عطا کی گئی نعمتوں سے استفادہ کرنا شامل ہے، جو ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو پروان چڑھا کر اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور لوگوں کو مناسب طور پر ترجیح دے کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کا باعث بنے گی۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے انہیں فائدہ ہوتا ہے۔ ان کی اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا نافرمانی صرف ان پر اثر انداز ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود حیثیت پر اثر نہیں ڈالتی۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اس کی نافرمانی پر اڑے رہے تو اس کی جگہ دوسرے لوگ لے لیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 133

اگر وہ چاہے تو تم کو ختم کر سکتا ہے اور دوسروں کو (تمہاری جگہ) لا سکتا ہے اور اللہ اس پر ”قادر ہے۔“

اس حقیقت کو سمجھنے سے عاجزی پیدا ہوتی ہے جس کا تقاضا ہے کہ عملی طور پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

مزید برآں، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے، اسے ڈرنا چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ یہ تسلیم کرنا

ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہ ہے جسے پھانے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی مناسب پرورش نہ پانے والا پودا مرجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

سب سے اہم چیز جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکتی ہے وہ اس کی دنیاوی خواہشات ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں اس کے اختیار میں ہیں اور وہ ان نعمتوں کو اس شخص کے لیے سکون کا ذریعہ بنا دے گا جو سچے دل سے اس کی اطاعت کرتا ہے۔
باب 4 النساء، آیت 134:

جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت کا اجر ہے۔“

جبکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہنے والے کو معلوم ہوگا کہ جو بھی دنیاوی نعمت انہیں حاصل ہوتی ہے وہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں پریشانی اور پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔ ایک فرد جو اپنی حاصل کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اسے یہ سوچنے کے دھوکے میں نہیں آنا چاہیے کہ فوری سزا کی عدم موجودگی یا کسی بھی نتائج کو پہچاننے میں ناکامی کا مطلب یہ ہے کہ وہ سزا سے مکمل طور پر بچ جائیں گے۔ اس طرح کا رویہ ان کی ہم آہنگی والی ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کرنے کی صلاحیت کو روک دے گا، جس سے ہر چیز اور اپنے آس پاس کے ہر فرد کے بارے میں، ان کے ادراک میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس کے نتیجے میں، ان کی زندگی کے پہلو، بشمول خاندان، دوست کیریئر، اور دولت، تناؤ کے ذرائع میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہیں گے تو وہ اپنے تناؤ کو غلط لوگوں کی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جیسے کہ ان کی شریک حیات۔ اپنے آپ کو ان مثبت اثرات سے دور رکھنے سے، وہ اپنی ذہنی صحت کے مسائل کو بڑھاتے ہیں ممکنہ طور پر ڈپریشن، مادے کی زیادتی، اور یہاں تک کہ خودکشی کے خیالات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے جو دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے باوجود اپنی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت مند اور مشہور۔

لہذا اگر وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتے ہیں تو صحیح طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی نیت، قول اور فعل کو جانتا ہے، چاہے وہ اس کی اطاعت کا انتخاب کریں یا نہ کریں، وہ دونوں جہانوں میں ان کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 134

”اور اللہ ہمیشہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

یہ بتانے کے بعد کہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون اس کی اطاعت میں مضمر ہے، اللہ تعالیٰ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس میں ایک خاص مثال کے ساتھ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے۔ باب 4 النساء، آیت 135

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے اپنے یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

جب اللہ تعالیٰ، قرآن پاک میں مومنین سے مخاطب ہوتا ہے، تو اس کے سمن اکثر ان کے عقیدے کو، ٹھوس اعمال میں ترجمہ کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ اسلام میں، ایمان کا محض زبانی اعلان متعلقہ اعمال کے بغیر کم سے کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں انعامات اور رحمت کے حصول کے لیے ضروری ثبوت کے طور پر کام کرتے ہیں۔ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی قیمتی ہوتا ہے جب وہ پھل دیتا ہے اسی طرح ایمان بھی اسی وقت با معنی ہوتا ہے جب وہ نیک اعمال سے ظاہر ہو۔ اس صورت میں، مومنوں سے ہر حال میں انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی ہے خواہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی خواہشات اور توقعات کے خلاف ہیں جن سے وہ پیار کرتے ہیں، جیسے کہ ان کے رشتہ دار۔ ایک مسلمان کو لوگوں کے حقوق ضرور ادا کرنے چاہئیں لیکن اپنی وفاداری صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھیں۔ جو اپنی وفاداری لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے، جیسے کہ خاندان اور دوستوں، ان کے ساتھ اندھی وفاداری کی وجہ سے لامحالہ برے کاموں میں

ان کا ساتھ دے گا۔ جبکہ جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کا وفادار ہے وہ اس کی اطاعت کو باقی سب پر ترجیح دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے ساتھیوں کو برے رویے سے خبردار کرے گا اور ان کے برے کاموں میں ان کا ساتھ نہیں دے گا۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اگر کوئی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بجائے لوگوں کے ساتھ وفادار رہتا ہے تو وہ لامحالہ برے کاموں میں دوسروں کا ساتھ دیتا ہے اور اس طرح وہ برے کردار کو اپناتا ہے۔ اس سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔

باب 4 النساء، آیت 135

عدل پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ آپ کے خلاف ہو یا والدین اور رشتہ داروں کے خلاف، خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں کا زیادہ حقدار ہے۔“

مسلمانوں کو معاشرے کے امیروں اور بااثر لوگوں کی حمایت سے بھی گریز کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتی ہیں، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ انہیں اس دنیا میں ان کی حمایت حاصل ہوگی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، اس لیے لوگ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے، خواہ وہ کتنے ہی امیر اور بااثر کیوں نہ ہوں۔ جبکہ اللہ عزوجل اس کی حفاظت کرے گا جو اس کی اطاعت کرتا ہے خواہ وہ اس عمل میں امیر اور

بااثر لوگوں کو ناگوار کیوں نہ ہو، خواہ یہ تحفظ ان پر ظاہر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ دونوں جہانوں میں اس کے لیے تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

،اور نہ ہی کسی مسلمان کو دوسروں سے فائدہ اٹھانا چاہیے جو معاشرے میں کمزور سمجھے جاتے ہیں جیسے کہ غریب، یہ یقین رکھتے ہوئے کہ کوئی ان سے بدلہ نہیں لے گا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو دونوں جہانوں میں مظلوم لوگوں کی طرف سے بدلہ لیتا ہے۔ اس دنیا میں، ظالم بدحالی کی زندگی گزارے گا کیونکہ وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں، جس کی وجہ سے وہ غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت میں مبتلا ہو جائیں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو گمراہ کر دیں گے۔ بعد کی زندگی میں، ظالم اپنے نیک اعمال کو اپنے شکار کو منتقل کرنے پر مجبور ہو گا، اور اگر ضرورت ہو تو، انصاف کی فراہمی تک ظالم مظلوم کے گناہوں کو قبول کرے گا۔ یہ عمل بالآخر ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالنے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ تنبیہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے حقوق کی پامالی سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پالیں۔ باب 4 النساء، آیت 135

"...پس جھکاؤ کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انصاف پسند نہ ہو جاؤ..."

اس تنبیہ میں فضول خواہشات بھی شامل ہیں، حالانکہ فضول باتوں یا اعمال کو گناہ نہیں سمجھا جاتا۔،درحقیقت تقویٰ اس وقت تک اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ حلال چیزوں سے پرہیز نہ کرے جیسے کہ لغو چیزوں سے، اس خوف سے کہ وہ اسے حرام کی طرف لے جائے گا۔ جامع ترمذی، نمبر 2451 187 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ باب 2 البقرة، آیت 2451

”یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں، ان کے قریب نہ جاؤ۔“

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی حدود سے تجاوز کرنے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اس نے زور دیا کہ افراد کو ان کے قریب بھی نہیں آنا چاہیے۔ اس ہدایت کو قرآن پاک میں تسلسل کے ساتھ دہرایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے درخت سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور، درخت کے قریب جانا جائز ہونے کے باوجود اس کے قریب نہ جانے کی تلقین کی۔ باب 7 الاعراف، آیت 19:

اور اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب”
”نہ جانا ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

متعدد مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ قانونی حیثیت کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی عمل مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود تک پہنچنا ممنوع نہیں بلکہ ان حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ کچھ جائز سرگرمیاں، خاص طور پر وہ جو بیکار ہیں، سے پرہیز کیا جانا چاہیے کیونکہ وہ اکثر غیر قانونی رویے کا باعث بن سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول گفتگو میں مشغول ہونا، اگرچہ اسے گناہ کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا گیا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں غیبت اور جھوٹ جیسے گناہ ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح فضول خرچی فضول خرچی کا باعث بنتی ہے جسے گناہ سمجھا جاتا ہے۔ باب الاسراء، آیت 27 17:

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا کبھی ناشکرا رہا”
”ہے۔“

راہ راست سے بھٹکنے والے افراد کی اکثریت نے ایسا تدریجی عمل سے کیا ہے۔ شروع میں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان میں براہ راست شرکت کیے بغیر غیر قانونی معاملات میں مشغول ہو گئے ہوں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ، انہوں نے خود کو اس طرح کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے حوصلہ افزائی اور لالچ میں پایا۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو شراب پینے والوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے، آخرکار خود کو پینے کا امکان اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے جو شراب پینے والوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض حلال کاموں سے اجتناب کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے، خاص طور پر وہ کام جو بیہودہ ہیں جیسا کہ جامع ترمذی، نمبر 2451 میں درج ایک حدیث میں مذکور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حقیقی تقویٰ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی کوئی بھی ان کو مستقل طور پر اسلامی اصولوں کے بغیر استعمال نہیں کر سکتا۔ اس تشویش کی وجہ سے حلال تعاقب کہ یہ انہیں غیر قانونی کاموں کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ نتیجتاً، نہ صرف غیر قانونی سرگرمیوں سے بچنے میں چوکنا رہنا ضروری ہے بلکہ بعض حلال چیزوں سے بچنا بھی ضروری ہے، خاص طور پر جو بیکار ہیں، غیر قانونی کی طرف ممکنہ نزول کو روکنے کے لیے۔ یہ نقطہ نظر افراد کو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں ثابت قدم رہنے میں مدد دے گا، جس میں ان کو حاصل کردہ نعمتوں کا صحیح طور پر استعمال کرنا ہوگا، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ عمل نیکی کے جوہر کو مجسم کرتا ہے اور اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون کو فروغ دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 187

”اس طرح اللہ لوگوں کے لیے اپنی آیات کو واضح کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔“

اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے احترام کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، ان کے جائز کاموں خاص طور پر فضول کاموں میں حد سے زیادہ ملوث ہونے کا امکان ہے۔ یہ رویہ غیر قانونی کاموں میں ملوث ہونے کے خطرے کو بڑھاتا ہے اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا باعث بنتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، اس کا نتیجہ کبھی کبھار لطف کے لمحات کے باوجود دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، پریشانی اور انتشار کا باعث بن سکتا ہے۔ آخرکار وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قدرت سے نہیں بچ سکتے۔ یہ ان افراد کی زندگیوں میں واضح طور پر قابل مشاہدہ ہے جو اس طرح کے طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، بشمول امیر لوگ۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:اور باب 4 النساء، آیت 135

"...پس جھکاؤ کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انصاف پسند نہ ہو جاؤ..."

لہذا ضروری ہے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کو حرام سے بچتے ہوئے اور اپنی لغو خواہشات پر عمل کو کم سے کم کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے کہ اسلامی تعلیمات میں دی گئی نعمتوں کو صحیح یہ اس بات کو یقینی طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کریں۔ بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک خاص مثال دیتا ہے جس کے ذریعے دنیاوی خواہشات کی خاطر اس کی نافرمانی کی جاسکتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 135

"...اور اگر آپ [اپنی گواہی] کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں یا [اسے دینے سے] انکار کرتے ہیں..."

یہ ایک اہم تنبیہ کے طور پر کام کرتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ جو شخص کسی عدالتی مقدمہ میں جھوٹی گواہی دے کر کسی دوسرے کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کرے گا، اسے جہنم کا سامنا کرنا پڑے گا، یہاں تک کہ درخت کی ٹہنی جیسی چھوٹی چیز لینے پر بھی۔ بدقسمتی سے، جھوٹی جھوٹی کارروائیاں کچھ مسلم ممالک میں رائج ہیں، جہاں لوگ غلطی سے یہ مان لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو صرف ان کے مذہبی عبادات جیسے کہ فرض نمازوں سے سروکار ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اسلام ایک جامع ضابطہ حیات کا احاطہ کرتا ہے جو انسان کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتا ہے۔ نتیجتاً، افراد کو ان کے ارادوں، الفاظ اور اعمال کے لیے جوابدہ ٹھہرایا جائے گا، چاہے ان کا تعلق دنیاوی معاملات سے ہو یا مذہبی ذمہ داریوں سے۔ لہذا، ایک مسلمان کو دوسروں پر ظلم کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ قیامت کے دن انصاف کو برقرار رکھا جائے گا، جو ممکنہ طور پر ظالم کو جہنم میں لے جائے گا۔ یہ تنبیہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں دہرائی گئی ہے۔

اور نہ ہی کسی کو سچی گواہی دینے سے انکار کرنا چاہئے جب اسے بلایا جائے کیونکہ ان کی خاموشی لامحالہ کسی کے حقوق کی خلاف ورزی کرے گی۔ صرف اس صورت میں جب کسی کو لگتا ہے کہ اگر وہ گواہی دیتے ہیں تو انہیں نقصان پہنچے گا، کیا انہیں اسے روکنے کی اجازت ہے، بصورت دیگر، اسے اپنے معاشرے میں انصاف کے قیام میں مدد کے لیے دینا چاہیے۔ عام طور پر دیکھا جائے تو یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو وسیع تر معاشرے کا خیال رکھنا چاہیے اور اپنے وسائل کے مطابق اس کے اندر انصاف اور امن قائم کرنے کے لیے اقدامات کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو جانور جیسا سلوک کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس میں وہ صرف اپنی اور اپنے خاندان کی بھلائی کا خیال رکھتا ہو۔ درحقیقت یہی ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر زور دیا کہ امت مسلمہ ایک جسم سے مشابہ ہے، جب کسی ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ یہ تصور صحیح مسلم نمبر 6586 میں درج ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا نقطہ نظر نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی اختیار کیا جانا چاہیے۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر ایک سچے مومن کو ایسا شخص قرار دیا ہے جو دوسروں کے لیے وی جابتا ہے جو اپنے لیے جابتا ہے۔

خواہ کوئی اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو رکھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرے یا اپنی دنیاوی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دے، دونوں جہانوں میں ان کی نیتوں، قول و فعل کا جوابدہ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 135:

”پھر جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔“

لہذا، اپنی خاطر، انہیں صحیح رویہ کا انتخاب کرنا چاہیے تاکہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کر سکیں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے اور انہیں زندگی کے اندر تمام چیزوں اور

لوگوں کو مناسب طور پر ترجیح دینے کا سبب بنیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مؤثر طریقے سے تیاری کریں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

يَتَّيِبُهَا لِلَّذِينَ ءَامَنُوا ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ءَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى
رَسُولِهِ ءَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ ءَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾

إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ءَزْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنْ
اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿١٣٧﴾

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣٨﴾

الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْبَنُغُوتَ عَنْهُمْ
الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿١٣٩﴾

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ
بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا مَثَلْتُمْ أَنَّ اللَّهَ
جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمُ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ
وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعَكُمْ مِّنَ
الْمُؤْمِنِينَ فَاللَّهُ بِحُكْمِ بَيْنِكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا
كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾

مُذَبِّدِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَمَن يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ
سَبِيلًا ﴿١٤٣﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿١٤٤﴾

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ
فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا

۱۴۶

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَءَامَنْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا

❖ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا

إِنْ تُبَدُّوا خَيْرًا أَوْ تُخَفُّوهُ أَوْ تُعَفُّوا عَنْ سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی ہے، پر ایمان لاؤ اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا، وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا ہے۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھ گئے، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ انہیں کوئی راستہ دکھائے گا۔

منافقوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جو مومنوں کے بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ اپنے ساتھ عزت کی تلاش میں ہیں؟ لیکن بے شک عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے۔

اور آپ پر کتاب [قرآن] میں یہ بات پہلے سے ہی اتر چکی ہے کہ جب آپ اللہ کی آیات [تلاوت] سنتے ہیں تو ان کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ دوسری گفتگو میں نہ آجائیں۔ درحقیقت، آپ پھر ان جیسے ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

جو آپ کا انتظار کرتے ہیں [اور دیکھتے ہیں]۔ پھر اگر تم اللہ کی طرف سے فتح پاتے ہو تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ لیکن اگر کافروں کو کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم پر برتری حاصل نہیں کی تھی بلکہ ہم نے تمہیں مومنوں سے بچا لیا تھا؟ اللہ

قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ کبھی بھی کافروں کو مومنوں پر کوئی راستہ نہیں دے گا۔

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن وہ ان کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

ان کے درمیان ڈگمگانے والا، نہ ان [مومنوں] کا اور نہ ان [کافروں] کا۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو تم اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف ایک صریح مقدمہ پیش کرو؟

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے تک ہوں گے اور آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کرتے ہیں، اپنی اصلاح کرتے ہیں، اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں اور اللہ کے لیے اپنے دین میں خلوص رکھتے ہیں، کیونکہ وہ مومنین کے ساتھ ہوں گے۔ اور اللہ مومنوں کو بہت بڑا اجر دینے والا ہے۔

اللہ تمہارے عذاب سے کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ۔ اور اللہ ہمیشہ قدر کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ برائی کا سرعام ذکر کیا جائے سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ ہمیشہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اگر تم [اس کے بدلے] کوئی بھلائی ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ یا کسی گناہ کو معاف کر دو تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور قادر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے اندر اہل ایمان کو پکارتا ہے تو اس کی پکار اکثر ان کے ایمان کے زبانی دعوے کو عملی جامہ پہنانے سے منسلک ہوتی ہے۔ اس لیے کہ عمل کے بغیر ایمان کا زبانی دعویٰ اسلام میں بہت کم اہمیت رکھتا ہے۔ اعمال وہ ثبوت اور ثبوت ہیں جن کو حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ جس طرح پھل دینے والا درخت تب ہی کام آتا ہے جب وہ دونوں جہانوں میں اجر و رحمت حاصل ہو۔ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی تب کام آتا ہے جب وہ اچھے اعمال پیدا کرے۔ اس صورت میں مؤمنین سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق دل سے اطاعت کرتے ہوئے اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت عمل سے کریں۔ باب 4 النساء، آیت 136:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے " رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی تھی۔

عام طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہدایت کے دو ذرائع کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے: قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔ لوگ جتنا زیادہ مذہبی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہیں، یہاں تک کہ اگر یہ ذرائع مثبت کاموں کی ترغیب دیتے ہیں، تو وہ رہنمائی کے دو بنیادی ذرائع سے اتنا ہی کم مشغول ہوں گے، جو بالآخر گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی عمل ان دو منابع میں نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، مذہبی علم کے دیگر ذرائع پر بڑھتا ہوا بھروسہ افراد کو ایسے عقائد اور طریقوں کو اپنانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج انحراف ایک ایسا حربہ ہے جسے شیطان نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے کو بعض ایسے روحانی طریقوں کو کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہوں۔ اگر یہ فرد بے خبر ہے اور، متبادل مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے کا عادی ہے، تو وہ آسانی سے اس دھوکے کا شکار ہو سکتا ہے ایسے طریقوں میں ملوث ہو سکتا ہے جو براہ راست اسلامی نظریے کو چیلنج کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد رکھنے لگتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے، جیسے کہ یہ تصور کہ افراد یا مافوق الفطرت مخلوق اپنی تقدیر کا حکم دے سکتے ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے اخذ کی گئی ہے۔ ان میں

سے کچھ غلط عقائد اور عمل، جیسے کہ کالا جادو کرنا، واضح طور پر کفر کو تشکیل دیتے ہیں۔ باب
:البقرہ، آیت 210 2

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ”
جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں
”سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ ”ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔

ایک مسلمان دینی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرتے ہوئے نادانستہ طور پر اپنا ایمان کھو سکتا
ہے۔ یہ مذہبی بدعات میں ملوث ہونے کے خطرے کی نشاندہی کرتا ہے جن کی رہنمائی کے دو بنیادی
ذرائع میں کوئی بنیاد نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کے اعمال شیطان کے راستے پر چلنے کا باعث بن
:سکتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 208

، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو
”بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

:باب 4 النساء، آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا وہ ”
یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا۔“

یہ نتیجہ ایک ایسے مسلمان پر ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جسمانی اعمال کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسی غذائیت سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے اور اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی فنا ہو سکتا ہے اگر اطاعت کے عمل سے اسے تقویت نہ ملے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

جو شخص اسلامی تعلیمات پر خلوص دل سے عمل کرنے میں ناکام رہے گا وہ گمراہ ہو جائے گا کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو عطا کی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے، لطف اندوز ہوں۔ نتیجتاً، افراد کو اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنانا اور نافذ کرنا چاہیے چاہے یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک ہوشیار مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے، تجویز کردہ ادویات کی ناخوشگواریت اور سخت غذائی طرز عمل کے باوجود۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض ذہنی اور جسمانی صحت کو بہتر بنا سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا فرد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ہے جس کے پاس جامع علم ہے جس کے پاس انسان کی ہم آہنگی کی ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے اور اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طور پر ترجیح دینے کے لیے ضروری ہے۔ وسیع تحقیق کے باوجود معاشرے میں موجود انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کا ادراک اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ناکافی ہے، کیونکہ یہ ہر ایک فرد کو درپیش چیلنجوں سے نمٹ نہیں سکتا۔ ان کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو نہیں روک سکتی اور نہ ہی علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصبات کی موروثی حدود کی وجہ سے ان کی زندگی میں لوگوں اور چیزوں کے مناسب انتظام کو یقینی بنا سکتی ہے۔ یہ حتمی علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو پہنچایا ہے۔ یہ حقیقت اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب کوئی ان لوگوں کی زندگیوں کا مشاہدہ کرتا ہے جو ان نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں بمقابلہ جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کے پیچھے سائنسی دلیل کو نہیں سمجھ سکتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر ان کے

مفید اثرات کو پہچان سکیں۔ اسے ان تعلیمات پر اندھا اعتماد کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے ان کی صداقت کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص زبانی اور جسمانی طور پر اسلام کے ان پہلوؤں پر یقین رکھتا ہو۔ باب 4 النساء، آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا وہ ”یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا۔“

اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان کا تقاضہ ہے کہ اعتقاد کی زبانی تصدیق کے ساتھ متعلقہ اعمال بھی ہوں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتا ہے وہ فطری طور پر اس کے بندے کے طور پر اپنے کردار کو قبول کرے گا۔ ایک سچا بندہ ذاتی تسکین کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی دوسروں سے ان کی خواہشات کو پورا کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ اس کے بجائے، وہ اپنے مالک کی خوشنودی اور فرمانبرداری کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں، بشمول سماجی اصولوں، ذاتی رجحانات، سوشل میڈیا کے رجحانات، اور ثقافتی اثرات کی پابندی۔ بندے کی واحد خواہش اپنے مالک کی رضا حاصل کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اس کی اپنی جان سمیت ہر چیز اس کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ نتیجتاً، وہ ان تمام چیزوں کو استعمال کرنے کے لیے بے چین ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچا بندہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور تمام موجودات کا رب ہے، اس لیے وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے حقیقی ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں بشمول افراد کی روحانی بھلائی کا انتظام کرتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہی دنیا اور آخرت : النحل، آیت 97 16 دونوں میں سکون حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 4 النساء، آیت 136

“...اور جو اللہ سے کفر کرے اس کے فرشتے ”

غیب پر یقین - وہ عناصر جو پانچ حواس کی دسترس سے باہر ہیں - ایمان کا ایک لازمی پہلو ہے۔ مکمل طور پر سمجھے اور سمجھے جانے والے تصورات پر ایمان میں اُس گہرائی کا فقدان ہے جتنی اُس پر یقین جس کا براہِ راست مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا، باوجود اس کے کہ اُس کی حقیقت کی نشاندہی کرنے والی علامات موجود ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ایمان قبول نہیں کرے گا جو جہنم، جنت اور فرشتوں سمیت غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ لہذا، افراد کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے ساتھ منسلک ہو کر اور اس پر عمل پیرا ہو کر تخلیق کے ان دیکھے پہلوؤں پر اپنا یقین مضبوط کریں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ان کا ایمان محض زبانی اثبات سے بالاتر ہو اور ان کے اعمال میں ظاہر ہو، جو انہیں خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر جو شخص یہ جانتا ہے کہ دو فرشتے ہمیشہ موجود رہتے ہیں، ان کے ہر قول و فعل کو قیامت کے انتظار میں ریکارڈ کر رہے ہیں وہ تنہائی میں بھی اپنی گفتگو اور برتاؤ کا زیادہ خیال رکھے گا۔

باب 4 النساء، آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں کا انکار کرے۔“

قرآن پاک پر ایمان مختلف جہتوں پر محیط ہے۔ ان جہتوں میں اس کی صحیح اور مستقل تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بھی شامل ہے۔ ایک مسلمان کو صرف اس زبان میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے ابتدائی مرحلے میں نہیں رہنا چاہئے جو اسے سمجھ نہیں آتی ہے۔ قرآن پاک صرف تلاوت کے لیے نہیں بلکہ رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ حقیقی رہنمائی اس کے اصولوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک نقشہ کسی کو اپنی مطلوبہ منزل تک پہنچا سکتا ہے اگر وہ اسے سمجھے اور اس پر عمل کرے، قرآن پاک اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بن سکتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ قرآن پاک کے مختلف پہلوؤں سے مشغول نہ ہونا ایک اہم وجہ ہے جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان اپنی باقاعدہ تلاوت کے باوجود ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ یہ اکثر اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان کے اطلاق کی کمی کی وجہ سے

ہوتا ہے۔ اس کی رہنمائی پر عمل کرنے سے، لوگ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، آخرکار ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ ان کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں، جس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ قرآن پاک جہاں دنیاوی چیلنجوں کے علاج کے طور پر کام کرتا ہے، ایک مسلمان کو اس کے استعمال کو صرف اس مقصد تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی مسائل کو حل کرنے کے لیے قرآن پاک کی تلاوت نہیں کرنی چاہیے، اسے ایک ایسا آلہ سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے جسے مشکل کے وقت استعمال کیا جائے اور پھر ایک طرف رکھ دیا جائے۔ قرآن کریم کا بنیادی کردار آخرت کے محفوظ سفر کے لیے رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ دنیاوی معاملات کے حل کے لیے اس کے اطلاق پر خصوصی توجہ مرکوز کرنا اس بنیادی مقصد کو مجروح کرتا ہے اور یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ طرز عمل متعدد لوازمات سے لیس گاڑی کے حصول کے مترادف ہے لیکن اس میں انجن کی کمی ہے، جو اس کی حقیقی قدر کے لیے حقیقی عزم کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔

باب 4 النساء، آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں کا انکار کرے۔“

انبیاء علیہم السلام پر ایمان، ان کے طرز زندگی، طرز عمل اور تعلیمات کی فعال تقلید کی ضرورت ہے جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مثالی طرز عمل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے سمویا، بڑھایا اور کامل ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اس کی زندگی، تعلیمات اور صالح کردار کا مستعدی کے ساتھ مطالعہ کر کے اس پر ایمان کے زبانی اثبات کو تقویت دی جائے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت”
“کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

:اور باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور”
“تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

“اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔”

لہذا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتے ہوئے، آپ کی تعلیمات اور کردار کو مجسم کرنے سے غافل ہونا ایسے زبانی دعووں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ جس طرح بہت سے لوگ قیامت کے دن اس کی شفاعت کے خواہش مند ہیں، انہیں اس امکان سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے کہ اگر وہ اس کی روایات اور قرآن کریم کے پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں تو اس دن وہ ان کے خلاف گواہی دے سکتا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

“اور رسول نے کہا ہے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔”

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے، قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی کا سامنا کرنے کے بجائے، افراد کو قرآن پاک کی تعلیمات اور اس کی روایات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ عزم انہیں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کے قابل بنائے گا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور آخر کار اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملے گا۔

مزید یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محض محبت اور احترام کا اظہار، آپ کے کردار اور اصولوں کو مجسم کیے بغیر اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پچھلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے اپنی محبت کا اظہار کیا، لیکن ان کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد نہیں ہوں گے۔ لہذا جو لوگ آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ آپ کی تعلیمات اور مثالی طرز عمل پر دلجمعی سے عمل پیرا ہوں۔

باب 4 النساء، آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں کا انکار کرے۔“

جو شخص اسلام کے ان اہم پہلوؤں پر زبانی اور عملی طور پر یقین رکھتا ہے وہ بلاشبہ آخرت میں اپنے احتساب کے لیے عملی طور پر تیاری کرے گا۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر

ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے۔“

چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے لیکن اس کے احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے اور قیامت کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے اسے اپنے ایمان کا تنقیدی جائزہ لینا چاہیے۔ ان کے اعمال صالحہ کی عدم موجودگی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ان کے یقین میں کمی کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کے اطلاق کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں کائنات میں موجود نشانیوں کو پہچان کر اللہ، برگزیدہ اور یوم آخرت پر یقین کو گہرا اور تقویت بخشی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، کائنات کے متعدد ہم آہنگ نظاموں کا جائزہ لینے پر — جیسے سورج کا زمین سے درست فاصلہ، پانی کا چکر، اور سمندر کی کثافت جو سمندری نیویگیشن اور سمندری زندگی دونوں کو سہارا دیتی ہے — ایک خالق کی موجودگی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس طرح کے پیچیدہ متوازن نظاموں کے وجود کو محض موقع سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں، متعدد دیوتاؤں کا تصور لامحالہ خرابی کا باعث بنے گا، کیونکہ ہر دیوتا کائنات کے اندر متضاد خواہشات کی پیروی کرے گا۔ واضح طور پر ایسا نہیں ہے، اس طرح ایک واحد: باب 21 الانبیاء، آیت 22 خدا، اللہ، بلندی کے وجود کی تصدیق کرتا ہے۔

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

مزید برآں، اللہ تعالیٰ بنجر زمین کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک بے جان بیج کو اگاتا ہے، جس سے تخلیق کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کے پاس یہ طاقت ہے کہ وہ انسانی روح کو زندہ کر دے جو زمین میں دبئی ہوئی ہے، ایک بیج کی طرح جو زندہ ہو جاتی ہے۔ موسموں کی چکراتی نوعیت قیامت کی واضح مثال کے طور پر کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، سردیوں کے دوران، درخت اپنے پتے جھاڑتے ہیں، بے جان دکھائی دیتے ہیں، پھر بھی دوسرے موسموں میں، نئے پتے نکلتے ہیں، جو درخت کی زندگی کو بحال کرتے ہیں۔ مزید برآں، تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر قیامت کی مثال دیتا ہے۔ نیند موت سے مشابہت رکھتی ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر معطل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر روح کو بیدار کرنے والوں کی طرف لوٹاتا ہے، اس طرح سوئے ہوئے فرد کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر: آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحيں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحيں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

کائنات کے اندر بے شمار نشانیاں قیامت کی آنے والی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر حکومت کرنے والے پیچیدہ متوازن نظاموں کا جائزہ لینے پر، کوئی ایک اہم عدم توازن کی نشاندہی کر سکتا ہے: انسانیت کے اعمال۔ جو لوگ اچھے کام کرتے ہیں وہ اکثر اس زندگی میں ان کا پورا اجر نہیں پاتے ہیں، جب کہ ظالموں کو حکومتی سزا کے باوجود مکمل نتائج کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا معقول ہے کہ واحد خالق، اللہ تعالیٰ، جس نے کائنات کے دیگر تمام پہلوؤں میں توازن قائم کر رکھا ہے، بالآخر انسانی اعمال کے عدم توازن کو درست کر دے گا۔ یہ اصلاح تب ہی ہو سکتی ہے جب انسانی اعمال ختم ہو جائیں۔ اس لمحے کو یوم جزا کے نام سے جانا جاتا ہے، جب تمام اعمال کا جائزہ لیا جائے گا اور ہمیشہ کے لیے متوازن ہو گا۔

ان اور بہت سی مثالوں پر غور کرنے سے انسانوں کے جی اٹھنے کے امکان اور قیامت کے دن اس کی ضرورت کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔

لہذا اسلام کے ان مختلف پہلوؤں پر زبانی اور عملی طور پر ایمان لانا چاہیے اگر وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کفر کرتے ہیں یا عمل سے اپنے ایمان کے زبانی اعلان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو، اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے انہیں دی گئی ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

اور باب 4 النساء آیت 136

اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا وہ ”یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا“۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جسمانی اعمال کے ساتھ اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں ناکام رہتا ہے، وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جانے کے شدید خطرے میں ہے۔ باب 4 النساء، آیت 137

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، پھر کفر میں بڑھ گئے، ”اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ انہیں کوئی راستہ دکھائے گا۔“

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی کی طرح ضروری غذائیت سے محروم ایک پودا مرنے کے خطرے کا سامنا کرتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے تو وہ مر سکتا ہے۔ یہ انتہائی نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جن کی وہ نقل کرتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان کسی ایسے منافق کی تقلید کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت کرنے میں ہمیشہ ناکام رہتا ہے تو شاید وہ دونوں جہانوں میں ان میں شمار ہوتا ہے۔ اس سے دونوں جہانوں میں پریشانی، تناؤ اور مشکلات ہی پیدا ہوں گی۔ باب 4 النساء، آیات 137-138

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھ گئے، ”اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ انہیں کوئی راستہ دکھائے گا، منافقوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

ایک مسلمان کو مضبوط ایمان کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ وہ اس نتیجہ سے بچیں اور اس کے بجائے عملی طور پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنے کے لیے مضبوط ایمان ضروری ہے، خواہ حالات کچھ بھی ہوں، خوشحالی کے وقت ہوں یا مصیبت کے۔ ایمان کی ایسی بنیاد علم کے حصول اور قرآن پاک میں بیان کردہ واضح نشانیوں اور شواہد کے عملی اطلاق سے استوار ہوتی ہے۔ یہ ذرائع اللہ عزوجل کے ساتھ خلوص کے ساتھ رہنے کے راستے کو روشن کرتے ہیں، جو بالآخر دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتا ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی اصولوں کو نہ سمجھنے کا نتیجہ کمزور ایمان کی صورت میں نکلتا ہے۔ علم سے محروم افراد جب ان کی خواہشات کو چیلنج کیا جاتا ہے تو وہ آسانی سے نافرمانی کا شکار ہو سکتے ہیں، اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں اپنی خواہشات کو ترک کرنا دونوں زندگیوں میں ذہنی سکون حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ چنانچہ اسلامی تعلیم کے حصول اور اس کے اصولوں کو مجسم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کو یقینی بناتے ہوئے غیر متزلزل ایمان کو فروغ دینا ضروری ہے۔ یہ عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص ان نعمتوں کو اسلامی رہنما اصولوں کے مطابق استعمال کرے، اس طرح ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے اور اپنی زندگی میں لوگوں اور چیزوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دے سکے۔

کمزور ایمان والے لوگ اللہ کی نافرمانی کرنے کی بجائے ان کی اطاعت اور پیروی کریں گے، جیسے، سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت اور لوگوں کا، کیونکہ وہ جھوٹا یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں ذہنی سکون، عزت اور عزت اسی طرز عمل میں مضمر ہے۔ باب 4 النساء، آیت 139

"جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان سے عزت چاہتے ہیں؟"

لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول ان کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کس کو ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے اور کس کو نہیں۔ اور صرف ان لوگوں کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے جو انہیں عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال

کرتے ہیں، جیسے کہ امیر اور مشہور، اس بات کا تعین کرنے کے لیے کہ سوشل میڈیا، فیشن اور باب 53 عن نجم، آیت 43 ثقافت کی اطاعت اور پیروی کرنے سے ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 139

“لیکن بے شک عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے۔“

اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون، عزت اور برتری عطا کرتا ہے جو اس کی سچی اطاعت کرتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

باب 4 النساء، آیت 139

"جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان سے عزت چاہتے ہیں؟"

اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ خاص طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں موجود غیر مسلموں کو مخاطب کرتا ہے۔ اس وقت، اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کرنے والے غیر مسلم کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کرنا خاص طور پر خطرناک تھا، کیونکہ یہ غیر مسلم اکثر مسلم کمیونٹی کے بارے میں انتہیلی جنس جمع کرتے تھے تاکہ وہ اسلام کی مخالفت کی حمایت کریں۔

عام طور پر، قرآن پاک واضح طور پر نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں سے دوستی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ باب 60 الممتحنہ، آیت 8

اللہ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے دین کی وجہ سے نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے، ان کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے سے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

زیر بحث مرکزی آیت مسلمانوں کو ایسے افراد کے ساتھ دوستی نہ کرنے کے لیے احتیاط کا کام دیتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت سے دور کر دیتے ہیں۔ اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق ملنے والی نعمتوں سے استفادہ کرنا ہے۔ یہ ہدایت مسلمانوں اور غیر مسلم صحابہ دونوں کے لیے موزوں ہے۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں درج ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوستوں کے راستے پر چلنے کا رجحان رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ افراد ان خصلتوں کو اپنا سکتے ہیں، خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی، جن کے ساتھ وہ منسلک ہوتے ہیں، اکثر اس کا احساس کیے بغیر۔ چنانچہ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کی صحبت حاصل کرے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

مزید برآں، تمام افراد کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو، ایک حقیقی مومن کی پہچان ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے باز رہتا ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث میں اس اصول کی تاکید کی گئی ہے۔

صحت مند سماجی تعاملات کو برقرار رکھنے اور گہری دوستی قائم کرنے کے درمیان فرق کو پہچاننا ضروری ہے۔ ایک گہری دوستی ہمیشہ ایک فرد پر اثر انداز ہوتی ہے، اکثر وہ اپنے دوست کے لیے پیار کی وجہ سے اپنے عقائد سے سمجھوتہ کرنے کا باعث بنتی ہے، جبکہ مثبت سماجی تعاملات اثر کی اس سطح تک نہیں پہنچ پاتے۔ چنانچہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق اور آداب کو اپنائیں، اور ان لوگوں کے لیے گہری دوستی رکھیں جو انہیں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب دیتے ہیں۔ صرف ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے یہ کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک غیر مسلم نادانستہ طور پر کسی مسلمان کو اللہ کی اطاعت سے بھٹکنے کی ترغیب دے سکتا ہے، چاہے ایسا کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں سے مختلف اقدار پر عمل پیرا ہیں، اور غیر مسلموں کے لیے قابل قبول رویہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کی طرف اگلی آیت میں ایک خاص مثال کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔

باب 4 النساء، آیت 140

اور تم پر کتاب میں یہ بات آچکی ہے کہ جب تم اللہ کی آیات سنتے ہو تو ان کی تکذیب کی جاتی ہے ” اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، لہذا ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ دوسری گفتگو میں نہ آجائیں۔

یہ تضحیک اللہ تعالیٰ کی واضح ہدایات کی نافرمانی کی صورت میں ہے جسے غیر مسلم نہیں سمجھتے اور اگر کوئی مسلمان ان کے ساتھ مضبوط دوستی کا رویہ اختیار کرے گا تو وہ لازماً اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی طرف اپنی ذہنیت اور رویہ اختیار کر لیں گے۔ اس صورت میں، وہ پھر ان میں سے ایک شمار ہوں گے، چاہے وہ دوسری صورت میں دعویٰ کریں، جیسا کہ ایک شخص ان لوگوں میں سے میں موجود ایک حدیث میں اس کی سنن ابوداؤد نمبر 4031 سمجھا جاتا ہے جن کی وہ نقل کرتے ہیں۔

تنبیہ کی گئی ہے - باب 4 النساء آیت 140

”...یقیناً، تب تم ان جیسے ہو جاؤ گے“

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہنے والے کی ذہنیت کو اپنانا ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجے کے طور پر وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے۔ یہ ان کے لیے تناؤ، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ مزید برآں، اگر وہ اپنے اس رویے پر قائم رہے تو وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ مزید برآں، جو مسلمان غیر مسلم کی ذہنیت کو اپناتا ہے، اس کا اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے جانے کا خطرہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کے مشابہ ہے جو پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے فرمانبرداری کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ ایک پودے کی طرح جو اہم غذائی اجزاء حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، جیسے کہ سورج کی روشنی، جو اس کی موت کا باعث بنتی ہے ایک فرد کا ایمان بھی زوال پذیر اور مر سکتا ہے اگر اطاعت کے اعمال کو برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ انتہائی نقصان کی نشاندہی کرتا ہے۔ مزید برآں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف ایک فرد کی واپسی اس حالت کی عکاسی کرے گی جس میں ان کا انتقال ہوا۔ صحیح مسلم نمبر 7232 میں درج ایک حدیث میں اس اصول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتے ہوئے مرتے ہیں، انہیں زندہ کر کے اس کے حضور اطاعت کی حالت میں پیش کیا جائے گا۔ اس کے برعکس جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور نافرمانی کی حالت میں اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ علمی تشریح کی ضرورت کے بغیر یہ بات واضح ہے کہ قیامت کے دن انسان کا کیا نتیجہ نکلے گا، اس سمجھ کی بنا پر۔ باب 4 النساء، آیت 140

”بے شک اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔“

مناقت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب کوئی دو چہروں والا رویہ اختیار کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 141:

جو تمہارا انتظار کرتے ہیں، پھر اگر تم اللہ کی طرف سے فتح پاتے ہو تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ”ساتھ نہیں تھے؟“ لیکن اگر کافروں کو کامیابی ہوئی تو وہ کہتے ہیں، ”کیا ہم نے تم پر برتری حاصل“ نہیں کی، لیکن ہم نے تمہیں مومنوں سے بچا لیا؟

کسی کو دو رخی رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ لوگوں کے مختلف گروہوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے رویے کو تبدیل کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا گھٹیا رویہ ہے جو دونوں جہانوں میں رسوائی کا باعث بنتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ عزوجل اس دو چہروں والے کو سب کے سامنے ظاہر کر دے گا اور اس کے نتیجے میں وہ لوگ جن کو انہوں نے اپنے رویے سے خوش سننے کرنے کی کوشش کی وہ انہیں ناپسند کریں گے۔ اور آخرت میں ان کا عذاب زیادہ سخت ہوگا۔ مثلاً ابو داؤد نمبر 4873 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص دو رخی رویہ اختیار کرے گا قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ باب 4 النساء، آیت 141:

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔“

اس لیے منافقت کی خصوصیات کو اپنانے سے بچنا چاہیے ورنہ دونوں جہانوں میں منافق ہی سمجھا جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 141:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز کوئی ”راستہ نہیں دے گا۔“

اس دنیا میں برتری حاصل کرنے کی شرط سچا عقیدہ اختیار کرنا ہے۔ اگر مسلمان اعلیٰ مقام پر نہیں ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی عقیدہ اختیار کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ حقیقی عقیدے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے جسمانی اعمال کے ساتھ اپنے عقیدے کے زبانی اعلان کی حمایت کرنا شامل ہے۔ اس میں اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے باب 3 سے رکھیں گے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں برتری اور ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔
:علی عمران، آیت 139

پس تم کمزور نہ ہو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

:اور باب 4 النساء آیت 141

”اور اللہ کبھی بھی کافروں کو مومنوں پر کوئی راستہ نہیں دے گا۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نفاق کی خصوصیات کو اپنانے سے خبردار کرتا ہے کیونکہ یہ صرف خود فریبی کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 142

ہے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن وہ انہیں دھوکہ دے رہا ہے۔“

اس خود فریبی میں خود کو مضبوطی سے ایک مسلمان شمار کرنا شامل ہے جبکہ حقیقت میں وہ ایک غیر مسلم ہیں اور اس لیے دونوں جہانوں میں ایک کے طور پر پرکھا جائے گا۔ یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اس دنیا میں افراد کو ان کی ظاہری شکل کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب یہ ان کے حقیقی باطن سے ہم آہنگ نہ ہو۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، تو معاشرہ اس دعوے کو قبول کرتا ہے جب تک کہ وہ کفر کے واضح عمل میں ملوث نہ ہو۔ تاہم بعد کی زندگی میں، اللہ تعالیٰ، لوگوں کو ان کی حقیقی باطنی حالت اور ان کے ظاہری اعمال کی بنیاد پر جانچے گا۔ نتیجتاً، منافقانہ رویے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ دنیا کی زندگی میں دوسروں کو دھوکہ دے سکتا ہے، لیکن آخرت میں، ایسے افراد آخرکار دھوکے کا شکار ہوں گے، جو اپنے حقیقی باطنی عقائد کی بنیاد پر فیصلے کا سامنا کریں گے، جن کی جڑ شاید کفر میں ہو۔ باب 2 البقرہ، آیات 8-9:

،اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں" لیکن وہ مومن نہیں ہیں، وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن وہ اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دیتے اور اس کا شعور نہیں رکھتے۔

:اور باب 57 الحديد، آیات 13-15

اسی دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرو تاکہ ہم تمہارے نور میں سے کچھ حاصل کر لیں، کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔ "اور ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا دروازہ رحمت ہو گا، لیکن اس کے باہر عذاب ہو گا، وہ [یعنی ہم ان منافقوں کو پکاریں گے]۔ آپ کے ساتھ نہیں؟ "وہ کہیں گے "ہاں، لیکن تم نے

اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا اور [ہمارے لئے] بدقسمتی کا انتظار کیا اور شک کیا، اور خواہش مندانہ سوچ نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ اور دھوکے باز [یعنی شیطان نے] تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دیا۔ پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تیری پناہ گاہ آگ ہے۔ یہ تمہارے لیے سب سے زیادہ لائق ہے اور بری منزل ہے۔

:اور باب 4 النساء آیت 142

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن وہ انہیں دھوکہ دے رہا ہے۔“

جو شخص اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کا ترجمہ نہیں کرتا اسے اپنے آپ کو یہ سوچنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ وہ حقیقی طور پر مسلمان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے روحانی دل میں اللہ تعالیٰ پر واقعی ایمان رکھتا ہے تو یہ کسی نہ کسی انداز میں اس کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس تصور کو صحیح بخاری نمبر 52 میں درج ایک حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، عقیدہ نہ رکھنے والا شخص اپنے عمل سے اسلامی اصولوں کو ظاہر نہیں کرے گا، خواہ اس کے مسلمان ہونے کے دعوے ہی کیوں نہ ہوں۔ ایسی ذہنیت سے اجتناب کیا جانا چاہیے کیونکہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ آخر کار قیامت کے دن خود کو غیر مسلم کے طور پر ظاہر اور ان کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس تصور کو ایک آیت سے مزید تقویت ملتی ہے جس میں اسلام پر محض عقیدہ کے بجائے عمل کے ذریعے زور دیا گیا ہے۔ اسلام کا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے ہوتا ہے، جب کہ ایمان روحانی قلب میں رہتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 85

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور طریقہ کو زندگی گزارنا چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

منافقت کی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی ان کاموں میں سستی کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے لیکن ان کاموں میں بہت جلد ہوتا ہے جس سے وہ خود یا دوسرے لوگوں کو خوش کرتا ہو۔ باب 4 النساء، آیت 142

”...اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں“

ایک مسلمان کو اس رویے سے بچنا چاہیے اور اس کے بجائے وہ ہمیشہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کے لیے کوشاں رہنا چاہیے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ مسلمان پوری رات دولت کے حصول میں آسانی سے گزار سکتے ہیں، پھر بھی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس وقت کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی رضاکارانہ عبادات جیسے قرآن پاک کی تلاوت کے لیے مختص کیا جائے تو وہ اکثر اسے بوجھ سمجھتے ہیں اور سستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ آدھی رات کو سفر یا تفریح کے لیے بے تابی سے نکلیں گے، لیکن جب صبح کی فرض نماز کے لیے مقامی مسجد میں آنے کی ترغیب دی جائے تو وہ پہاڑوں کی طرح بے حرکت ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیاوی علم حاصل کرنے میں لاتعداد گھنٹے لگا سکتے ہیں، جو اسلام میں جائز ہے، لیکن قرآن پاک کی ایک آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطالعہ کے لیے وقت اور توانائی تلاش کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ وہ ٹیلی ویژن ڈراموں اور فلموں میں مصروف گھنٹوں گزار سکتے ہیں، پھر بھی جب ایک مختصر مذہبی پروگرام دیکھنے کے لیے مدعو کیا جائے تو ان کی آنکھیں کھلی رہنے کے لیے بھاری ہو جاتی ہیں۔ یہ حیران کن ہے کہ مسلمان اللہ عزوجل کی مسلسل مدد اور حمایت کے خواہاں ہیں، جب کہ فرض نمازوں کے علاوہ اپنے دن کے ایک چھوٹے سے حصے کو اللہ کی خوشنودی کے لیے وقف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، جن کو ادا کرنے کے لیے اجتماعی طور پر ایک گھنٹے سے بھی کم وقت درکار ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ان کے عطیات براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں کہ وہ بدلے میں کیا حاصل کریں گے۔ اگر لوگ سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ایسے کاموں کو نظر انداز کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند کرتے ہیں تو انہیں اپنی ضرورت کے وقت اس سے اہم مدد کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ اگرچہ ایک مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جاتی ہے کہ وہ پورا دن اعمال صالحہ میں گزارے، لیکن ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے روزمرہ کے نظام الاوقات کا جائزہ لیں اور ایمانداری کے ساتھ اس بات کا جائزہ لیں کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی سرگرمیوں کے لیے کافی وقت مختص کر رہے ہیں۔ اگر کسی کو ضرورت سے زیادہ مال

و دولت کے حصول اور دنیاوی لذتوں میں مشغول ہونے کے لیے وقت مل جائے تو اسے چاہیے کہ وہ سستی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے لیے وقت کو ترجیح دیں۔

مضبوط ایمان کو اپنانے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے بے چین رہنے میں مدد ملے گی، کیونکہ وہ اس بات پر قائل ہوں گے کہ ذہنی سکون اسی میں ہے۔ ہر حال میں، خواہ آسانی ہو یا مصیبت، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو قائم رکھنے کے لیے مضبوط ایمان بہت ضروری ہے۔ اس گہرے عقیدے کی پرورش قرآن پاک میں موجود واضح نشانیوں اور شواہد کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہوتی ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات۔ یہ ذرائع ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون پیدا کرتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے افراد جب ان کی ذاتی خواہشات ان سے ٹکرا جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اپنی خواہشات پر ترجیح دینا دونوں جہانوں میں سکون کا باعث ہے۔ اس کے نتیجے میں، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سستی کا شکار ہو سکتے ہیں، جبکہ اپنی خواہشات اور دوسروں کی خواہشات کے پیچھے زیادہ مائل ہو سکتے ہیں، جو بالآخر انہیں اندرونی سکون سے الگ کر دیتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی علم کے حصول اور اس کے اطلاق کے ذریعے ایمان پر یقین حاصل کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی غیر متزلزل اطاعت کو یقینی بنایا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اسلامی رہنمائی کے مطابق انہیں دی گئی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں، بالآخر ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو فروغ دے کر اور ہر ایک اور ہر چیز کو اپنی زندگی میں صحیح طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کو فروغ دیں۔

:باب 4 النساء، آیت 142

”...اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں“

عام طور پر، فرض نمازوں کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کے فوائد کو سمجھ کر اس رویہ سے بچ فرض نمازوں کا قیام ان کی مکمل شرائط اور مناسب آداب کے ساتھ ادا کرنا ہے جس میں سکتے ہیں۔ بروقت پابندی بھی شامل ہے۔ ان نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت پر قرآن پاک میں کثرت سے زور دیا گیا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے سب سے اہم عملی مظاہرے کے طور پر کام کرتی ہے۔ مزید برآں، فرض نمازیں، جو پورے دن میں تقسیم کی جاتی ہیں، قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور اس کے لیے تیاری میں سہولت فراہم کرتی ہیں، فرض نماز کے ہر جزو کو یوم قیامت سے جوڑا جاتا ہے۔ نماز کے دوران کھڑے ہونے کا انداز اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ اس اہم دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طرح پیش ہوں گے۔ باب 83 المطففین، آیات 4-6

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی، کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات: آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

اس تنقید میں زندگی کے ہر پہلو میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنے میں ناکامی بھی شامل ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل لوگوں کے لیے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کی دعوت کی یاد دہانی کا کام کرتا ہے۔ تاہم، وہ لوگ جنہوں نے اپنے زمینی وجود کے دوران صحیح طریقے سے اس کے تابع نہیں ہوئے — اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے — وہ خود کو قیامت کے دن ایسا کرنے سے قاصر پائیں گے۔ باب 68 القلم، آیات 42-43:

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

نماز میں گھٹتے ٹیکنا اس کرنسی کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے قیامت کے دن اپنے حتمی انجام کے بارے میں اندیشوں سے بھرا ہوا ہوگا۔ باب 45 الجنۃ: آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو لوگ نماز پڑھتے وقت ان عناصر کا خیال رکھیں گے وہ اپنی نماز درست طریقے سے ادا کریں گے۔ نتیجتاً، یہ انہیں اپنی نمازوں کے درمیان کے وقفوں کے دوران اللہ تعالیٰ کے احکامات پر حقیقی طور پر عمل کرنے کی طرف لے جائے گا۔ باب 29 العنکبوت، آیت 45

”...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے“

یہ فرمانبرداری کسی فرد کو عطا کی گئی نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کرنا ہے جو اللہ کو پسند ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ عقیدہ اور کفر کے درمیان فرق فرض نمازوں کو ترک کرنے میں مضمر ہے۔ جو لوگ ان دعاؤں سے غفلت برتتے ہیں وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائے سے ہوشیار رہیں۔ جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے کی مانند ہے جس کو پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے اعمال کے ذریعے رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی جیسے ضروری عناصر سے محروم پودا مرجھا جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان کمزور اور بالآخر ختم ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے تقویت نہ ملے۔ یہ سب سے بڑے نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔

، اگر کوئی کمزور ایمان کو برقرار رکھتا ہے، یہاں تک کہ اچھے کاموں میں مشغول رہتے ہوئے بھی ان کے محرکات اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے ارادے سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ اس کے لیے اخلاص کی اہمیت کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 142

“... اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں ”

جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے علاوہ کسی اور کام کا ارتکاب کرتا ہے، اس کو اس دنیا یا آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا، خواہ وہ اچھے کام ہی کیوں نہ کرے۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اسلام کی باطنی بنیاد نیت میں پیوست ہے، جس طرح اس کی ظاہری بنیاد حلال چیزوں کو کمانے اور استعمال کرنے پر ہے۔ اگر بنیادی نیت ہی ناقص ہو تو اس سے پیدا ہونے والے اعمال بھی ناقص ہوں گے اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا، خواہ

ان کی ظاہری شکل ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والا اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرنے میں ناکام رہا جس سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 142

”اور اللہ کو یاد نہ کرنا مگر تھوڑے سے۔“

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا مقصد صرف اس کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے میں اپنی بات میں اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا شامل ہے جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں اس کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، نمبر 176 میں موجود حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا انسان کے اعمال کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں شامل ہے جو اس نے عطا فرمائی ہیں اور قرآن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیان کی گئی نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا ہے۔ اس پر ہو جو اللہ: باب 13 الرعد، آیت 28 تعالیٰ کو اس طرح یاد کرے گا اسے دونوں جہانوں میں سکون ملے گا۔

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

جبکہ نفاق کی خصوصیات کو اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو ضرور بھول جائے گا۔ نتیجے کے طور ایک غیر متوازن ذہنی اور پر، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ لہذا وہ جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب: توبہ آیت 82 9

”پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔“

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جو مسلمان اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لازماً ایمان اور کفر کے درمیان ڈگمگا جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 143

"ان کے درمیان ڈگمگانے والا، نہ مومنوں کا اور نہ کافروں کا۔"

:یہ رویہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روکے گا۔ باب 4 النساء، آیت 143

”اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو تم اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔“

مزید برآں، عقیدہ اور کفر کے درمیان ڈگمگانا انتہائی خطرناک ہے کیونکہ انسان کفر کی طرف جھکاؤ رکھتے ہوئے مر سکتا ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔ اس نتیجہ سے بچنے کا ایک اہم طریقہ پھر اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے زبانی: اعلان کو اعمال کے ساتھ کریں۔ باب 4 النساء، آیت 144

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔“

جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص لازماً اپنے ساتھیوں کی خصوصیات کو اپنائے گا، خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی، خواہ مضحکہ خیز ہوں یا ظاہر۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی کرنے والوں کے ساتھ مضبوط رشتہ استوار کرتا ہے، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے، لازماً ان کا رویہ اختیار کرے گا۔ نتیجتاً، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اس لیے ان کا رویہ دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی، پریشانی اور مشکلات کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 144

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ساتھی نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ "کو اپنے خلاف ایک کھلا معاملہ پیش کر دو؟

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تمام افراد کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے وہ کسی بھی عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ایک حقیقی مومن کی پہچان ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں اور ان کے سامان کو زبانی یا جسمانی نقصان پہنچانے سے باز رہتا ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں درج ایک حدیث میں اس اصول کی تاکید کی گئی ہے۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، صحت مند سماجی تعلقات کو فروغ دینے اور گہری دوستی کو فروغ دینے کے درمیان فرق کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ایک گہری دوستی کسی فرد پر گہرا اثر ڈال سکتی ہے، اکثر اسے اپنے دوست کے لیے محبت کی وجہ سے اپنی اقدار سے سمجھوتہ کرنے کا باعث بنتی ہے، جب کہ مثبت سماجی تعاملات اسی حد تک اثر انداز نہیں ہوتے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ مثالی کردار اور اخلاق کا مظاہرہ کریں اور ان لوگوں کے لیے قریبی دوستی رکھیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر حقیقی طور پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔ صرف دوسرا مسلمان ہی، صحیح معنوں میں اپنے ساتھی مسلمان کے لیے یہ معاون کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس ایک غیر مسلم غیر ارادی طور پر کسی مسلمان کو اللہ کی اطاعت سے دور کر سکتا ہے، خواہ بد نیتی کے بغیر۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ غیر مسلم ایک مختلف اخلاقی فریم ورک کے تحت کام کرتے ہیں اور ان کے لیے قابل قبول رویے اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہو سکتے۔

لیکن جو لوگ صحت مند سماجی میل جول کے درمیان فرق کرنے میں ناکام رہتے ہیں، جس کے تحت وہ دوسرے تمام لوگوں کا احترام کرتے ہیں، اور ان لوگوں کے ساتھ گہری دوستی قائم کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں، لازماً وہی ذہنیت اپنائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں گے، ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ جتنا زیادہ منافقت کی خصوصیات کو اپناتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، آخرت میں ان کے ساتھ شامل ہونے کا اتنا ہی بڑا خطرہ ہے، جیسا کہ ان لوگوں سے سمجھا جاتا ہے جن کی وہ نقل کرتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 4 النساء آیت 145

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار ”
 ”نہ پاؤ گے۔“

منافقین کے لیے جہنم کی سب سے نچلی گہرائیوں کو مختص کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو گمراہ کرنے میں ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ کارآمد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلم کھلا کفر کرتے ہیں۔ جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ حقیقت میں وہ منافق ہے وہ زیادہ

آسانی سے دوسرے لوگوں خصوصاً مسلمانوں پر منفی اثر ڈالے گا۔ دوسرے مسلمان یہ سمجھیں گے کہ وہ ان جیسے مسلمان ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ان سے دوستی کریں گے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مسلمان اپنے منافق ساتھیوں کی خصوصیات کو اپنا لیں گے۔ جبکہ ایک مسلمان ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ گہری دوستی کرنے میں محتاط رہے گا کیونکہ وہ ان کی ایسی خصوصیات کو اپنانا نہیں چاہتے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتی ہیں۔ نتیجتاً، کھلے عام کافر مسلمانوں پر منافق سے بھی کم منفی اثر ڈالے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تمام لوگوں کو خلوص توبہ کے ذریعے اس نتیجہ سے بچنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کر سکیں۔ باب 4 النساء، آیت 146

"...سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں، اپنی اصلاح کر لیں"

سچی توبہ کے لیے احساسِ جرم، اللہ تعالیٰ سے معافی کی جستجو، نیز ان لوگوں سے جن کو نقصان پہنچا ہے، کی ضرورت ہوتی ہے، بشرطیکہ اس سے اضافی پیچیدگیاں پیدا نہ ہوں۔ ایک فرد کو چاہیے کہ وہ ایک ہی یا اس سے ملتی جلتی غلطیوں کو دہرانے سے باز رہنے کا عزم کرے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے بارے میں جو حقوق پامال ہوئے ہوں ان کی اصلاح کرے۔ اس کے علاوہ، انہیں برے ساتھیوں کو اپنانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ صرف ان پر منفی اثر ڈالے گا۔ مزید برآں، وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کریں، تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ثواب حاصل کریں اور کسی اور وجہ سے عمل کرنے سے گریز کریں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کوئی اجر نہیں ملے گا۔ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ آخر میں انہیں چاہیے کہ وہ منافقت کی خصوصیات جیسے لالچ، دوغلے پن اور بے حیائی سے بچنے کی کوشش کریں اور اس کے بجائے سخاوت، دیانت اور اخلاص جیسی اچھی صفات کو اپنائیں۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات میں زیر بحث اچھی خصوصیات کو سیکھتا اور ان پر عمل کرتا ہے اور اس میں مذکور بری خصوصیات سے بچتا ہے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہے گا۔ باب 4 النساء، آیت 146

سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کرتے ہیں، اپنی اصلاح کرتے ہیں، اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں" اور اللہ کے لیے اپنے دین میں خلوص رکھتے ہیں، کیونکہ یہی لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے۔

یہ طرز عمل اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی ضمانت دے گا کہ افراد ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کو حاصل کریں گے اور انہیں ان کی زندگی کے اندر لوگوں اور چیزوں کو مناسب طور پر ترجیح دینے کا سبب بنیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مؤثر طریقے سے تیاری کریں گے۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 4 النساء، آیت 146:

”اور اللہ مومنوں کو بہت بڑا اجر دینے والا ہے۔“

:اور باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جبکہ نفاق کی خصوصیات پر قائم رہنے والا لازماً ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی گئی ہیں۔ زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب

تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں
:خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔ باب 9 توبہ آیت 82، گی

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لہذا، انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ اطاعت کرے، ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے جو اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں، اپنی خاطر، کیونکہ اس کی اطاعت یا نافرمانی ان کے دونوں جہانوں میں عذاب کا براہ راست سبب ہے۔ باب 4 النساء، آیت 147

”اللہ تمہارے عذاب کا کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ؟“

قرآن پاک میں شکر کو جس طرح ایمان سے جوڑا گیا ہے اسی طرح ناشکری کو کفر سے جوڑا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 152

”اور میرا شکر ادا کرو اور میرا انکار نہ کرو۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے ایمان کی طرف پہلا قدم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ ہر وہ نعمت جس میں ان کا وجود بھی شامل ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے پیدا کیا اور عطا کیا ہے۔ وہ مسلسل اور بے شمار نعمتیں عطا کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے چھوٹے اور نامکمل اچھے کاموں کا بہت زیادہ بدلہ دیتا ہے، جسے وہ کرنے کی صلاحیت، موقع، علم اور الہام فراہم کرتا ہے۔ بالآخر، وہ ابدی جنت اور اس کی ابدی نعمتوں کو اپنی اطاعت کے چند سالوں کے لیے عطا کرتا ہے، جو انسان کو دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جاتا ہے۔ نیت میں شکر ادا کرنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ تقریر میں شکر گزاری مثبت الفاظ کے اظہار یا خاموش رہنے پر مشتمل ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکرگزاری کا مطلب ہے کہ جو نعمتیں کسی کو ملی ہیں ان کو ان آداب میں استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ، باب 14 ابراہیم کا شکر ادا کرنے والے کو دونوں جہانوں میں زیادہ نعمتیں اور رحمتیں عطا ہوں گی۔

آیت 7

”... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا“

ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل اس کے علاوہ، شکر گزاری اس بات کو یقینی بنائے گی کہ کی جائے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھا جائے۔ لہذا یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنے گا۔ باب 4 النساء، آیت 147

اور اللہ ہمیشہ قدر کرنے والا ہے۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی نیت، قول اور فعل سے پوری طرح واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ کون اس کا شکر ادا کرتا ہے اور کون نہیں۔ باب 4 النساء، آیت 147

“اور اللہ ہمیشہ قدر کرنے والا اور جاننے والا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 147

“اللہ تمہارے عذاب کا کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ؟“

کسی کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں ہونا چاہئے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سزا دینا نہیں چاہتا، اس لیے اسے چاہیے کہ ان کے اعمال سے قطع نظر انہیں معاف کر دے۔ ایسا کرنے سے اس باب 67 الملک، آیت 2 دنیا میں رہنے کا امتحان بے معنی ہو جائے گا۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“

اگر اللہ تعالیٰ سب کو معاف کرنے والا ہوتا تو زمین پر زندگی پیدا کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ مزید برآں، ہر کسی کو معاف کرنا، خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں، براہ راست اس کے عدل و انصاف کے احساس کو چیلنج کرے گا، کیونکہ وہ برے اور نیکی کرنے والے کے ساتھ یکساں سلوک کرے گا۔ یہ ایک دنیوی منصف کے لیے ناقابل قبول صفت ہے، پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے منسوب: باب 45 الجثیہ، آیت 21 کیا جا سکتا ہے؟

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ایک پہلو اچھا بولنا یا خاموش رہنا ہے۔ اس پہلو کو پھر اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 148

اللہ تعالیٰ کو برائی کا سرعام ذکر پسند نہیں۔"

تقریر کو تین الگ الگ زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم نقصان دہ تقریر ہے جس سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ دوسری قسم فائدہ مند تقریر ہے، جس کا اظہار مناسب وقت پر ہونا چاہیے۔ تیسری قسم فضول گفتگو ہے۔ اگرچہ اس قسم کی تقریر نہ تو گناہ والی ہے اور نہ ہی نیکی، لیکن یہ نقصان دہ تقریر کا باعث بن سکتی ہے، جس سے اس سے بچنے کا مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔ مزید برآں، فضول گفتگو کا نتیجہ قیامت کے دن پشیمانی کا باعث بنے گا، جب لوگ اس طرح کی گفتگو اور کاموں میں ضائع ہونے والے وقت اور مواقع پر غور کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، ایک مسلمان کو یا تو مثبت

بات کرنے یا خاموش رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس ہدایت کی تائید صحیح مسلم نمبر 176 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن کسی دوسرے شخص کے برے کاموں کا ذکر کسی حقیقی وجہ سے کرنا، جیسے کہ قانونی عدالت میں مقدمہ کے دوران یا کسی دوسرے کو خطرے سے خبردار کرنا: قابل قبول ہے۔ باب 4 النساء، آیت 148

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں ہے کہ برائی کا سرعام ذکر کیا جائے سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ” ہو۔“

ان شاذ و نادر صورتوں کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ اچھی بات کریں یا خاموش رہیں، کیونکہ یہ صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہے جس اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2314 میں سے انسان کو قیامت کے دن جہنم میں جھونک دیا جائے۔ موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ باب 4 النساء آیت 148

”اور اللہ ہمیشہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

جب کسی کو برے رویے کا سامنا ہوتا ہے، حالانکہ انہیں اپنے دفاع کا حق حاصل ہے، جیسے کہ حکام کو شامل کرنا، اللہ تعالیٰ ان معاملات میں بھی اچھے سلوک کو برقرار رکھنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 148

”... اگر [اس کے بجائے] آپ [کچھ] اچھا دکھاتے ہیں“

برائی کا برائی سے جواب دینا کوئی خاص بات نہیں اور نہ ہی اچھائی کا جواب اچھائی سے دینا ہے۔
برائی کا جواب اچھائی سے دینے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے
اجر کا باعث بنے گا اور برائی کرنے والے کے کردار کو مثبت انداز میں بدلنے کا زیادہ امکان ہے۔
باب 41 فصیلات، آیت 34:

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی، برائی کو اس سے دور کرو جو بہتر ہو، پھر جس کے اور تمہارے"
"درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ ایک مخلص دوست ہو۔

اگر کسی شخص کے خلاف کیا گیا غلط واقعہ ایک الگ تھلگ واقعہ ہے جس کا ان کے یا دوسروں کے
مستقبل پر کوئی اثر نہیں ہے، تو وہ اپنی غلطی کو چھپائے اور دوسروں کے سامنے اس کا ذکر کرنے
سے گریز کرے۔ باب 4 النساء، آیت 149:

"... اگر [اس کے بجائے] آپ [کچھ] اچھائی ظاہر کرتے ہیں یا اسے چھپاتے ہیں"

دوسروں کے عیب چھپانے والے کے عیبوں کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں چھپائے گا۔ غور کرنے
سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ کثرت سے دوسروں کی خامیوں کو اجاگر کرتے ہیں
اکثر وہی ہوتے ہیں جن کی اپنی خامیاں اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دی ہیں۔ اس کے برعکس، جو لوگ
دوسروں کے عیبوں کو چھپانے کا انتخاب کرتے ہیں، وہ معاشرہ اپنے آپ میں کوئی نمایاں کوتاہیاں
نہیں رکھتے۔

اس رہنمائی کے حوالے سے افراد کی دو قسمیں ہیں۔ پہلا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کی بد اعمالیاں نجی رہیں۔ یہ لوگ کھلم کھلا گناہ کے رویے میں ملوث نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ دوسروں کے سامنے اپنی خطاؤں کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر ایسے شخص سے خطا ہو جائے اور اس کا گناہ معلوم ہو جائے، تو اسے پوشیدہ رکھنا چاہیے، بشرطیکہ ایسا کرنے سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔ باب 24 النور: آیت 19:

”بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیل جائے ان کے لیے دنیا اور“ آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درحقیقت مسلمانوں کو ان لوگوں کی غلطیوں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے دل سے کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4375 میں درج ایک حدیث میں بیان ہوا ہے۔

افراد کی دوسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو کھلم کھلا گناہ کے رویے میں ملوث ہیں اور دریافت ہونے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ درحقیقت، وہ اکثر اپنی خطاؤں پر فخر کرتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ ان کا اشتراک کرتے ہیں۔ چونکہ وہ دوسروں کو غلط کاموں کی طرف لے جا سکتے ہیں، اس لیے دوسروں کو خیردار کرنے کے لیے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا مذکورہ بالا حدیث کے منافی نہیں ہے۔ مزید برآں، اللہ عزوجل اس شخص کے عیوب کو ظاہر نہیں کرے گا جو اس بدکار کی کوتاہیوں کو معقول وجوہات کی بنا پر اجاگر کرے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، نمبر 2546 کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث پر غور کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بے نقاب ہونے کی رسوائی ناقابل تصور ہے۔ اس لیے کسی کو یہ سوچ کر اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دینا چاہیے

کہ اس دنیا میں بے نقاب ہونا قابل برداشت ہے، کیونکہ یہ انہیں قیامت کے دن اس نمائش کے لیے تیار نہیں کرے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اس شخص کو ترغیب دیتا ہے جس پر ظلم ہوا ہو حتیٰ کہ اس کی خاطر ظالم کو معاف کر دے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا حالانکہ وہ دونوں جہانوں میں سزا دینے کا اختیار: باب 24 النور، آیت 22 اور اختیار رکھتا ہے۔

”اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا آپ پسند نہیں کریں گے کہ اللہ آپ کو معاف کر دے؟“

:اور باب 4 النساء آیت 149

اگر تم [اس کے بدلے] کوئی بھلائی ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ یا کسی گناہ کو معاف کر دو تو یقیناً اللہ "معاف کرنے والا اور قادر ہے۔"

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ انسان معصوم مخلوق نہیں ہیں، وہ غلطی کرنے کا شکار ہیں بالکل اسی طرح جیسے وہ خود بھی غلط ہیں۔ جس طرح لوگ اپنی غلطیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے اور دوسروں سے معافی کی امید رکھتے ہیں، اسی طرح انہیں دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرنی چاہیے۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ کسی کو معاف کرنا ان حالات میں خاص طور پر مشکل ہو سکتا ہے جہاں نقصان جاری ہو، جیسے کہ ٹریفک حادثے کی وجہ سے معذور ہونے کی صورت میں۔ تاہم، اگر کوئی ایسے حالات میں بھی معاف کرنے کی کوشش کر سکتا ہے، تو اس کے لیے اجر بہت زیادہ ہو گا۔ ایسی صورتوں میں جہاں غلط کام جاری نہیں ہے، افراد کو دوسروں کو معاف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور رنجشوں کو پناہ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ ایسے بغض

رکھنے والوں کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کا اسی طرح جائزہ لے گا جس طرح انہوں نے اس زندگی میں دوسروں کے عیبوں کی جانچ پڑتال کی اور ان کو برقرار رکھا۔ قیامت کے دن جن لوگوں کے اعمال کا اس طرح جائزہ لیا جائے گا ان کو سزا کا سامنا کرنا پڑے گا جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 103 میں درج ایک حدیث میں ہے۔

مزید برآں، یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ دوسروں کو معاف کرنے میں خود کو مزید نقصان سے بچانے کے لیے اقدامات کرنا بھی شامل ہے، اس بات کو یقینی بنانا کہ ماضی کی شکایتیں دوبارہ نہ ہوں۔ صبر اور معافی ایک غیر فعال موقف کے مترادف نہیں ہے جو حفاظتی اقدامات کیے بغیر دوسروں کو نقصان پہنچانے کی اجازت دیتا ہے۔ ایسا غیر فعال طریقہ اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، اپنے شوہر کی طرف سے جسمانی استحصال کا سامنا کرنے والی عورت کو اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہئیں، جس میں قانون نافذ کرنے والے اداروں سے رابطہ کرنا اور شادی کو چھوڑنا شامل ہو سکتا ہے۔ ایک بار جب وہ اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کو یقینی بنا لیتی ہے، تو وہ قانونی ذرائع سے انصاف کی پیروی کر سکتی ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے انصاف حاصل کر سکتی ہے۔ اگر وہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی گزشتہ خطاؤں کو معاف کرنے کا ارادہ پا لے تو یہ اس کی اپنی بخشش کا باعث بنے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ، وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ،
وَيَقُولُوا نَحْنُ نَكْفُرُ بِبَعْضِ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا

۱۵۰

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۱۵۱﴾

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ، وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجُورُهُمْ

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۵۲﴾

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ

فَقَالُوا ارْنَا اللَّهُ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا

جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَءَاتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿۱۵۳﴾

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِثْقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ

وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۱۵۴﴾

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكَفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۱۵۵﴾

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَنًا عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ
وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾
فَإِظْلَمِ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا

﴿١٦٠﴾

وَأَخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا
أَلِيمًا ﴿١٦١﴾

لَكِنَّ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ
الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولَئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٦٢﴾

﴿١﴾ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُوشَعَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ
وَأَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ

تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾

رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

لَٰكِنَ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾

إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾

يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمَنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ

لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

درحقیقت وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض پر کفر کرتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

یہ لوگ واقعی کافر ہیں۔ اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے ان کو وہ ان کا اجر دینے والا ہے۔ اور اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اہل کتاب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب نازل کریں۔ لیکن انہوں نے موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ ہمیں اللہ کو سیدھا دکھاؤ تو ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر کڑک آ گئی۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکی تھیں اور ہم نے اسے معاف کر دیا۔ اور ہم نے موسیٰ کو کھلی دلیل دی۔

اور ہم نے ان کے اوپر کوہ طور پر ان کے عہد سے انکار کیا۔ اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازے میں جھک کر داخل ہو جاؤ۔ اور ہم نے ان سے کہا کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو۔ اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

اور ان کے عہد شکنی اور اللہ کی نشانیوں پر ان کے کفر اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے پر کہ "ہمارے دل لپیٹے ہوئے ہیں" [استقبال کے خلاف مہر لگا دی گئی ہے]۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی ہے، سو یہ چند لوگوں کے سوا ایمان نہیں لاتے۔

اور ان کے کفر اور مریم پر بہت بڑا بہتان لگانے کے سبب۔

اور ان کے اس قول کے لیے کہ بے شک ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ اور انہوں نے اُسے قتل نہیں کیا اور نہ ہی اُسے سولی پر چڑھایا۔ لیکن [دوسرے] کو اُن سے مشابہ بنایا گیا۔ اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کا کوئی علم نہیں سوائے گمان کی پیروی کے۔ اور انہوں نے یقینی طور پر اسے قتل نہیں کیا۔

بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔ اور اللہ ہمیشہ سے غالب اور حکمت والا ہے۔

اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ اور وہ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہ ہو گا۔

یہودیوں کی طرف سے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر کچھ اچھی چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال تھیں اور بہت سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے۔

اور ان کا سود لینا جبکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور لوگوں کا مال ناحق کھا جانا۔ اور ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لیکن جو لوگ ان میں سے علم میں پختہ ہیں اور اہل ایمان اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا ہے، اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے۔ اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے، ہم ان کو اجر عظیم دیں گے۔

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے جیسا کہ ہم نے نوح اور ان کے بعد کے انبیاء پر وحی کی تھی۔ اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور داؤد کو ہم نے [زبور کی] کتاب دی۔

اور ایسے رسول بھیجے جن کے بارے میں ہم نے آپ کو پہلے بیان کیا اور ایسے رسول بھی جن کے بارے میں ہم نے آپ کو بیان نہیں کیا۔ اور اللہ نے موسیٰ سے براہ راست گفتگو کی۔

ڈرانے والے بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ پر کوئی حجت نہ رہے۔ اور اللہ ہمیشہ سے غالب اور حکمت والا ہے۔

لیکن اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے جو اس نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔ اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور اللہ ہی گواہ کافی ہے۔

بے شک جنہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) (اللہ کی راہ سے روکا وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں چلے گئے ہیں۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ انہیں کوئی راستہ دکھائے گا۔

سوائے جہنم کے راستے کے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ، اللہ کے لیے، [ہمیشہ] آسان ہے۔

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے، سو ایمان لاؤ۔ یہ آپ کے لیے بہتر ہے۔ لیکن اگر تم کفر کرو گے تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔
"اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی الہی نے ہمیشہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات کو چیلنج کیا ہے اور ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے غلط استعمال سے روکا ہے، اہل کتاب میں سے علماء نے جان بوجھ کر بعض آسمانی تعلیمات اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر اور دوسروں کو کفر کرنے کے ذریعے اپنی خواہشات کو بچانے کی کوشش کی۔ باب 4 النساء، آیت 150

درحقیقت وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ درمیان میں کوئی راستہ اختیار کریں۔

لیکن انہوں نے اپنے آپ کو یہ سمجھ کر بے وقوف بنایا کہ وہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں حالانکہ ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننا ان سب کا کفر کرنے کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ جیسا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نمائندہ ہے۔ باب 4 النساء، آیت 151

“...وہی کافر ہیں، واقعی”

اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام ہو کر اہل کتاب نے یہ گمان کیا کہ وہ بعض آسمانی تعلیمات اور انبیاء علیہم السلام کو نہ ماننے کے بعد بھی مومن ہیں اور اس کے نتیجے میں یہ گمان کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں گزاریں گے، خواہ آخرت میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کیوں نہ آئے۔ باب 2 البقرہ، آیت 80

اور وہ کہتے ہیں کہ آگ ہمیں کبھی نہیں چھوئے گی سوائے چند دنوں کے، کہو، کیا تم نے اللہ سے "کوئی عہد لیا ہے؟ کیونکہ اللہ اپنے عہد کو کبھی نہیں توڑے گا۔ یا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟"

لیکن جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اس کی بعض آیات اور انبیاء علیہم السلام پر کفر کیا، ان پر دنیا اور قیامت کے دن کافر قرار دیا جائے گا۔ اس دنیا میں ان کا کفر انہیں ان نعمتوں کا غلط اس کے نتیجے میں وہ ایک غیر متوازن ذہنی استعمال کرنے کی ترغیب دے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اور جسمانی حالت حاصل کر لیں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس سے دونوں خواہ وہ کچھ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز، جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی ہوں۔ اور آخرت میں ان کے لیے جو عذاب ہے وہ اس سے بھی بدتر ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 151

”اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت میں اس کی اطاعت کے عمل سے گریز کریں۔ اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اسلامی تعلیمات میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی ضمانت دے گا کہ افراد ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، جس سے وہ اپنے اندر موجود ہر چیز کو مناسب طریقے سے ترجیح دے سکتے ہیں جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مؤثر طریقے سے تیاری کرتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔ باب 4 النساء، آیت 152

لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے، ان کو وہ ان کا اجر دے گا۔

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے کاملیت کا مطالبہ نہیں کرتا، اس لیے جو اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو سچے دل سے توبہ کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو غالب، بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 152

”اور اللہ ہمیشہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

سچی توبہ کے لیے پچھتاوے کے احساس کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور ان لوگوں سے جن پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ یہ مزید پیچیدگیوں کا باعث نہ بنے۔ یہ ضروری ہے کہ خلوص دل سے عہد کیا جائے کہ وہ دوبارہ وہی یا اس سے ملتے جلتے جرائم کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور دوسروں کے سلسلے میں جو حقوق پامال ہوئے ہیں ان کو بحال کرنے کا۔ مزید برآں، اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مسلسل اطاعت کرنی چاہیے۔

جب کہ اگر کوئی اپنے ایمان کے زبانی اعلان کو عمل سے ثابت کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اپنے ایمان کو کھونے کے بڑے خطرے میں پڑ جائے گا، جیسا کہ اہل کتاب نے کیا تھا۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جو مناسب سورج کی روشنی حاصل نہیں کرتا ہے فنا ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور فنا ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے عمل سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس سے وہ آخرت میں اہل کتاب میں شامل ہو جائیں گے۔

لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے، ان کو وہ ان کا اجر دے گا۔

عام طور پر، اللہ تعالیٰ پر ایک مخلصانہ یقین کا تقاضا ہے کہ کسی کے زبانی ایمان کے اعلان کی تائید اسی طرح کے اعمال سے ہو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنے رب کے طور پر پہچانتا ہے وہ فطری طور پر اس کے بندے کے طور پر ان کے کردار کو قبول کرے گا۔ ایک سچا بندہ ذاتی تسکین کے پیچھے نہیں رہتا اور نہ ہی دوسروں سے اس کی خوشنودی کی توقع رکھتا ہے۔ بلکہ، وہ سماجی توقعات، ذاتی خواہشات، سوشل میڈیا کے رجحانات، اور ثقافتی اثرات سمیت، سب سے بڑھ کر اپنے مالک کی رضا اور فرمانبرداری کو ترجیح دیتے ہیں۔ بندے کا بنیادی مقصد اپنے مالک کی رضا حاصل کرنا ہے۔ مزید برآں، ایک بندہ یہ سمجھتا ہے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے، بشمول ان کی زندگی، ان کے خالق اور مالک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے۔ نتیجتاً، وہ ان تمام چیزوں کو استعمال کرنے کے لیے بے تاب ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک سچے بندے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق اور تمام موجودات کا رب ہے، اس لیے وہ اس کی نافرمانی کرتے ہوئے حقیقی ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں بشمول افراد کی روحانی بھلائی کا انتظام کرتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی حاصل کردہ نعمتوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق استعمال کرتے ہوئے پوری تندی سے اس کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہی : النحل، آیت 97 16 دنیا اور آخرت دونوں میں سکون حاصل کرنے کا راستہ ہے۔ باب

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

ایک فرد جس حد تک اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر اس کے یقین کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر سچا مومن، قیامت کے دن اپنے اعمال کی جوابدہی کا قائل ہے۔ یہ یقین انہیں عملی تیاریوں کے ذریعے اپنے ایمان کو مجسم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کرنا ہوتا ہے جو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو اور اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ باب 2 البقرہ، آیت 177:

"...لیکن [حقیقی] نیکی [اس میں] ہے جو اللہ پر، یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے"

چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے لیکن اس کے احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے اور قیامت کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے اسے اپنے ایمان کا تنقیدی جائزہ لینا چاہیے۔ ان کے اعمال صالحہ کی عدم موجودگی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ان کے یقین میں کمی کی دلیل ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کے اطلاق کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں کائنات میں موجود نشانیوں کو پہچان کر اللہ، برگزیدہ اور یوم آخرت پر یقین کو گہرا اور تقویت بخشی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، کائنات کے متعدد ہم آہنگ نظاموں کا جائزہ لینے پر—جیسے سورج کا زمین سے درست فاصلہ، آبی چکر، اور سمندروں کی کثافت جو سمندری نیویگیشن اور سمندری زندگی دونوں کو سہارا دیتے ہیں۔ اس طرح کے پیچیدہ متوازن نظاموں کے وجود کو محض موقع سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں، متعدد دیوتاؤں کا تصور لامحالہ خرابی کا باعث بنے گا، کیونکہ ہر دیوتا کائنات کے اندر متضاد خواہشات کی پیروی کرے گا۔ واضح طور پر ایسا نہیں ہے، اس طرح ایک واحد خدا، اللہ، بلندی کے وجود کی تصدیق کرتا: باب 21 الانبیاء، آیت 22 ہے۔

“اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔”

مزید برآں، اللہ تعالیٰ، ویران زمین کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے اور ایک بے جان بیج کو اگنے کے قابل بناتا ہے، اس طرح تخلیق کو برقرار رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، جس کو زمین میں دفن ایک غیر فعال بیج سے تشبیہ دی گئی ہے، جس طرح بیج بالآخر زندہ ہو جاتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کی واضح مثال کے طور پر کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، سردیوں میں، درخت اپنے پتے جھاڑ دیتے ہیں، جو انہیں بظاہر بے جان بنا دیتے ہیں۔ تاہم، بعد کے موسموں میں، نئے پتے نمودار ہوتے ہیں، جو درخت کی زندگی کو بحال کرتے ہیں۔ مزید برآں، تمام جانداروں میں نیند کے جاگنے کا چکر قیامت کی مثال دیتا ہے۔ نیند کو موت کی ایک شکل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر غیر فعال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر اس فرد کی روح کو بیدار کرتا ہے جس کا مقصد زندہ رہنا ہے، اس طرح سوئے ہوئے شخص کو ایک بار پھر زندہ کر دیتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحوں ان کی "نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحوں قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیوں ہیں۔"

کائنات کے اندر بھی بے شمار نشانیاں ہیں جو قیامت کے آنے کی نشاندہی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، جب کوئی شخص آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں بالکل متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرے گا تو اسے ایک بڑی چیز نظر آئے گی جو متوازن نہیں ہے، یعنی لوگوں کے اعمال۔ نیکی کرنے والے کو اس کا پورا پورا بدلہ دنیا میں نہیں ملتا اور برے کام کرنے والے کو ان کی پوری سزا نہیں ملتی، خواہ انہیں حکومت کی طرف سے سزا دی جائے۔ یہ سمجھنا منطقی ہے کہ واحد خالق، اللہ، برگزیدہ، جس نے اس کائنات کے اندر تمام دوسرے نظاموں کو متوازن کیا، ایک دن لوگوں کے اعمال میں بھی توازن پیدا کرے گا، جو اس دنیا کی سب سے بڑی غیر متوازن چیز ہے۔ اعمال کے اس توازن کے لیے لوگوں کے اعمال کو پہلے ختم ہونا چاہیے۔ یہ قیامت کا دن ہے جب لوگوں کے اعمال کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ اور توازن رکھا جائے گا۔

ان اور بہت سی مثالوں پر غور کرنے سے انسانوں کے جی اٹھنے کے امکان اور قیامت کے دن اس کی ضرورت کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔

باب 4 النساء، آیت 152

لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے، ان کو وہ ان کا اجر دے گا۔

عام طور پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان ان کے طرز زندگی، طرز عمل اور تعلیمات کی فعال تقلید کی ضرورت ہے جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی طرز عمل دوسرے انبیاء علیہم السلام کی صفات کو سمیٹتا، بڑھاتا اور کامل کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیمات، زندگی اور قابل ستائش کردار کو مستعدی کے ساتھ مطالعہ اور مجسم کر کے اس پر ایمان کے زبانی اثبات کو تقویت دینا ضروری ہے۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور”
”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

:اور باب 59 الحشر، آیت 7

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

لہذا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرتے ہوئے، آپ کی تعلیمات اور کردار کو مجسم کرنے سے غافل ہونا ایسے زبانی دعووں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ جس طرح بہت سے لوگ قیامت کے دن اس کی شفاعت کے خواہش مند ہیں، انہیں اس امکان سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے کہ اگر وہ اس کی روایات اور قرآن کریم کے پیغام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں تو اس دن وہ ان کے خلاف گواہی دے سکتا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

”اور رسول نے کہا ہے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔“

اگر کوئی فرد قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دینے کے بجائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کی روایات

کو سیکھیں اور ان پر عمل کریں۔ یہ عمل انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کے قابل بنائے گا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور آخرکار اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔

مزید یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محض محبت اور احترام کا اظہار، آپ کے کردار اور اصولوں کو مجسم کیے بغیر اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پچھلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے اپنی محبت کا اظہار کیا، لیکن ان کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آخرت میں ان کے ساتھ اتحاد نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ جو کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اتحاد کی خواہش رکھتا ہے اسے آخرت میں آپ کی تعلیمات اور سیرت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

مکہ کے غیر مسلموں اور اہل کتاب کے علماء نے جن طریقوں سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے منع کرنے کی کوشش کی ان میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص معجزات کا مطالبہ کیا جائے۔ باب 4 النساء، آیت 153

"اہل کتاب آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتارو۔"

اللہ عزوجل کی روایت ہر زمانے میں کبھی نہیں بدلی۔ جب بھی کسی قوم نے معجزہ کی درخواست کی اور اسے عطا کیا گیا لیکن پھر بھی کفر پر قائم رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تباہ کر دیا۔ مثال کے طور پر، مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے، مکہ کے غیر مسلم رہنماؤں نے ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رابطہ کیا، کوہ صفا کو سونے میں تبدیل کرنے اور اردگرد کے پہاڑوں کو ہٹانے کی درخواست کی تاکہ وہ اپنی زرعی کوششوں میں آسانی پیدا کر سکیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بتایا کہ اس کے پاس یہ اختیار ہے کہ یا تو انہیں مہلت دے اور ان کے ناجائز مطالبات کو نظر انداز کر دے یا اگر وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری کر دے گا۔ تاہم، اگر وہ بعد میں اسلام کو رد کر دیتے ہیں، تو انہیں مکمل تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ پچھلی قوموں کی قسمت

ہے جنہوں نے ان معجزات سے انکار کیا جس کی وہ تلاش کر رہے تھے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ ممکنہ طور پر اپنے کفر پر قائم رہیں گے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مہلت دینے اور ان کی نادانی کی درخواستوں کو رد کرنے کا انتخاب کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الاسرا کی آیت نمبر 59 نازل فرمائی:

اور ہمیں نشانیاں بھیجنے سے کسی چیز نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ پہلی قوموں نے ان کو ”جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی تھی جو ظاہری نشانی کے طور پر دی تھی لیکن انہوں نے اس“ پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں صرف تنبیہ کے لیے نہیں بھیجتے۔

اس پر امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ، اصاب النزل ، 17:59، صفحہ 104 میں بحث کی گئی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو ایسی احمقانہ درخواستوں کے مطالبے پر تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کا رویہ اپنے اسلاف بنی اسرائیل کے گمراہ رویہ سے جوڑ دیا، جنہوں نے بڑی دلیری اور تکبر کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزات کی درخواست کی، حالانکہ وہ اس کے لاتعداد معجزات کا مشاہدہ کر چکے ہیں اور اس طرح کے معجزات کو سمندر میں تبدیل کر دیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 153:

اہل کتاب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب نازل فرمائیں، لیکن انہوں نے موسیٰ سے اس سے بھی بڑی کتاب مانگی تھی اور کہا تھا کہ ہمیں اللہ کو دکھاؤ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل کتاب کو خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلیں ورنہ ان کا انجام ان کے ساتھ ہوگا۔ باب 4 النساء، آیت 153

"...تو ان کے غلط کاموں کی وجہ سے ان پر کڑک آئی..."

افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی ایسا ہی رویہ اپنایا ہے جس کے تحت وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور پھر اس سے دنیاوی چیزیں مانگتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو تجارتی لین دین کے طور پر سمجھتے ہیں۔ اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ انہیں اللہ: باب 22 الحج، آیت 11 تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دے گا، جب بھی ان کی خواہش پوری نہیں ہوتی۔

اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت کنارے پر کرتا ہے، اگر اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اسے تسلی ملتی ہے، اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے، اس نے "دنیا اور آخرت کو کھو دیا، یہی صریح نقصان ہے۔"

اس کے علاوہ، اس رویہ پر قائم رہنے سے انسان اپنی دنیاوی خواہشات پر پوری طرح توجہ مرکوز کر دے گا۔ اس کے نتیجے میں انہیں آخرت میں کوئی اجر نہیں ملے گا کیونکہ انہوں نے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ کے بندے کے طور پر ان کے مقام کو قبول کرنا چاہیے اور ایک جیسا سلوک کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہمیشہ اس کی رضا کا طالب رہے گا اپنی نہیں۔ وہ سمجھیں گے کہ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالک کی طرف سے پیدا کیا ہے اور عطا کیا ہے اور اس لیے اسلامی تعلیمات میں بیان کردہ کے مطابق اس کا صحیح استعمال کیا جانا چاہیے۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیں گے اور اس لیے جب بھی انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے صبر سے کام لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو جانتے ہوئے صرف وہی انتخاب کرتا ہے: باب 2 البقرہ، آیت 216 جو ان کے لیے بہتر ہے، خواہ یہ ان پر ظاہر نہ ہو۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی بندگی ثابت کر دے گا اور اس کے نتیجے میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے وہ اندر صحیح طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کر کے دونوں جہانوں میں سکون حاصل کر لیں گے۔

جبکہ جس کا مقصد صرف اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے، اس طرح ان کی عطا کردہ نعمتوں کا، غلط استعمال کرتے ہوئے وہ لازماً بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلے گا جنہوں نے بت کی پرستش کی، حالانکہ وہ اسلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر یقین رکھتے تھے۔ باب 4 النساء: آیت 153

پھر انہوں نے بچھڑے کو [عبادت کے لیے] لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے ... ”تھے۔“

وہ ایک بے جان بت کی پوجا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے لیے عوام کے سامنے راستباز ظاہر ہونے کا واحد راستہ ہے جبکہ انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے اور ان کو دی گئی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کی آزادی ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ ایک بے جان بت انہیں زندگی گزارنے کے لیے کوئی ضابطہ حیات نہیں دے سکتا، اس لیے وہ اپنا ضابطہ اخلاق خود گھڑ لیں گے جو ان کی خواہشات کے مطابق ہو۔ باب 7 الاعراف، آیت 148

موسیٰ کی قوم نے اپنے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا جس کی آواز نیچی تھی، کیا انہوں نے یہ اور نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ انہیں کوئی راستہ دکھا سکتا ہے، انہوں نے اسے لے لیا اور وہ ظالم تھے۔

لہذا، ہر قسم کی بت پرستی کی بنیاد اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے جب کہ بیرونی دنیا کو یہ ماننے کے لیے بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ صالح لوگ ہیں جو ایک خدائی ضابطہ حیات کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ وہ درحقیقت جانوروں کی طرح اپنی دنیاوی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

پوری تاریخ میں اللہ تعالیٰ نے بارہا بنی اسرائیل کو ان کے گناہوں کی معافی دی جب بھی انہوں نے سچے دل سے توبہ کی اور اس ضابطہ اخلاق کو نافذ کرنے کی کوشش کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 153

پھر انہوں نے بچھڑے کو [عبادت کے لیے] بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آچکی ”
”تھیں اور ہم نے اسے معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح دلیل دی۔

یہ اہل کتاب کے لیے ایک دعوت تھی کہ وہ سچے دل سے توبہ کریں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح سند کو قبول کریں، جن کو انہوں نے واضح طور پر تسلیم کیا، جیسا کہ آپ: باب 6 الانعام، آیت 20 اور قرآن پاک کو ان کے آسمانی صحیفوں میں بیان کیا گیا ہے۔

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”
...پہچانتے ہیں

اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو” جانتے ہیں۔“

لیکن دنیاوی خواہشات نے ان میں سے اکثر کو سچے دل سے توبہ کرنے سے روک دیا اور وہ اس کے بجائے کفر پر اڑے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسلام انہیں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنے پر مجبور کرے گا جو انہیں دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ اہل کتاب کو اس بات پر بھی رشک آتا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد کے بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، جیسا کہ وہ تھے۔ ان کا پورا مذہبی ڈھانچہ حسب نسب کی اہمیت کے گرد بنایا گیا تھا، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ انہیں دوسروں پر برتری کا احساس ملتا ہے۔ نتیجتاً، ان کے لیے ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنا اور ان کی پیروی کرنا مشکل ہو گیا، جو کہ ایک مختلف نسب سے تعلق رکھتے تھے، کیونکہ اس سے ان کی تعمیر کردہ برتری کے احاطے کو نقصان پہنچے گا۔ جیسا کہ آیت 153 سے اشارہ کیا گیا ہے، یہ حسد ان کے آباؤ اجداد بنی اسرائیل میں بھی واضح طور پر ظاہر تھا۔ ان میں سے بہت سے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد کرتے تھے، حالانکہ وہ ان کے مرتبے کے قائل تھے۔ باب 4 النساء، آیت 153:

اور ہم نے موسیٰ کو واضح دلیل دی۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کے حسد نے انہیں آپ کی اطاعت سے روک دیا اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی اولاد کی طرح مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب کی طرح جو نعمتیں عطا کی گئی تھیں ان کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہے جنہوں نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہونے کا درجہ حاصل تھا۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں اور زبانی طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتے ہوئے عملی طور پر آپ کی اطاعت میں ناکام رہیں۔ اسلام میں بغیر عمل کے الفاظ کی کوئی اہمیت نہیں۔ قلبی سکون اور کامیابی کی جڑ ہر حال میں حضور: باب 3 علی عمران، آیت 31 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوص نیت سے اطاعت اور اتباع میں ہے۔

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

جب بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، کیونکہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو نہیں رکھتے تھے اور جو نعمتیں انہیں دی گئی تھیں ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کی خواہش نہیں رکھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کی دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے اس پر ایمان لانے کے اپنے زبانی اعلان کی تائید نہیں کی۔ باب 4 النساء، آیت 154

”اور ہم نے ان کے اوپر کوہ طور کو ان کے عہد [انکار] کی وجہ سے اٹھایا۔“

لہذا مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہیے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ وہ عملی اقدامات کے ساتھ اسلام پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی حمایت کرتے ہیں۔ اس میں قرآن پاک کی تعلیمات

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا شامل ہے تاکہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کر سکیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ نقطہ نظر اس بات کی ضمانت دے گا کہ افراد ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اور اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو مناسب طریقے سے ترجیح دیتے ہیں جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مؤثر طریقے سے تیاری کرتے ہیں۔ نتیجتاً، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں سکون کو فروغ دے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فتح کی ضمانت دی، ایک محفوظ سرزمین جس میں رہنے کے لیے ان سے کہا گیا کہ وہ عاجزی سے پیش آئیں اور اس کی اطاعت کو برقرار رکھیں تو انہوں نے تکبر سے کام لیا اور اس کی نافرمانی کی۔ باب 4 النساء، آیت 154

اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازے سے عاجزی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔“

:اور باب 2 البقرہ، آیات 58-59

اور (جب ہم نے کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ اور اس میں سے جہاں سے چاہو کھاؤ [آسانی اور [کثرت سے اور دروازے میں داخل ہو کر عاجزی کے ساتھ داخل ہو اور کہو کہ ہم سے ہمارے بوجھ اتار دو۔ پھر ہم تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو بڑھا دیں گے۔“ لیکن جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے اس بات کے علاوہ جو ان سے کہی گئی تھی بدل ڈالا تو ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

یہ واقعہ مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تاکہ وہ اس کی اطاعت کو برقرار رکھیں۔ نیت کے ساتھ شکرگزاری کا مطلب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنا ہے۔ تقریر میں شکرگزاری کا مطلب یا تو مثبت الفاظ کا اظہار کرنا یا خاموش رہنے کا انتخاب کرنا ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جو نعمتیں حاصل کی گئی ہوں ان کو ایسے آداب میں استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ شکر ادا کرنے والے: باب 14 ابراہیم، آیت 7 کو مزید برکتیں، رحمتیں اور بخششیں عطا کی جائیں گی۔

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

اس کے علاوہ، شکر گزار افراد کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کرنے میں مدد فراہم کرے گا اور انہیں اس قابل بنائے گا کہ وہ اپنی زندگی کے اندر ہر چیز اور ہر ایک کو مؤثر طریقے سے ترجیح دیں جبکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں۔ نتیجے کے طور پر، یہ نقطہ نظر موجودہ زندگی اور بعد کی زندگی دونوں میں امن کو فروغ دے گا۔

مزید برآں، یہ واقعہ عاجزی اختیار کرنے اور تکبر سے بچنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کا ایک اہم عنصر، اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانا اور اس کی اطاعت پر توجہ مرکوز کرنا شامل ہے۔ یہ ان کی عطا کردہ نعمتوں کو خدائی ہدایت کے مطابق استعمال کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک متکبر فرد اس اصول کو اپنانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ ان کی کامیابیاں اور ان سے حاصل ہونے والی برکات صرف اور صرف ان کی اپنی کوششوں اور ذہانت کا نتیجہ ہیں، اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب کچھ عطا کیا ہے جو ان کے پاس ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 49

پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ صرف میرے ”
”علم کی وجہ سے دیا گیا ہے، بلکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور قبول کرنا ضروری ہے کہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی
ہے۔ چنانچہ ان نعمتوں کو صرف اس کی اطاعت کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ درحقیقت اس طرز پر
عمل کرنے والے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون پاتے ہیں۔

مزید برآں، فروتنی کو فروغ دینا ایک فرد کو ذاتی فائدے کے لیے جان بوجھ کر الہی تعلیمات کو مسخ
کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 199

اہل کتاب میں سے وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا اور جو کچھ ان پر نازل کیا
گیا اس پر ایمان لاتے ہیں، اللہ کے سامنے تواضع کرتے ہیں، وہ اللہ کی آیات کو معمولی قیمت پر نہیں
”بدلتے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے فوائد ہمیشہ اس سکون اور کامیابی کے مقابلے میں ہلکے
پڑ جائیں گے جو اس کی حقیقی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے۔ درحقیقت اس طرح کی نافرمانی سے
،حاصل ہونے والی مادی چیزیں آخرکار دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتی ہیں
کیونکہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اختیار سے نہیں بچ سکتا، خواہ وہ دنیاوی لذتوں کا شکار کیوں نہ
:باب 53 عن نجم، آیت 43 ہوں۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

:اور باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ایک فرد کو عطا کی گئی نعمتوں کے ناگزیر غلط استعمال کا باعث بنتی ہے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت کا باعث بنے گا اور وہ اپنے تعلقات اور دنیاوی چیزوں کو اپنی زندگی میں غلط جگہ پر لے جائے گا۔ نتیجتاً، وہ اپنے آپ کو اس احتساب کے لیے تیار نہیں پا سکتے جس کا انہیں قیامت کے دن سامنا کرنا پڑے گا۔ نتیجے کے طور پر، ان کے وجود کو مصائب، اضطراب اور ہنگامہ آرائی سے نشان زد کیا جائے گا، جس کے بعد کی زندگی میں اثرات نمایاں طور پر زیادہ شدید ہوں گے۔

:یہی تکبر بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک اور مشہور واقعہ میں دکھایا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 154

اور ہم نے ان سے کہا کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو۔“

بنی اسرائیل کے ایک طبقے نے سبت (ہفتہ کی حرمت کو پامال کیا، ایک ایسا دن جس میں دیگر ممنوعات کے ساتھ ساتھ ان پر کھانا کھانے سے بھی منع کیا گیا تھا۔ انہوں نے سبت سے پہلے مچھلی

پکڑنے کے لیے جال، رسیاں اور پانی کے مصنوعی تالاب لگا کر سبت کے دن کی تعظیم کو روکنے کے لیے فریب کارانہ حربوں کا سہارا لیا۔ حسبِ روایت ہفتہ کے روز مچھلیاں بڑی تعداد میں نمودار ہوئیں، دن بھر جالوں اور رسیوں میں پھنستی رہیں۔ سبت کے ختم ہونے کے بعد، وہ رات کے وقت مچھلیوں کو جمع کرتے۔ ان کی مذموم سازش کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں میں تبدیل کر کے ان پر عذاب نازل کیا۔ باب 7 الاعراف، آیت 163

اور ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے تھی - جب انہوں نے سبت کے معاملے میں حد سے تجاوز کیا تھا - جب ان کی مچھلیاں ان کے پاس ان کے سبت کے دن کھلم کھلا آتی تھیں اور جس دن ان کے پاس سبت نہیں تھا وہ ان کے پاس نہیں آتے تھے، اس طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا کیونکہ وہ نافرمان تھے۔

اگرچہ بنی اسرائیل میں سبت کی خلاف ورزی کرنے والے اہل کتاب کے پیشوا تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ میں مقیم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح مخاطب کیا جیسے وہ ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو افراد کسی خاص گروہ کی تقلید کرتے ہیں انہیں نسلی فرق سے قطع نظر اس گروہ کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اس اصول کی تائید سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں درج ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید کے لیے دلجمعی سے کوشش کریں، تاکہ وہ آخرت میں ان کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ البتہ اگر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے محبت کا اقرار کرتے ہوئے زبانی طور پر منافقین کے راستے پر چلتے ہوئے، جنہوں نے قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے غافل کیا، تو وہ خود منافق شمار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو ان کے اسلاف کے اعمال کی نقل کرنے سے خبردار کیا اور خبردار کیا کہ ایسا کرنے کا نتیجہ ان میں شمار ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھر ذکر کیا کہ کس طرح بنی اسرائیل نے بار بار اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو توڑا کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے ہر حال میں اس کی سچی اطاعت کی۔ یہ یاد دہانی مدینہ منورہ میں رہنے والے اہل کتاب اور توسیعی طور پر مسلمانوں کے لیے براہ راست تنبیہ تھی۔ باب 4 النساء، آیات 154-155

”اور ہم نے ان سے ایک پختہ عہد لیا اور ان کے عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت بھیجی۔“

بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے اپنے عہد کو پورا کرنا چاہیے، جب کہ انہوں نے اسلام کو اپنا عقیدہ تسلیم کیا تھا، ہر حال میں اس کی خلوص نیت سے اطاعت کا عہد کیا تھا۔ ایسا کرنے میں ناکامی صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ان کی زندگیوں سے ہٹانے کا باعث بنے گی کیونکہ وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے اس کی نافرمانی کریں گے۔ یہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی کائنات کے معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔ لہذا: باب 53 عن نجم، آیت 43 وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون ذہنی سکون حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو عملی طور پر پورا کرنے میں ناکام رہے گا وہ لازماً قرآن کریم کی آسمانی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو نظر انداز کر دے گا جس طرح: بنی اسرائیل نے ان کی آسمانی تعلیمات کو نظر انداز کیا اور حتیٰ کہ کفر کیا۔ باب 4 النساء، آیت 155

اور ان کے عہد شکنی اور اللہ کی آیات سے ان کے کفر کی وجہ سے [ہم نے ان پر لعنت بھیجی " ہے۔]

یہ نتیجہ ان لوگوں کے لیے ناگزیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ آسمانی تعلیمات ہمیشہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہوتی ہیں اور انہیں ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے سے روکتی رہتی ہیں۔ جب بنی اسرائیل اس روش پر قائم رہے تو اس نے انہیں انبیاء علیہم السلام کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے پر بھی اکسایا تاکہ اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے کی حفاظت کریں۔ باب 4 النساء، آیت 155

اور ان کے عہد شکنی اور اللہ کی آیات سے کفر اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے [ہم نے "ان پر لعنت بھیجی ہے]۔

درحقیقت مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب نے کئی بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی کیونکہ ان کے مشن نے ان کی دنیاوی خواہشات کو خطرے میں ڈال دیا۔ حالانکہ مسلمان اس طرح کا برتاؤ نہیں کر سکتے جیسا کہ نبوت کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، لیکن جب بھی ان کی خواہشات کے خلاف ہو تو وہ آپ کی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اس میں بعض اسلامی تعلیمات پر انتخابی طور پر عمل کرنا شامل ہے جبکہ ذاتی رجحانات کے مطابق دوسروں کو نظر انداز کرنا۔ جو شخص اس طرح کام کرتا ہے وہ حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کی: باب 25 الفرقان، آیت 43 عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ وہ محض اپنی خواہشات کی خدمت کر رہے ہیں۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

ایک مسلمان کو اسلام کے قریب جانے سے پرہیز کرنا چاہئے گویا یہ ایک لباس ہے جسے اپنی مرضی سے پہنا یا اتارا جاسکتا ہے۔ اس کے بجائے، اسلام ایک جامع طرز زندگی کی نمائندگی کرتا ہے جس پر ہر حال میں عمل کرنا ضروری ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ ذاتی خواہشات سے متصادم ہے یا اس کے احکام و ممنوعات کے پس پردہ عقلیت کے بارے میں فرد کی سمجھ سے۔ اس ذہنیت کو اپنانا دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

پھر اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کی نافرمانی کو ان کی اولاد یعنی اہل کتاب کی نافرمانی میں بدل دیتا ہے جو مدینہ میں رہتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 155

اور ان کے عہد شکنی اور اللہ کی آیات سے کفر اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے "پر کہ ہمارے دلوں کو لپیٹ دیا گیا ہے۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جس کی وہ نقل کرتے ہیں، چاہے وہ نسلوں سے الگ ہو جائیں۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اسلامی تعلیمات میں زیر بحث لوگوں کی بری خصلتوں کو اپنانے سے گریز کریں، جیسا کہ اہل کتاب یا منافق، ورنہ دونوں جہانوں میں ان سے شمار کیے جائیں گے۔

باب 4 النساء، آیت 155

ہیں۔۔۔"۔ ہوئے

اہل کتاب کے علماء نے اپنی مقدس کتابوں سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے یہ دلیل دی کہ یہ صحیفے افراد کے روحانی رجحانات سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ تاہم، انہوں نے زور دے کر کہا کہ قرآن پاک کا لوگوں پر ان کی اپنی الہامی تحریروں کے برعکس اس گہرے اثر کی کمی ہے۔ نتیجتاً انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن پاک کی ابتداء ان کے صحیفوں سے مختلف ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام نہیں ہے۔ انہوں نے یہ استدلال کیا کہ اگر قرآن مجید ایک ہی الہی ماخذ کا ہے تو یہ اسی طرح لوگوں کے روحانی دلوں کو چھوتا ہے جیسا کہ ان کی اپنی نصوص نے مبینہ طور پر کیا ہے۔ مثال کے طور پر، کسی مخصوص مصنف سے واقف قاری اکثر اپنے کام کی شناخت کر سکتا ہے، یہاں تک کہ جب مصنف کا نام چھوڑ دیا گیا ہو۔ اسی رگ میں، انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان کے روحانی دلوں پر قرآن پاک کے تقابلی اثرات کی عدم موجودگی اس بات کی طرف: باب 4 النساء، آیت 155 اشارہ کرتی ہے کہ دونوں نصوص کے مصنفین کو الگ الگ ہونا چاہیے۔

ہیں۔۔۔"۔ ہوئے

اپنے پیروکاروں میں وسیع پیمانے پر جہالت کی وجہ سے، وہ سمجھتے تھے کہ ان کے علماء آسمانی صحیفوں کی تشریح کرنے کے سب سے زیادہ اہل ہیں، جس کی وجہ سے وہ قرآن پاک کو غیر تنقیدی طور پر مسترد کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کو دوسروں کی اندھی تقلید کی اس ذہنیت سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اسلام ہر فرد کو علم حاصل کرنے اور اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ یہ نقطہ نظر انہیں اسلام کے بنیادی اصولوں کو سمجھنے اور ان سے آزادانہ طور پر مشغول ہونے کے قابل بناتا ہے، نہ کہ محض دوسروں کے اعمال کی نقل کرنے کے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"
"...میری پیروی کرتے ہیں

اس طرح کا برتاؤ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ کوئی شخص ان لوگوں کی اندھی تقلید نہ کرے جن کی
صرف قیادت اور اس کے ساتھ آنے والی دنیاوی چیزیں حاصل کرنا ہیں، جیسا کہ اہل کتاب میں سے
کتنے ہی علماء نے سلوک کیا۔

:باب 4 النساء، آیت 155

ہیں..."۔ ہوئے

ایک مسلمان کو اہل کتاب کی تقلید سے پرہیز کرنا چاہیے اور جان بوجھ کر مخصوص اسلامی تعلیمات
کو نظر انداز کر کے جو اس کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ اس کا نتیجہ ایک ایسی حالت کی
صورت میں نکلتا ہے جہاں ان کے روحانی دل ان تعلیمات سے بند ہو جائیں گے اور انہیں سمجھنے یا
ان پر عمل کرنے سے روکیں گے۔ اس طرح کے طرز عمل کا نتیجہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے
،باب 4 النساء محروم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔
:آیت 155

ان کا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں کو لپیٹ دیا گیا ہے، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر اور
لگا دی ہے، سو وہ چند لوگوں کے سوا ایمان نہیں لاتے۔

دنیا اور آخرت دونوں میں ذہنی سکون اور کامیابی اس وقت حاصل نہیں ہوتی جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ لعنت کے تحت ہوتا ہے۔ مزید برآں، یہ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ ایسا سلوک محض اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بجائے کفر کا عمل ہے۔ نتیجتاً، ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ انتخابی طور پر الہی تعلیمات پر عمل کرنے سے گریز کرے کیونکہ اس سے ان کے کمزور ایمان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جس کی مناسب پرورش اور نقصان دہ اثرات سے حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا نقصان دہ عناصر کا نشانہ بننے سے فنا ہو سکتا ہے، اسی طرح ایک مسلمان کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور مر سکتا ہے اگر وہ نقصان دہ خصلتوں کو اپنا لے، جیسا کہ منتخب طور پر یہ انتخاب کرنا کہ کون سے الہی احکام پر عمل کرنا ہے ذاتی خواہشات کی بنیاد پر۔

اس کے بجائے، ایک مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایسا کرنے سے، ان کا ایمان پروان چڑھے گا، بالآخر انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی ملے گی۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

باب 4 النساء، آیت 155

ہیں... "- ہوئے

اس سے یہ بھی تجویز ہو سکتا ہے کہ اہل کتاب کے علماء نے دعویٰ کیا کہ ان کی مقدس کتابوں نے انہیں اتنی گہری روحانی بصیرت سے نوازا ہے کہ وہ بیرونی اثرات سے پوری طرح محفوظ ہو گئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں، انہوں نے قرآن پاک کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی، یہ مانتے ہوئے کہ انہوں نے اپنے صحیفوں کے ذریعے روحانی تکمیل حاصل کی ہے۔ اس گمراہ کن نقطہ نظر کو کچھ مسلمان بھی اپنا سکتے ہیں جو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کے بعد یہ سوچتے ہیں کہ اب انہیں قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے یا اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں رہی، جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے روحانی کمال حاصل کر لیا ہے۔ ایک ایسے طالب علم کی طرح جو فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہ محسوس کرتا ہے کہ انہیں اب اپنے انسٹرکٹر کے ساتھ کلاسز میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، یہ افراد غلطی سے یہ فرض کر سکتے ہیں کہ انہیں اب اسلامی اصولوں کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح کا نقطہ نظر انتہائی گمراہی پر مبنی ہے، یہاں تک کہ وہ فرد جو روحانی کمالات کا مظہر ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی اسلامی تعلیمات کے اطلاق کو ترک کرنے کی ہدایت نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس، اسے حکم دیا گیا کہ وہ اپنی زندگی کے آخری وقت تک ان پر ثابت قدم رہے۔ باب 15 الحجر، آیت 99

”اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں یقین آجائے۔“

لہذا اس جاہلانہ رویہ سے بچنا چاہیے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جائیں گے، حتیٰ کہ ان کے پاس موجود تھوڑے سے ایمان سے بھی محروم ہو جائیں گے جو کہ حتمی نقصان ہے۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور برداشت کرنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس کو مناسب سورج کی روشنی نہیں ملتی وہ مرجھا جاتا ہے اور اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو کر مر سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے برقرار نہ رکھا جائے۔ یہ ایک گہرے نقصان کی نمائندگی باب 4 النساء، آیت 155 کرتا ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں کو لپیٹ دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر مہر اور لگا دی ہے اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے سوائے تھوڑے کے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ والدہ مریم علیہا السلام پر تہمت لگانے پر تنقید کی۔ باب 4 النساء، آیت 156

اور ان کے کفر اور مریم پر بہت بڑا بہتان کہنے کی وجہ سے [ہم نے ان پر لعنت بھیجی ہے۔

بنی اسرائیل کے علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز اولاد ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ آپ کی نبوت اور معجزانہ طور پر بغیر باپ کے پیدا ہونے کے قائل تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، وہ صرف اس طرح کا برتاؤ کرتے تھے کیونکہ اس کی تعلیمات ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف تھیں اور اس کے نتیجے میں وہ اس کے اور اس کے مشن کے خلاف سخت جدوجہد کرتے تھے۔ باب 287 البقرہ، آیت 287

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو تورات دی اور ان کے پیچھے رسولوں کو لے کر آئے اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلائل دیے اور روح پاک سے ان کی تائید کی، لیکن کیا ایسا نہیں ہے کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا وہ لے کر جو تمہارے دلوں نے نہ چاہا، تم نے تکبر کیا اور ایک گروہ "نے مجھے مار ڈالا۔"

اس دن اور دور میں، ایک مسلمان اس وقت اسلامی تعلیمات کے خلاف جدوجہد کر سکتا ہے جب وہ زبانی طور پر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور عملی طور پر ان تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو ان کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ اس سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ صرف ان نعمتوں کا

غلط استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا شکار ہوں گے، اپنی زندگی میں اپنے تعلقات اور دنیاوی چیزوں میں خلل پیدا کریں گے اور روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہوں گے۔ اس لیے ان کا رویہ دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش کے حامل ہوں۔

عام طور پر، اسلام افراد کو اپنی خواہشات کو منظم کرنے اور ان کو عطا کردہ نعمتوں کو اس کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے کی تلقین کرتا ہے، اس طرح اس زندگی اور آخرت دونوں میں سکون حاصل ہوتا ہے۔ یہ نقطہ نظر ان لوگوں سے بالکل متصادم ہے جو مادی لذتوں کے حصول کو ترجیح دیتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر، ایسے افراد اکثر مسلمانوں پر تنقید کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مزید برآں، جب کوئی فرد کسی ایسے راستے کا انتخاب کرتا ہے جو اپنے ساتھیوں کے راستے سے مختلف ہو، تو اس سے دوسروں میں اپنی زندگی کے فیصلوں کے بارے میں احساس کمتری پیدا ہوسکتا ہے، خاص طور پر جب وہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرنے کی بجائے ذاتی خواہشات کی تکمیل کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ اکثر تنقید کا باعث بنتا ہے جس کا مقصد ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہتے ہیں، ایسی ناپسندیدگی اکثر خاندان کے افراد کی طرف سے آتی ہے۔

اس کے علاوہ، سماجی دباؤ، بشمول سوشل میڈیا، فیشن کے رجحانات، اور ثقافتی اصول، ان افراد کو چیلنج کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ اسلام کے فروغ کو اکثر دولت اور سماجی حیثیت کے حصول کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کی طرف سے تنقید کا نشانہ بننے والی صنعتیں، جیسے شراب اور تفریح سے منسلک، اسلامی اقدار کی قبولیت کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر عمل کرنے سے حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ صورتحال سوشل میڈیا اور ثقافتی بیانیے سمیت مختلف پلیٹ فارمز پر اسلام مخالف پروپیگنڈے کے وسیع پیمانے پر پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

مزید برآں، جب لوگ اسلامی تعلیمات کی پیروی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ذاتی خواہشات کے اعتدال کی وکالت کرتی ہیں تاکہ ان کو عطا کی گئی نعمتوں کے ذمہ دارانہ استعمال کو یقینی بنایا جا سکے، تو وہ لوگ جو عیش و عشرت کی زندگی کا انتخاب کرتے ہیں۔ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی خواہشات پر عمل کرتے ہوئے۔ اسلام اور اس کے عمل کرنے والوں کو ناگوار نظر سے دیکھیں گے۔ نتیجے کے طور پر، یہ افراد دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے عقیدے پر عمل کرنے کی حوصلہ شکنی کر سکتے ہیں، انہیں ایسے طرز زندگی میں آمادہ کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں جس میں بے لگام خواہش ہو۔ وہ اکثر اسلام کے مخصوص عناصر پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، جیسے خواتین کے لیے لباس کوڈ، اس کی کشش کو کم کرنے کے لیے۔ بہر حال، بصیرت رکھنے والے اپنے نقادوں کی سطحی نوعیت کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جو بڑی حد تک خود نظم و ضبط پر اسلام کے زور سے نفرت سے پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگرچہ وہ خواتین کے لیے اسلامی لباس کوڈ پر تنقید کر سکتے ہیں، لیکن وہ دوسرے سماجی لباس کے ضابطوں پر بھی وہی جانچ نہیں کرتے جو قانون نافذ کرنے والے، فوج، صحت کی دیکھ بھال، تعلیم اور کاروبار سمیت مختلف پیشوں میں ضروری ہیں۔ اسلامی لباس کوڈ پر یہ منتخب تنقید، دوسرے لباس کے ضابطوں پر ان کی خاموشی کے ساتھ جوڑ کر، ان کے دلائل کی نزاکت اور بے بنیاد پن کو نمایاں کرتی ہے۔ بالآخر، یہ اسلام کے اصول اور اس کے پیروکاروں کا طرز عمل ہے جو ان کے ناقدین کی خامیوں کو بے نقاب کرتا ہے، انہیں مختلف طریقوں سے اسلام پر حملہ کرنے پر اکساتا ہے، اور دوسروں کو ان کی گمراہیوں کی طرف لے جانے کی امید کرتا ہے۔ یہ وہ طریقہ تھا جسے بنی اسرائیل اور ان کی اولاد اہل کتاب نے اسلام کے خلاف استعمال کیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل اس رویے پر قائم رہے تو اس نے ان کو انبیاء علیہم السلام کو نقصان پہنچانے اور قتل کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ آپ کے مرتبے کے قائل تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور آپ کی حفاظت فرمائی۔ باب 4 النساء، آیات 157-158:

"اور ان کے اس قول پر کہ بے شک ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔" اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ مشابہت اختیار کی اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں انہیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لیے اٹھایا ہے۔"

یہ حقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کے دونوں مفروضوں کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں قتل کیا گیا ہے۔ ان کے پاس اپنے دعوؤں کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس کے بجائے وہ مفروضوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔

عام طور پر، یہ دنیاوی اور مذہبی حالات کو قیاس آرائیوں سے گزارنے اور ان کا فیصلہ کرنے کے خلاف خبردار کرتا ہے اور اس کے بجائے اپنے فیصلوں کو ٹھوس شواہد پر مبنی کرتا ہے۔

ایمان کے معاملات میں افراد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کے اعمال قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق ہوں۔ مذہبی علم کے دوسرے ذرائع پر انحصار سے گریز کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ ان بنیادی گائیڈز سے کسی کو ہٹا سکتے ہیں۔ ایسے متبادل ذرائع میں اکثر مضبوط بنیاد کی کمی ہوتی ہے اور یہ عام طور پر انسانی ایجاد کی پیداوار ہوتے ہیں۔ یہ تشویش سنن ابو داؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث سے ظاہر ہوتی ہے، جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ہر وہ چیز جو قرآن کریم کی تعلیمات اور اس کی روایات سے جڑی نہ ہو، اللہ تعالیٰ اسے رد کر دے گا۔

سیکولر سیاق و سباق میں، یہ ضروری ہے کہ کسی کے فیصلوں سے آگاہ کرنے والے علم کی بنیاد معتبر ثبوت، جیسے سائنسی مطالعات پر ہو۔ مثال کے طور پر، افراد کو صرف ایسی دوائیں استعمال کرنی چاہئیں جن کی مکمل تحقیق ہوئی ہو اور جنہوں نے کامیابی سے کلینکل ٹرائلز مکمل کیے ہوں تاکہ مخصوص طبی حالات کے علاج میں اپنی تاثیر ثابت ہو سکے۔

اسی طرح، جس طرح کسی شخص کو سیکولر علم پر انحصار کرنے کی وجہ سے نادان سمجھا جا سکتا ہے جس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے، اسی طرح جو لوگ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات غیر معتبر مذہبی ذرائع کی پیروی کرتے ہوئے، وہ خود کو گمراہ پا سکتے ہیں۔ ایسے افراد عجیب و غریب عقائد اختیار کر سکتے ہیں جو توہم پرستی اور غیر معقول خوف کو فروغ دیتے ہیں، جس سے ان کے اعمال اور ان کی توقع کے نتائج کے درمیان غیر منطقی تعلق پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلامی اور سیکولر دونوں نقطہ نظر سے، ان طریقوں اور زرخیزی کے درمیان کسی بھی جائز تعلق کی عدم موجودگی کے باوجود، ایک مسلمان حمل کے حصول کی امید میں بعض روحانی رسومات میں مشغول ہو سکتا ہے۔ شواہد پر مبنی علم کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں اللہ، برگزیدہ، اور مخلوق کے بارے میں عجیب و غریب خیالات کی نشوونما ہو سکتی ہے، بشمول مافوق الفطرت مخلوقات میں عقائد، جو بالآخر ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈال سکتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ایسے گمراہ کن رویوں سے پرہیز کیا جائے اور تمام اعمال کی بنیاد واضح ثبوتوں پر رکھی جائے، خواہ وہ قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے اخذ کیے گئے ہوں، یا سائنسی تحقیق جیسے تجرباتی شواہد سے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ کی حیثیت سے دنیا کے اختتام کے قریب واپس آئیں گے تاکہ انیت مسیح کو قتل کر سکیں اور صحیح طریقے سے اسلامی حکومت قائم کر سکیں۔ وہ زندہ رہے گا اور آخرکار مر جائے گا، بالکل دوسرے انسانوں کی طرح۔ ان کی واپسی کی طرف قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے، جیسا کہ اس بحث کی اگلی آیت، اور بہت سی احادیث، جیسے کہ صحیح مسلم، نمبر 7381۔ باب 4 النساء، آیت 159:

”اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لے آئے۔“

اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں رہنے والے اہل کتاب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لاتے ہیں تو دوسرے تمام انسانوں کی طرح فطری موت سے پہلے اللہ کے رسول کی حیثیت سے ان کی صحیح حیثیت کی گواہی اور گواہی دیں گے۔

اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ موت کے وقت اہل کتاب میں سے ہر ایک کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی حیثیت کا علم عطا کیا جائے گا تاکہ ان کی ندامت اور پریشانی میں اضافہ ہو۔ ان کی ندامت اور پریشانی قیامت کے دن مزید بڑھے گی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو عذاب سے بچانے کے بجائے ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ باب 5 المائدة، آیات 116-117

اور اس دن سے بچو جب اللہ کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے ”اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ میرے بس میں نہیں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے اندر کیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ آپ کے اندر کیا ہے۔ بے شک تو ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ میں نے ان سے نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ رہا۔ لیکن جب آپ نے مجھے اٹھایا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں۔

:اور باب 4 النساء، آیت 159

”اور وہ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہ ہو گا۔“

افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمانوں نے اہل کتاب کے ساتھ ایسا ہی رویہ اختیار کیا ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ کوئی شفاعت کرے گا اور قیامت کے دن انہیں عذاب سے بچائے گا، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا

کوئی اور شخص انہیں قیامت کے دن بچا لے گا، خواہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کیا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں۔

اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ایک اچھی طرح سے قائم شدہ تصور ہے جس پر مختلف اسلامی تعلیمات میں بحث کی گئی ہے، بشمول سنن ابن ماجہ، نمبر 4308 میں موجود حدیث، لیکن یہ سچ ہے کہ کچھ مسلمان اب بھی جہنم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ جہنم میں ایک لمحہ بھی ناقابل برداشت ہے، اس لیے ضروری ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے سلسلے میں خواہش مندانہ سوچ اختیار کرنے سے گریز کیا جائے۔ ایک مسلمان اپنے آپ کو دھوکہ دے سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جاری رکھ کر، جب کہ غلطی سے یہ سمجھے کہ وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حقیقی امید کے لیے اس کی مخلصانہ اطاعت کے عزم کے ساتھ معافی کی امید کی ضرورت ہوتی ہے۔ نافرمانی کا تعلق اکثر محض خواہش مندانہ سوچ سے ہوتا ہے، جس کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش مند سوچ اور اللہ عزوجل میں سچی امید کے درمیان فرق جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، آیت نمبر 41 مسلمانوں کے لیے ایک یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہے کہ جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن ان کی شفاعت کریں گے، وہیں وہ ان کے 41: خلاف بھی صبر کریں گے۔ باب 4 النساء، آیت

تو کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ”کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے؟

باب 25 الفرقان آیت 30 اور

”اور رسول نے کہا اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔“

یہ آیت اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ مسلمان صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو قبول کیا اور قبول کیا۔ غیر مسلموں نے قرآن پاک کو کبھی قبول نہیں کیا، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔ علمی تاویل کی ضرورت کے بغیر یہ بات واضح ہے کہ ایک مسلمان جس کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا اس کا انجام کیا ہوگا؟

چنانچہ یہ ضروری ہے کہ خواہش مندانہ سوچ سے پرہیز کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سچی امید پیدا کی جائے۔ اس امید میں قیامت کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنا بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس طرح کی اطاعت اس کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال پر مشتمل ہے، جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

جب بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے، جن میں سے بعض کا تذکرہ پچھلی آیات میں کیا جاچکا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کچھ حلال کھانے کو حرام قرار دے کر سزا دی۔ باب 4 النساء، آیت 160:

یہود کی طرف سے ظلم کی وجہ سے، ہم نے ان پر کچھ اچھی چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لیے "حلال تھیں۔"

، اگرچہ آج کے زمانے میں حلال کو حرام نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ وحی الہی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے گا وہ اس کی رحمت اور نصرت سے محروم ہو جائے گا۔ یہ ان کے لیے کچھ حلال کھانے کے حرام ہونے سے کہیں زیادہ بدتر ہے، کیونکہ یہ انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے سے روک دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکیلے کائنات کے معاملات کو کنٹرول: باب 53 عن نجم، آیت 43 کرتا ہے، بشمول ان کے روحانی دلوں، ذہنی سکون کا گھر۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے غضب اور عذاب کی ایک بڑی وجہ بتائی۔ باب 4 النساء، آیت 160:

ہم نے ان پر کچھ پاکیزہ کھانے کو حرام کر دیا جو ان کے لیے حلال تھیں اور بہت سی چیزیں اللہ کی ”راہ سے روکنے کی وجہ سے۔“

چونکہ بنی اسرائیل کے علماء چاہتے تھے کہ ان کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو دنیاوی فائدے کے لیے استعمال کرتے رہیں، جیسے کہ دولت اور قیادت، اس لیے انہوں نے جان بوجھ کر اپنے آسمانی صحیفوں سے علم کی تدوین، غلط تشریح اور علم کو چھپایا۔ اس طرز عمل سے انہوں نے اپنے جاہل پیروکاروں کو گمراہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو مزید ناراض کیا۔ انسان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے گناہ بڑھتے رہیں گے، ان کی موت کے بعد بھی، جب تک کہ کوئی ان کی گمراہ کن نصیحت پر عمل نہیں کرے۔ میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ باب 3 علی عمران جامع ترمذی نمبر 2674 کرے۔ آیت 112:

اور انہوں نے اللہ کا غضب اپنے اوپر کھینچ لیا ہے اور تنگدستی میں مبتلا ہو گئے ہیں، یہ اس لیے ”کہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے تھے۔“

اس لیے اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں عذاب کا باعث ہے۔ اس دنیا میں جو دنیاوی چیزیں وہ اس رویے سے حاصل کرتے ہیں وہ ان کے لیے تناؤ کا باعث بن جاتی ہیں۔ ان کا نتیجے کے طرز عمل لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ طور پر، وہ ایک غیر متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام خواہ وہ کچھ دنیاوی، رہیں گے۔ اس سے دونوں جہانوں میں تناؤ، پریشانی اور مشکلات پیدا ہوں گی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلمان علماء اپنے نظریاتی نقطہ نظر سے ہم آہنگ ہونے کے لیے جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح کرنے کی مشق میں مصروف ہیں، جب کہ ان کے نظریات سے متصادم علم الہی پر بحث کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ یہ سلوک ان کے پیروکاروں کو الگ کرنے کے خوف سے پیدا ہوتا ہے، جو انہیں تحائف اور ضرورت سے زیادہ تعظیم دیتے ہیں۔ ایسے علماء کو جہنم سے خبردار کیا گیا ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 253 میں درج ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مزید برآں، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کی اندھی تقلید سے گمراہ ہونے سے بچیں۔ اس کے بجائے انہیں اسلامی اصولوں کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نقطہ نظر انہیں قرآن پاک کی مستند تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر ثابت قدم رہنے میں مدد دے گا، بجائے اس کے کہ دوسروں کی بے فکری سے پیروی کریں۔ اسلام اس وجہ سے غیر تنقیدی تقلید کی سخت مذمت کرتا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور: یوسف، آیت 108 اسلامی تعلیمات پر فہم کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگوں نے بھی اس وقت کفر کیا جب انہوں نے ان چیزوں کو حلال قرار دیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا، جیسے کہ سود۔ انہوں نے دولت اور قیادت جیسی دنیاوی چیزوں کے لالچ میں ایسا کیا۔ باب 4 النساء، آیت 161

"اور ان کے سود لینے کی وجہ سے جب کہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔"

مسلمانوں کو یہ رویہ اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے تحت وہ یا تو براہ راست غیر قانونی چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں، جو کہ صریح کفر ہے، یا جب وہ اپنے غیر قانونی طریقوں کو درست ثابت کرنے کے لیے اسلامی قانون میں خامیاں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید برآں، یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ جس طرح ایک شخص کے ارادے اسلام کی اندرونی بنیاد کے طور پر کام کرتے ہیں، اسی طرح حلال رزق کا حصول اور استعمال اس کی خارجی بنیاد ہے۔ اگر یہ بنیاد داغدار ہو جائے تو اس سے پیدا ہونے والے تمام اعمال بھی ناقص اور مردود ہوں گے جن میں اچھے اعمال بھی شامل ہیں۔ کسی کے عقیدے کی بنیاد کو مجروح کرنا گناہوں میں ملوث ہونے کے مقابلے میں نمایاں طور پر زیادہ نقصان دہ ہے جو عقیدے کے دوسرے پہلوؤں کو متاثر کر سکتے ہیں، اور اس لیے احتیاط سے بچنا چاہیے۔

عام طور پر، مالی سود سے مراد وہ معاوضہ ہے جو قرض دہندہ کو قرض لینے والے سے پہلے سے طے شدہ شرح سود پر ملتا ہے۔ جس دور میں قرآن مجید کا نزول ہوا اس زمانے میں طرح طرح کے سود پر مبنی لین دین رائج تھے۔ ایسے ہی ایک لین دین میں ایک بیچنے والا شامل تھا جو کسی چیز کو فروخت کرے گا اور ادائیگی کے لیے ایک آخری تاریخ مقرر کرے گا، اس شرط کے ساتھ کہ اگر خریدار اس وقت کے اندر ادائیگی نہیں کرتا ہے، تو بیچنے والا آخری تاریخ بڑھا دے گا لیکن اس چیز کی قیمت بڑھا دے گا۔ ایک اور مثال یہ تھی کہ جب ایک فرد نے دوسرے کو رقم ادھار دی، قرض لینے والے کو اس سے زیادہ رقم واپس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو ابتدائی طور پر ایک مخصوص مدت کے اندر لیا گیا تھا۔ تیسری قسم کے لین دین میں قرض لینے والے اور بیچنے والے کے درمیان معاہدہ ہوتا ہے، جہاں قرض لینے والا ایک مقررہ سود کی شرح پر ایک مخصوص مدت کے اندر قرض کی ادائیگی کرے گا۔ اگر قرض لینے والا ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے، تو قرض دہندہ ادائیگی کی مدت میں توسیع کرے گا لیکن شرح سود میں اضافہ کرے گا۔ یہاں جن احکامات کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اس طرح کے لین دین سے متعلق ہیں۔

جو لوگ غلط عقیدہ رکھتے ہیں وہ جائز سرمایہ کاری اور مالی مفاد سے حاصل ہونے والے منافع میں فرق نہیں کرتے۔ یہ غلط فہمی کچھ لوگوں کو یہ سوال کرنے کی طرف لے جاتی ہے کہ کاروباری سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے منافع کو کیوں جائز سمجھا جاتا ہے جبکہ قرض سے حاصل ہونے والے منافع کو کیوں نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب کوئی فرد اپنی دولت کو براہ راست سرمایہ کاری کرنے کے بجائے قرض دیتا ہے تو قرض لینے والے کو حاصل ہونے والے منافع میں حصہ لینے کی اجازت ہونی چاہیے۔ تاہم، وہ اس حقیقت کو نظر انداز کرتے ہیں کہ ہر کاروباری کوشش میں موروٹی خطرات ہوتے ہیں، اور کوئی بھی سرمایہ کاری منافع کی ضمانت نہیں دے سکتی۔ نتیجتاً، ممکنہ نقصانات سے محفوظ رہتے ہوئے تمام حالات میں فائنانسر کے لیے ایک مقررہ منافع کا حقدار ہونا ناانصافی ہے۔ یہ غیر مساوی ہے کہ جو لوگ اپنے وسائل کی سرمایہ کاری کرتے ہیں انہیں ایک مقررہ شرح پر گارنٹی شدہ منافع نہیں ملتا، جبکہ قرض دہندگان نقصانات سے مکمل طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور ایک مقررہ واپسی کی یقین دہانی کراتے ہیں۔

ایک عام حلال لین دین میں، ایک خریدار بیچنے والے سے خریدی گئی پروڈکٹ سے فائدہ اٹھاتا ہے، جسے بدلے میں اس چیز کو بنانے میں ان کے وقت اور محنت کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس سود پر مبنی لین دین میں، فوائد کا تبادلہ متوازن نہیں ہوتا ہے۔ سود وصول کرنے والا فریق اپنے منافع کو یقینی بناتے ہوئے قرض کی ادائیگی کے طور پر پہلے سے طے شدہ رقم حاصل کرتا ہے۔ قرض لینے والا، قرضے کے فنڈز استعمال کرنے کے قابل ہونے کے باوجود، ہمیشہ منافع حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر ادھار کی رقم ضروریات زندگی پر خرچ کی جائے تو کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر فنڈز کی سرمایہ کاری کی جاتی ہے، تب بھی نفع یا نقصان کا امکان رہتا ہے۔ اس طرح، سود پر مبنی لین دین کا نتیجہ یا تو ایک فریق کے لیے نقصان اور دوسرے کے لیے منافع، یا ایک فریق کے لیے یقینی منافع اور دوسرے کے لیے غیر یقینی نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لیے حلال تجارت کو مالی سود کے برابر نہیں کیا جا سکتا۔

مزید برآں، سود کا وزن قرض لینے والوں کے لیے ادائیگی کے عمل کو نمایاں طور پر پیچیدہ بناتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اصل قرض اور اس کے جمع شدہ سود کے تصفیہ کے لیے اضافی قرض لینے پر مجبور پا سکتے ہیں۔ سود کی نوعیت کی وجہ سے، بقایا رقم قرض کی ادائیگی کے بعد بھی برقرار رہ سکتی ہے۔ یہ مالی تناؤ افراد کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے ضروری وسائل حاصل کرنے سے روک سکتا ہے، جس سے جسمانی اور ذہنی صحت کے مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اس طرح کے نظام میں، دولت امیروں کے درمیان مرکوز ہوتی ہے، جب کہ کم خوش قسمت کو ان کی مالی حیثیت میں کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگرچہ مالی مفاد کے ساتھ مشغول ہونا سطحی طور پر کسی فرد کی دولت کو بڑھانے کے لیے ظاہر ہو سکتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں خالص نقصان ہوتا ہے۔ یہ نقصان مختلف طریقوں سے ظاہر ہو سکتا ہے، جیسے کہ جائز کاروباری مواقع کا ضبط کرنا جن کا تعاقب کیا جا سکتا تھا اگر وہ مالی مفاد سے گریز کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دولت کو نامکمل حصول کی طرف ہدایت دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر، انہیں صحت کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو انہیں اپنے ناجائز منافع کو خرچ کرنے پر مجبور کرتے ہیں، اور انہیں اپنے وسائل کو ان طریقوں سے استعمال کرنے سے روکتے ہیں جو ان کی اقدار کے مطابق ہوں۔

مزید یہ کہ اس نقصان کی ایک روحانی جہت بھی ہے۔ وہ جتنا زیادہ مالی مفاد میں مشغول ہوتے ہیں اتنا ہی ان کا لالچ تیز ہوتا جاتا ہے، اور وہ اپنی مادی دولت کے باوجود ہمیشہ کے لیے غیر مطمئن رہتے ہیں۔ یہ افراد اپنے آپ کو دنیاوی فکروں میں مشغول پا سکتے ہیں، حقیقی اطمینان حاصل کرنے سے قاصر ہیں، کیونکہ وہ حلال کمائی سے وابستہ نعمتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ چکر انہیں سود اور دیگر ذرائع سے مزید ناجائز دولت حاصل کرنے پر بھی مجبور کر سکتا ہے۔ بعد کی زندگی میں اس کے نتائج اور بھی زیادہ واضح ہیں۔ قیامت کے دن وہ خالی ہاتھ کھڑے ہوں گے، کیونکہ کوئی بھی نیک عمل جو ناجائز طریقوں سے جڑا ہوا ہو، جیسے کہ ناجائز مال سے چلنے والے خیراتی کام، اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوں گے۔ یہ واضح ہے کہ ایسے افراد قیامت کے دن اپنے آپ کو کہاں پائیں گے۔

جائز کاروباری لین دین اور مفاد پرستی کے درمیان ایک اہم فرق موجود ہے۔ سابقہ معاشرے میں مثبت کردار ادا کرتا ہے، جبکہ مؤخر الذکر اس کے بگاڑ کا باعث بن سکتا ہے۔ اپنی فطرت سے، خود غرضی لالچ، خود غرضی، بے حسی اور دوسروں کے ساتھ ظلم کو فروغ دیتی ہے۔ یہ دولت کی تعظیم کو

فروغ دیتا ہے، افراد کے درمیان ہمدردی اور یکجہتی کو کمزور کرتا ہے۔ نتیجتاً، اس میں معاشی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے معاشرے کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت ہے۔

اس کے برعکس، صدقہ سخاوت اور ہمدردی کے جذبے سے نکلتا ہے۔ باہمی تعاون اور خیر سگالی کے ذریعے معاشرہ مثبت ترقی کا تجربہ کر سکتا ہے، جس سے اس کے تمام ارکان مستفید ہوتے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ ایک ایسا معاشرہ جس میں افراد خود غرضی سے کام لیتے ہیں، جہاں امیروں کے مفادات عام عوام کے مفادات سے ٹکراتے ہیں، اس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہوتی۔ ایسے ماحول میں باہمی ناراضگی اور عداوت کی جگہ محبت اور ہمدردی کا امکان ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب افراد اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور بعد ازاں اپنی زائد دولت کو خیراتی کوششوں کے لیے مختص کرتے ہیں یا باہمی طور پر فائدہ مند کاروباری سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں تو اس معاشرے میں تجارت، صنعت اور زراعت پروان چڑھے گی۔ یہ ان معاشروں کے مقابلے میں معیار زندگی میں بہتری اور پیداواری صلاحیت میں اضافے کا باعث بنے گا جہاں معاشی سرگرمیاں خود غرض مالی مفادات کی وجہ سے رکاوٹ بنتی ہیں۔

ان کے لالچ کے نتیجے میں، بنی اسرائیل میں سے بہت سے لوگ دوسروں کا مال ناجائز طریقے سے لے لیتے تھے، جیسے رشوت اور جھوٹ کے ذریعے۔ باب 4 النساء، آیت 161

اور ان کا لوگوں کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔“

غیر قانونی طریقوں کی بنیاد جو دوسرے لوگوں کی املاک کی چوری کا باعث بنتی ہے لالچ اور قیادت کی خواہش ہے۔ دولت اور طاقت سے زیادہ لگاؤ سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ ایسی خواہشات کسی

کے ایمان کو کمزور کر سکتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2376 میں درج ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ مال و دولت کا حصول ایمان کے لیے اس تباہی 2376 سے زیادہ نقصان دہ ہے جو بکریوں کے ریوڑ پر دو بھیڑیے بھیڑیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ جو لوگ ان مادی فوائد کی خواہش رکھتے ہیں وہ ان کو حاصل کرنے کے لیے اپنے عقائد سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ دولت اور اختیار کی تلاش میں، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر سکتے ہیں، ان چیزوں کو حاصل کرنے اور برقرار رکھنے کے عمل میں، خاص طور پر عصر حاضر میں۔ ایسی چیزوں کی خواہش جتنی زیادہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تجاوز کرنے اور دوسروں پر ظلم کرنے کا امکان اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ تاریخی شواہد اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ افراد نے اقتدار اور دولت کو محفوظ بنانے کے لیے کیے گئے انتہائی اقدامات بشمول بے گناہوں کا ناحق قتل۔ ایک مسلمان کو اس کے بجائے حلال آمدنی حاصل کرنے پر توجہ دینی چاہیے جو ان کی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق ہو۔ اگر انہیں قیادت کا عہدہ دیا جاتا ہے تو انہیں اس طریقے سے عمل کرنا چاہیے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے اور دوسروں کے لیے سکون کا باعث ہو۔ اس کے برعکس، جیسا کہ تاریخ نے دکھایا ہے، دولت اور اختیار کا غلط استعمال بالآخر فرد کے لیے تناؤ، مشکلات اور چیلنجوں کا باعث بنے گا، چاہے یہ نتائج ان پر یا ان کے آس پاس کے لوگوں پر فوری طور پر ظاہر نہ ہوں۔ اس دنیا میں ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا غلط استعمال ان کی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن پیدا کرنے کا سبب بنے گا اور ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر لے جائے گا اور آخرکار ان کی قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ بن جائے گی۔ یہ انتشار دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کا تجربہ کر سکے۔ اس کے علاوہ روز قیامت عدل قائم ہو گا۔ نتیجتاً، ظالم مجبور ہو جائے گا کہ وہ اپنے اعمال صالحہ کو اپنے شکار کو منتقل کرے، اور اگر ضرورت پڑے تو وہ اپنے مظلوم کے گناہوں کو اس وقت تک لے گا جب تک کہ انصاف نہ ہو جائے۔ یہ بالآخر ظالم کو قیامت کے دن جہنم میں ڈالنے کا باعث بن سکتا ہے، چاہے اس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پاسداری کی ہو۔ یہ تنبیہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں درج ایک حدیث میں موجود ہے۔

لیکن حسب معمول اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ تمام بنی اسرائیل یا اہل کتاب نے اس کی نافرمانی نہیں کی۔ باب 3 علی عمران، آیات 113-115:

وہ [سب] ایک جیسے نہیں ہیں، اہل کتاب میں ایک جماعت ایسی ہے جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے اور سجدہ کرتی ہے، یہ سب ایک جیسے نہیں ہیں، اہل کتاب میں ایک جماعت ایسی ہے جو کھڑا ہے، اللہ کی آیات کی تلاوت کرتی ہے اور رات کے اوقات میں سجدہ کرتی ہے، اور وہ کبھی بھی عبادت نہیں کرتے۔ اسے ان سے دور کر دیا جائے اور اللہ پر بیزاروں کو جانتا ہے۔

:اور باب 4 النساء، آیات 161-162

اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے، لیکن جو ان میں سے علم میں پختہ ہیں اور ایمان والے اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔“

صرف وہی لوگ جنہوں نے کفر کیا یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے انہیں دنیا میں سزا ملی اور آخرت میں بھی سزا دی جائے گی۔ لہذا یہ آیات چند لوگوں کے رویے کی بنیاد پر پورے گروپ کے بارے میں فیصلے کرنے سے گریز کرنے کی ضرورت پر زور دیتی ہیں، کیونکہ اس طرح کی عمومیت اکثر امتیازی سلوک کا باعث بن سکتی ہے، بشمول نسل پرستی۔ باب 4 النساء، آیت 162

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور مومنین اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل ہوا اور "جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا۔"

یہ مضبوط ایمان کو اپنانے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ یہ انسان کو گمراہی سے روکتا ہے اور اس کے بجائے یہ یقینی بناتا ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت پر قائم رہیں۔ مضبوط ایمان کی پرورش قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں

موجود واضح دلائل و شواہد کے فہم اور اطلاق سے ہوتی ہے۔ یہ مآخذ ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں سکون کا باعث بنتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ اکثر کمزور ایمان کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسے افراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو نظر انداز کرنے کے لیے زیادہ مائل ہوتے ہیں، جب ان کی ذاتی خواہشات الہی ہدایت سے ٹکرا جاتی ہیں، کیونکہ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں سونپ دینا دونوں جہانوں میں باطنی سکون کا باعث بنے گا۔ لہذا، اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے ایمان میں پختہ یقین پیدا کرنا بہت ضروری ہے، جو افراد کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عقیدت میں ثابت قدم رہنے کے قابل بنائے گا۔ اس لگن میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو بروئے کار لانا، بالآخر اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ وہ متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے اور اپنی زندگی میں اپنے تعلقات اور دنیاوی چیزوں کو مناسب طور پر ترجیح دے کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کی اس اطاعت کے چند اہم پہلوؤں کا تذکرہ پھر زیر بحث آیات میں کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 162

”...اور نماز قائم کرنے والے“

فرض نمازوں کے نفاذ کا تقاضا ہے کہ وہ ان کی مکمل شرائط اور مناسب آداب کے مطابق ادا کی جائیں، بشمول ان کے مقررہ اوقات کی پابندی۔ قرآن پاک مسلسل ان نمازوں کو قائم کرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے انتہائی اہم عملی اظہار کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مزید برآں، روزانہ کی دعائیں، جو پورے دن میں پھیلی ہوئی ہیں، قیامت کے دن کی مستقل یاد دہانی کے طور پر کام کرتی ہیں اور اس دن سے منسلک فرض نماز کے ہر حصے کے ساتھ اس کی تیاری میں مدد کرتی ہیں۔ جب ایک فرد نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ قیامت کے دن: باب 83 المطففین، آیات 4-6 اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیش کرے گا۔

کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے، ایک عظیم دن کے لیے جس دن انسان رب "العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟

جب وہ جھکتے ہیں، تو یہ انہیں بہت سے لوگوں کی یاد دلاتا ہے جن پر قیامت کے دن تنقید کی جائے گی، کہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ نہ کیا۔ باب 77 المرسلات: آیت 48

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے۔

یہ تنقید زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پوری طرح عمل کرنے میں ناکامی کو بھی بتاتی ہے۔ نماز کے دوران سجدہ کا عمل اس دعوت کی یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے جو لوگوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے پیش کیا جائے گا۔ تاہم، وہ لوگ جو اپنی زمینی زندگی کے دوران، ہر شعبے میں اُس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے، مناسب طریقے سے اُس کے سامنے سرتسلیم خم کرنے میں ناکام رہے، وہ خود کو قیامت کے دن ایسا کرنے سے: باب 68 القلم، آیات 42-43 قاصر پائیں گے۔

جس دن حالات سنگین ہو جائیں گے، انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے روکا جائے گا، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہے، اور انہیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا جب وہ ٹھیک تھے۔

جب کوئی نماز میں گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہے، تو یہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ وہ اپنے انجام سے ڈرتے ہوئے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس مقام پر کیسے بیٹھے ہوں گے۔ باب 45 الجاثیہ، آیت 28

اور تم ہر امت کو گھٹتے ٹیکتے ہوئے دیکھو گے اور ہر قوم کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا کہ آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

جو ان عناصر کو ذہن میں رکھ کر نماز پڑھے گا وہ اپنی نماز کو صحیح طور پر قائم کرے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ نماز کے درمیان خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ باب 29: العنکبوت، آیت 45

“...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے”

اس عہد میں کسی فرد کو دی گئی نعمتوں کو اس طریقے سے استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔

مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2618 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ فرض نمازوں کو نظرانداز کرنے سے ایمان اور کفر کے درمیان لکیر کھینچی جاتی ہے۔ جو لوگ ان نمازوں کو ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جانے سے محتاط رہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایمان ایک ایسے پودے سے مشابہت رکھتا ہے جسے پھلنے پھولنے اور زندہ رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ایک پودا جس میں سورج کی روشنی جیسے اہم عناصر کی کمی ہوتی ہے وہ مرجھا جائے گا اور مر جائے گا، اسی طرح ایک فرد کا ایمان بھی کم ہو سکتا ہے اور بالآخر غائب ہو سکتا ہے اگر اسے اطاعت کے کاموں سے تعاون نہ کیا جائے۔ یہ سب سے اہم نقصان کی طرف جاتا ہے

”...اور زکوٰۃ دینے والے“

واجب صدقہ کسی فرد کی مجموعی آمدنی کے صرف ایک معمولی حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور ایک مخصوص حد تک پہنچنے کے بعد اسے لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ اس خیراتی ذمہ داری کا ایک اہم مقصد مسلمانوں کو یہ یاد دلانا ہے کہ ان کی دولت واقعی ان کی ملکیت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو انہیں اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرنے کی آزادی ہوگی۔ یہ دولت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے اور اس لیے اس کی رضائے الہی کے مطابق استعمال ہونا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ ہر نعمت جس کے پاس ہے وہ محض ایک عارضی قرض ہے جو اس کے حقدار، اللہ تعالیٰ کو واپس کرنا ضروری ہے۔ اس واپسی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب لوگ اپنی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرتے ہیں جو اللہ کو پسند کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس ضروری حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس طرح کام کرتے ہیں کہ گویا ان کی نعمتیں بشمول ان کی دولت، مکمل طور پر ان کی اپنی ہے۔ اس طرح مطلوبہ صدقہ دینے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ انہیں ان لوگوں کی طرح نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا جو دنیاوی قرض ادا نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو لوگ اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کریں گے ان کا سامنا ایک بڑے زہریلے سانپ سے ہوگا جو انہیں قیامت کے دن مسلسل ڈستا رہے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ ان کو دیا ہے اس سے باز رہنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لیے بدتر ہے، قیامت کے دن ان کی گردنوں میں وہ چیز گھیرے گی جس سے انہوں نے روک رکھا تھا۔“

اس دنیا میں وہ دولت جس کو وہ لازمی صدقہ میں حصہ ڈالنے میں کوتاہی کرتے ہیں بالآخر ان کی پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتے ہیں کیونکہ وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کا دعویٰ ہے۔ باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

باب 4 النساء، آیت 162

لیکن ان میں سے جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور ایمان والے اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل " کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا، اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور "یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ، بزرگی اور یوم جزا پر ایمان کو اللہ تعالیٰ کی عملی اطاعت کے بعد رکھا گیا ہے، جیسا کہ فرض نماز اور واجب صدقہ اس بات پر زور دینے کے لیے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی عملی طور پر اطاعت نہ کر لے، اللہ تعالیٰ پر، اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لا سکتا۔ اسلام میں عقیدے کا بولا ہوا اثبات بہت کم وزن رکھتا ہے جب تک کہ اس کی تائید متعلقہ اعمال سے نہ ہو۔ ان اعمال کے ذریعے ہی لوگ اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں انعامات اور رحمت حاصل کرتے ہیں۔ جس طرح ایک درخت جو پھل دیتا ہے تب ہی قیمتی سمجھا جاتا ہے جب وہ پھل لاتا ہے، اسی طرح ایمان بھی اس وقت اہمیت رکھتا ہے جب اس کی جھلک نیک اعمال میں ہو۔ درحقیقت جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کو عمل کے ساتھ پیش کرنے میں ناکام رہتا ہے وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہونے کے شدید خطرہ میں ہے۔ یہ

سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایمان ایک پودے کی طرح ہے جسے پھلنے پھولنے اور برقرار رہنے کے لیے اطاعت کے عمل کے ذریعے پرورش کی ضرورت ہے۔ ایک پودے کی طرح جو کافی سورج کی روشنی حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے بعد مرجھا جاتا ہے اور کسی فرد کا ایمان بھی کمزور اور مر سکتا ہے اگر اس طرح کے اعمال کی حمایت نہ کی جائے۔ یہ سب سے گہرے نقصان کی نشاندہی کرتا ہے۔

باب 4 النساء، آیت 162

“...اور اللہ پر ایمان رکھنے والے ”

درحقیقت، افراد اپنی زندگی میں جس ہستی یا تصور کی پیروی اور تقلید کرنے کا انتخاب کرتے ہیں وہ وہی ہے جس کی وہ مؤثر طریقے سے پوجا کرتے ہیں، خواہ ان کے زبانی دعووں سے قطع نظر۔ انسان فطری طور پر کسی چیز پر قائم رہنے اور اس کی پیروی کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں، خواہ باب 25 وہ دوسرے افراد ہوں، سوشل میڈیا، رجحانات، ثقافتی اصول، یا حتیٰ کہ ان کی ذاتی خواہشات۔
الفرقان، آیت 43

“کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟”

ایک شخص کی عبادت کا تعین اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ کس کی اطاعت اور پیروی کا انتخاب کرتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے ایمان کے زبانی اثبات کو ایسے اعمال کے ساتھ مکمل کریں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو ظاہر کرتے ہوئے، اس کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس میں ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا ہے جو اللہ کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن

پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس طرز پر چلتے ہیں وہ رحمن کی طرف سے سکون اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 163

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری ہستیوں کی عبادت اور اطاعت کا انتخاب کرتے ہیں وہ اس رحمت سے محروم ہو جائیں گے جو دنیا اور آخرت دونوں میں سکون اور کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ یہ بات درست رہتی ہے خواہ وہ تمام دنیاوی دولت کے مالک ہوں اور لذت کے لمحات سے لطف اندوز ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور حاکمیت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

آسمانوں اور زمین کی تشکیل کے ساتھ ساتھ متعدد پیچیدہ متوازن نظاموں کا جائزہ لینے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کائنات کی تخلیق اور دیکھ بھال دونوں کے لیے ایک واحد ہستی ذمہ دار ہے۔ اس کی ایک اہم مثال سورج اور زمین کے درمیان درست فاصلہ ہے۔ اس فاصلے میں کوئی معمولی تبدیلی زمین کو ناقابل رہائش بنا دے گی۔ اسی طرح، زمین کو ایک متوازن اور قدیم ماحول کو فروغ دینے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، جس سے زندگی کو پھلنے پھولنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

“...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

دن اور راتوں کا درست وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، افراد کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے قابل بناتا ہے۔ لمبے گھنٹے کی وجہ سے دن میں توسیع تھکاوٹ کا باعث بن سکتی ہے، جبکہ لمبی راتیں روزی کمانے اور قیمتی علم حاصل کرنے کے لیے دستیاب وقت کو محدود کر سکتی ہیں۔ اس کے برعکس، چھوٹی راتیں مناسب آرام کو روک سکتی ہیں، زیادہ سے زیادہ صحت کو روک سکتی ہیں۔ مزید برآں، دن اور رات کے دورانیے میں ردوبدل سے زرعی پیداوار پر اثر پڑے گا، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے رزق پر منفی اثر پڑے گا۔ کائنات کے اندر دنوں، راتوں اور دیگر متوازن نظاموں کا ہم آہنگ عمل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے واضح ثبوت کے طور پر کام کرتا ہے، کیونکہ متعدد معبودوں کی موجودگی متضاد خواہشات کا باعث بنتی ہے، جو باب 21 الانبیاء، آیت 22 بالآخر کائنات میں بگاڑ کا باعث بنتی ہے۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”
ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔

بے عیب متوازن پانی کے چکر کا مشاہدہ ایک خالق کے وجود کی سختی سے نشاندہی کرتا ہے۔ پانی سمندر سے بخارات بنتا ہے، چڑھتا ہے، اور بعد میں گاڑھا ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں تیزابی بارش ہوتی ہے جو پہاڑوں پر پڑتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو بے اثر کرنے، اسے انسانوں اور جانوروں کے استعمال اور زراعت کے لیے موزوں بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس باریک ٹیوں سسٹم میں کوئی بھی تبدیلی زمین پر انسانوں اور جنگلی حیات دونوں کے لیے تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔ سمندر کی نمکینی پانی کو آلودہ کرنے سے سمندری حیاتیات کے گلنے سے روکتی ہے۔ اگر سمندر آلودہ ہو جائے تو سمندری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نجاست زمینی زندگی کو بھی بری طرح متاثر کرے گی۔ سمندری پانی کی ساخت ایسی ہے کہ یہ پھلتے پھولتے سمندری ماحولیاتی نظام کی حمایت کرتا ہے جبکہ بڑے جہازوں کو اس کی سطح پر تشریف لے جانے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ پانی کی ساخت میں ہلکی سی تبدیلی اس توازن میں خلل ڈال سکتی ہے، جس کے نتیجے میں یا تو پھلتا پھولتا سمندری ماحول یا بحری جہازوں کے لیے پانی سے گزرنے کی صلاحیت، لیکن دونوں بیک وقت نہیں۔ آج بھی، بحری نقل و حمل عالمی سامان کی تقسیم کا ایک اہم طریقہ ہے۔ اس طرح، یہ نازک توازن زمین پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

ارتقاء، جس کی خصوصیت اٹیریورتن ہے، فطری طور پر نامکمل ہے۔ تاہم، بے شمار پرجاتیوں کا جائزہ لینے پر، کوئی یہ مشاہدہ کر سکتا ہے کہ انہیں اپنے متعلقہ ماحول میں پھلنے پھولنے کے لیے پیچیدہ طریقے سے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، اونٹ کو خاص طور پر انتہائی گرمی کو برداشت کرنے کے لیے ڈھال لیا گیا ہے اور وہ پانی کے بغیر طویل عرصے تک زندہ رہ سکتا ہے: باب 88 الغاشیہ، آیت 17 جس سے یہ صحرائی رہائش کے لیے مثالی طور پر موزوں ہے۔

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کی اناتومی کو پیچیدہ طریقے سے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے کہ اس کے جسم میں موجود کوئی بھی نجاست اس کے پیدا کردہ دودھ سے مؤثر طریقے سے الگ ہو جائے۔ اگر یہ دونوں آپس میں مل جائیں تو دودھ پینے کے قابل نہیں ہو جائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 66

اور درحقیقت تمہارے لیے مویشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

ہر پرجاتیوں کو ایک الگ زندگی کا دورانیہ تفویض کیا جاتا ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی ایک نسل دوسروں پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتی۔ مثال کے طور پر، مکھیاں صرف 3 سے 4 ہفتوں تک زندہ رہتی ہیں اور اپنے مختصر وجود کے دوران 500 تک انڈے پیدا کر سکتی ہیں۔ اگر ان کی زندگی کا دورانیہ بڑھا دیا گیا تو، مکھیوں کی آبادی غیر متوازن ہو سکتی ہے، ممکنہ طور پر دیگر تمام پرجاتیوں پر غالب آ سکتی ہے۔ اس کے برعکس، نمایاں طور پر طویل عمر کے حامل دوسرے جانداروں کی اولاد کم ہوتی ہے، جو ان کی آبادی کو منظم کرنے میں مدد کرتی ہے۔ یہ پیچیدہ توازن اتفاقی معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مکمل طور پر ارتقاء کے عمل سے محاسبہ کیا جا سکتا ہے۔ باب: البقرہ، آیت 164 2

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوائیں ہوا کی آلودگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، فصلوں، پودوں اور درختوں کی افزائش میں سہولت فراہم کرتی ہیں۔ تاریخی طور پر، سمندری نیویگیشن کے لیے ہوائیں بہت اہم تھیں، اور وہ عالمی سطح پر سامان کی نقل و حمل کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ مزید برآں، بارش کے بادلوں کی مخصوص علاقوں میں نقل و حرکت کے لیے ہوائیں ضروری ہیں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ زندگی کی بقا کے لیے پانی دستیاب ہو، جو کہ ناگزیر ہے۔ زمین ہواؤں کے ایک باریک نظام کی نمائش کرتی ہے۔ ہواؤں کی عدم موجودگی کا نتیجہ خرابی کا باعث بنے گا، جب کہ ضرورت سے زیادہ ہوائیں اسی طرح تخلیق کے توازن میں خلل ڈالیں گی۔ اسی طرح، بارش کو بھی احتیاط سے منظم کیا جاتا ہے؛ ناکافی بارش خشک سالی اور قحط کا باعث بن سکتی ہے، جب کہ زیادہ بارش تباہ کن سیلاب کا باعث بن سکتی ہے۔

باب 23 المومنون، آیت 18

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے ”
“پر بھی قادر ہیں۔

یہ بے عیب متوازن نظام موقع کا نتیجہ نہیں ہو سکتا اور بلا شبہ ایک خالق کے اثر کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو بھی ان بے عیب متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے وہ عقلی طور پر ایک واحد خالق کے وجود کی تردید نہیں کر سکتا جو وجود کے تمام پہلوؤں پر غلبہ رکھتا ہے۔ لہذا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت کرنی چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک فرد جس حد تک اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر اس کے یقین کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ پر سچا مومن، قیامت کے دن اپنے اعمال کی جوابدہی کا قائل ہے۔ یہ یقین انہیں عملی تیاریوں کے ذریعے اپنے ایمان کو مجسم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہو

اور اللہ تعالیٰ کو خوش ہو۔ باب 4 النساء، آیت 162

اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔“

جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے، کائنات کے اندر بے شمار نشانیاں قیامت کی آنے والی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اللہ، عالی، ویران زمین کو زندہ کرنے اور غیر فعال بیجوں کو بیدار کرنے کے لیے بارش کا استعمال کرتا ہے، انہیں پھلنے پھولنے اور تخلیق میں حصہ ڈالنے کے قابل بناتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس انسانی روح کو زندہ کرنے کی طاقت ہے جو کہ زمین میں دفن ہے، ایک بیج کی طرح جو زندگی میں ابھرتا ہے۔ موسموں کی تبدیلی قیامت کے لیے ایک واضح استعارہ کا کام کرتی ہے۔ مثال کے طور پر، سردیوں میں، درخت اپنے پتے جھاڑ دیتے ہیں، جس سے بے جان ہونے کا تاثر ملتا ہے۔ تاہم، بعد کے موسموں میں، نئے پتے نمودار ہوتے ہیں، جو درختوں کی زندگی کو بحال کرتے ہیں۔ مزید برآں، تمام جانداروں کی نیند جاگنے کا چکر قیامت کے تصور کی مثال دیتا ہے۔ نیند کو موت کی ایک شکل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، کیونکہ سونے والے کے حواس عارضی طور پر، غیر فعال ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، پھر اس فرد کی روح کو بیدار کرتا ہے جس کا مقدر زندہ رہنا ہے، اس طرح انہیں ان کی نیند سے زندہ کرتا ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42

اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحوں کو ان کی نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا حکم دیا ہے ان کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے "نشانیاں ہیں۔"

اس کے علاوہ، آسمانوں اور زمین کی تشکیل پر حکومت کرنے والے احتیاط سے متوازن نظاموں کا تجزیہ کرنے پر، ایک اہم تضاد واضح ہو جاتا ہے: انسانیت کا برتاؤ۔ جو لوگ نیک اعمال انجام دیتے ہیں وہ اکثر اس زندگی میں اپنا پورا اجر حاصل نہیں کر پاتے ہیں، جبکہ جو لوگ غلط کاموں میں ملوث ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال کے مکمل نتائج سے بچ جاتے ہیں، یہاں تک کہ قانونی سزاؤں کا سامنا کرتے ہوئے بھی۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا معقول ہے کہ واحد خالق، اللہ تعالیٰ، جس نے کائنات کے دیگر تمام پہلوؤں میں توازن قائم کیا ہے، بالآخر انسانی رویے میں پائے جانے والے تضادات کو دور کر دے گا۔ اس

،اصلاح کے لیے انسانی اعمال کو روکنا چاہیے۔ یہ اہم لمحہ قیامت کے دن کے طور پر جانا جاتا ہے جب تمام اعمال کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور ہمیشہ کے لئے متوازن ہو جائے گا

چنانچہ ایک فرد جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے سرگرم عمل نہیں ہے، اس طرح روز قیامت کے لیے مناسب تیاری کرنے میں کوتاہی کرتا ہے، اسے اپنے ایمان کا تنقیدی جائزہ لینا چاہیے۔ ان کے اعمال صالحہ کی عدم موجودگی: اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ان کے یقین میں کمی کی دلیل ہے۔ باب 4 النساء، آیت 162

لیکن ان میں سے جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور ایمان والے اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل" کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر اپنے ایمان کو عمل سے ثابت کریں گے۔ اس میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ افراد ذہنی اور جسمانی تندرستی کی متوازن حالت کو حاصل کریں اور انہیں اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دینے کا سبب بنیں گے جبکہ قیامت کے دن اپنے جوابدہی کے لیے مناسب تیاری کریں گے۔ جیسا کہ آیت 162 کے آخر میں اشارہ کیا گیا ہے، نتیجے کے طور پر، یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔ باب 4 النساء، آیت 162

”جن کو ہم اجر عظیم دیں گے۔“

پچھلی آیات میں بنی اسرائیل کے بعض لوگوں پر سخت تنقید کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہے۔ ان کی نافرمانی کی جڑ تکبر تھی۔ ان کے تکبر کی جڑ ان کے حسب نسب کی وجہ سے باقی بنی نوع انسان سے برتر ہونے کے دعوے میں تھی جس نے ان کے مطابق انہیں اللہ تعالیٰ کا: باب 5 المائدة، آیت 18 پسندیدہ اور محبوب بنا دیا۔

لیکن یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی اولاد اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے انسان ہو، وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

ان کے تکبر نے انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور دوسروں پر ظلم کرنے پر مجبور کیا، اور ایسا کرنے کے اپنے حق کے قائل تھے، جیسا کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ، بزرگی اور انسانیت کے حکمرانوں کا پسندیدہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کے دنیاوی مرتبے کو بلند کرنے کی جستجو میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلت اور غربت میں مبتلا کر دیا۔ جب تک اہل کتاب اپنی برتری کا عقیدہ برقرار رکھیں گے، وہ اللہ تعالیٰ اور اپنے ساتھی انسانوں کی طرف تکبر پر قائم رہیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ وقت کے ساتھ ساتھ ان پر ذلت و رسوائی لاتا رہے گا، خواہ ان کی طرف سے یا دوسروں کی طرف سے اس پر کوئی توجہ نہ ہو۔ باب 17 الاسراء، آیت 4

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں پہنچا دیا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور تم ”ضرور بڑے تکبر کو پہنچ جاؤ گے۔“

:اور باب 7 الاعراف، آیت 167

اور جب آپ کے رب نے اعلان کیا کہ وہ ان پر قیامت تک ایسے لوگوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں "بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے، یقیناً آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے، لیکن بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس باطل عقیدہ کے ذریعے تکبر کو اپناتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کریں، ورنہ وہ جہاں بھی جائیں گے ذلت و رسوائی کا شکار ہوں گے۔ باب 3 علی عمران، آیت 112:

اللہ کی طرف سے ایک رسی [یعنی عہد] اور لوگوں کی طرف سے ایک رسی [یعنی معاہدہ] کے علاوہ جہاں بھی ان کو پکڑا گیا [اللہ کی طرف سے] ذلیل و خوار ہوئے اور انہوں نے اللہ کی طرف سے اپنے آپ پر غصہ نکالا اور مفلس ہو گئے، یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا اور انبیاء کو ناحق قتل کیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل بعض آسمانی تعلیمات اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے تھے اور بعض پر کفر کرتے تھے۔ انہوں نے اس طرح برتاؤ کیا جیسا کہ ان کی دنیاوی خواہشات بعض آسمانی تعلیمات اور انبیاء علیہم السلام کے خلاف تھیں۔ نتیجتاً وہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہو گئے۔ باب النساء، آیات 150-151 4

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں "تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو کافر کرتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، وہی لوگ کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ ہر آسمانی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی بنیادی تعلیم کے ساتھ آئے ہیں جن کو قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے اگر انسان دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرنا چاہتا ہے۔ باب 4 النساء، آیات 163-164

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے، جیسا کہ ہم نے نوح اور ان کے بعد کے انبیاء پر وحی کی تھی، اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان پر وحی کی تھی اور داؤد کو ہم نے کتاب دی تھی [زبور کی کتابیں] جن کے بارے میں ہم نے [زبور کی] کہانیاں بھیجی ہیں۔ تم سے پہلے اور ان رسولوں سے جن کے بارے میں ہم نے تم سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے بات کی۔

قرآن کریم کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق چند چنیدہ واقعات کا تذکرہ ہے اور ان واقعات کے بارے میں صرف کچھ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ دنیوی کتابوں کے برعکس، جیسے کہ تاریخ کی کتابیں، قرآن پاک میں غیر ضروری حقائق اور اعداد و شمار کا ذکر نہیں ہے کیونکہ اس کا کردار لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے جو واقعات اس کے زیر بحث ہیں۔ بعض صورتوں میں، بعض واقعات کو قرآن کریم کے مختلف ابواب میں دہرایا جاتا ہے جس کا مقصد قرآن کریم کے باب کے سیاق و سباق اور اس کے زمانہ کے لحاظ سے مختلف اسباق کو اجاگر کرنا ہے جس میں یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اس کے علاوہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کا براہ راست تعلق اہل کتاب سے ہے ان کے بارے میں ان کی تعلیمات کو درست کرنے کے لیے گفتگو کی گئی جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تدوین ہوتی رہی۔ اسلام اور اہل کتاب کے درمیان یہ مشترک بنیاد انہیں حق کی طرف واپس لانے کا ایک اور طریقہ تھا۔ اس منفرد اور معجزاتی انداز فکر کو سراہنے کے لیے قرآن پاک کے اندر ان واقعات کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ قرآن پاک کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے پر ان کا ایمان مضبوط ہو۔ کسی کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی وہ اس کی تعلیمات کو سیکھے گا اور اس پر عمل کرے گا۔ مزید برآں، قرآن پاک کے اندر اسباق کو سیکھنے سے انسان کو صبر، شکر اور ذہنی طاقت جیسی مثبت خصوصیات کو اپنانے میں مدد ملے گی، اور منفی خصوصیات جیسے لالچ، غرور اور حسد سے بچیں گے۔ مضبوط ایمان اور اچھا کردار اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں جو انہیں ہر حال میں عطا کی گئی ہیں۔ یہ طریقہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ افراد ذہنی اور جسمانی تندرستی کی متوازن حالت حاصل کریں اور یہ انہیں اس قابل بنائے گا کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے ترجیح دے سکیں

جبکہ روز قیامت اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کریں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔

:باب 4 النساء، آیت 164

”اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے براہ راست گفتگو کی۔“

مسلمانوں کو اس بات کی قدر کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی صورت میں پوری انسانیت کو اپنی تقریر سے نوازا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے کلام کا مطالعہ کر کے اس قدر تعریف کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ معجزہ کا کچھ حصہ شیئر کر سکیں۔ لہذا اس سے مستفید ہونے کے لیے قرآن کریم کے مختلف پہلوؤں کو پورا کرنا چاہیے۔ وہ اسے صحیح اور باقاعدگی سے پڑھیں۔ انہیں سمجھنا چاہیے اور پھر اس پر خلوص نیت سے عمل کرنا چاہیے۔ لہذا اس کو صرف اس زبان میں پڑھنا کافی نہیں ہے جس کی سمجھ میں نہیں آتا، کیونکہ قرآن کریم تلاوت کی کتاب نہیں ہے، بلکہ یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ اس سے رہنمائی اسی وقت حاصل کی جا سکتی ہے جب کوئی اس پر عمل کرے، جس طرح نقشہ صرف اس وقت کسی منزل کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے جب اس پر عمل کیا جائے۔ اور نہ ہی کسی کو اسے دنیاوی فائدے کے لیے استعمال کرنا چاہیے، جس کے ذریعے وہ بار بار بعض آیات کی تلاوت کرتے ہیں جس کا مقصد کوئی دنیاوی چیز حاصل کرنا ہے، جیسے کہ بچہ یا شریک حیات، کیونکہ قرآن کریم کوئی کریڈٹ کارڈ نہیں ہے جسے دنیاوی چیزوں کی خریداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو اس پر صحیح طریقے سے عمل کرتا ہے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں، جس کے نتیجے میں ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی کے اندر صحیح طریقے سے رکھ کر اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے۔

:باب 4 النساء، آیت 165

"... [ہم نے] رسول بھیجے ہیں بشارت دینے والے اور ڈرانے والے"

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ خوشخبری اور تنبیہات صرف اسی کو فائدہ پہنچائیں گی جو ان پر عمل کرتا ہے۔ جو شخص قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کردہ بشارت اور تنبیہات پر عمل کرنے میں ناکام رہے گا، وہ اپنے طرز عمل میں مثبت تبدیلی نہیں لائے گا اور اس کے نتیجے میں وہ اسلامی تعلیمات سے مستفید نہیں ہوں گے۔ اس کے بجائے اسلامی تعلیمات پر ان کا ردعمل نہ ہونا دنیا اور قیامت کے دن ان کے خلاف دلیل بن جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 165

[ہم نے] رسولوں کو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں "کے بعد اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ الہی تعلیمات سے ناواقفیت جیسے عذر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ کسی کو اپنے ساتھ صلح کرنے کی اجازت دے گا کیونکہ اس کے ساتھ صلح صرف اس دنیا میں اسلامی تعلیمات میں دی گئی بشارت اور تنبیہات پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ باب 30 57 اروم، آیت 30 57

پس اس دن ظالموں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی ان سے اللہ کو راضی کرنے کا کہا "جائے گا۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے، اس لیے دونوں جہانوں میں کوئی بھی اپنے اعمال کے نتائج بھگتے سے بچ نہیں پائے گا اور نہ ہی کوئی عذر ان کو فائدہ دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تمام عذروں کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 165

”اور اللہ ہمیشہ سے غالب اور حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں خواہش مندانہ سوچ سے گریز کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔ خواہش مند سوچ کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کی مسلسل بے توقیری سے ہوتی ہے، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ دنیا اور آخرت میں اس کی رحمت اور بخشش کی امید بھی ہوتی ہے۔ اسلام میں ایسی ذہنیت غیر ضروری ہے۔ اس کے برعکس، حقیقی امید میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لیے ایک پرعزم کوشش شامل ہے، جس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کو عطا کی گئی نعمتوں کا استعمال کرنا اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ساتھ اپنے رویے کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا شامل ہے۔ صرف اسی طریقے سے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا حقیقی طور پر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس فرق کو جامع ترمذی نمبر 2459 میں موجود حدیث میں نمایاں کیا گیا ہے۔ لہذا اس فرق کو سمجھنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش میں مستند امید پیدا کرنا، خواہش مندانہ سوچ سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے، کیونکہ آخر الذکر سے دنیا یا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے، اس لیے ان کا اسلام پر ایمان یا کفر اس پر اثر نہیں کرتا، بلکہ یہ دونوں جہانوں میں انہیں نقصان پہنچاتا ہے یا فائدہ دیتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 166

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تم پر نازل کی ہے، اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے۔
”اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور اللہ گواہ کافی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت پر مجبور نہیں کرتا بلکہ صحیح راستے کو غلط راستوں سے الگ کرتا ہے جو لوگ اس تاکہ انسان دونوں جہانوں میں سکون حاصل کر سکے، اگر وہ چاہے اور اختیار کرے۔ بنیادی حقیقت کو نہیں سمجھتے ان میں تکبر کا احساس پیدا ہو سکتا ہے، یہ غلط سوچتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے اور اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا احسان کر رہے ہیں۔ نتیجتاً، ان کا تکبر ان کی اللہ کی حقیقی اطاعت میں رکاوٹ بن سکتا ہے، خاص طور پر جب ان کی ذاتی خواہشات اس کی اطاعت سے ٹکرائیں۔ اس لیے یہ تکبر انہیں گمراہ کر دے گا۔ اس کے برعکس، وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ان کا ایمان اور اطاعت بالآخر خود کو فائدہ پہنچاتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کو فروغ دیتے ہیں، اور اچھے اور برے دونوں وقتوں میں اپنی اطاعت کے پابند رہتے ہیں۔ مشکل حالات میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں گے جبکہ خوشحالی کے وقت شکر گزاری کا مظاہرہ کریں گے۔ نیت میں شکر کا اظہار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ تقریر میں شکر گزاری مثبت تقریر کے ذریعے یا خاموش رہنے کا انتخاب کر کے ظاہر کی جاتی ہے۔ مزید برآں، اعمال میں شکر گزاری میں شامل ہے کہ کسی نے حاصل کی ہوئی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مطابق ہو، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ مزید برآں، صبر کا تقاضا ہے کہ قول و فعل دونوں میں شکایات سے پرہیز کیا جائے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر مسلسل عمل کرتے ہوئے اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہمیشہ ان کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے، چاہے یہ فوری طور پر ظاہر نہ ہو۔

باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن ہو سکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ ”تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہ تمہارے لیے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اس کے نتیجے میں جو شخص ہر حال میں صحیح اخلاق کے مطابق عمل کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ثابت قدمی اور شفقت نصیب ہوتی ہے۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ یہ اصول صحیح مسلم نمبر 7500 میں موجود ایک حدیث میں واضح ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جنہوں نے اسلام کے دلائل اور فوائد کو لوگوں کے لیے واضح کرنے کے بعد صرف اس لیے کہ یہ ان کی دنیاوی خواہشات کے خلاف ہے۔ ان کا رویہ انہیں دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے، یا تو براہ راست یا بالواسطہ، کیونکہ لوگ اکثر دوسروں کے رویے سے آسانی سے متاثر ہوتے ہیں، خاص طور پر اس دن اور سوشل میڈیا کے دور میں۔ باب 4 النساء، آیت 167

بے شک جنہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) (اللہ کی راہ سے روکا وہ یقیناً بہت دور کی گمراہی میں ” چلے گئے۔“

مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب کے علماء اور مکہ کے غیر مسلموں کے پیشوا بھی اسی طرح برتاؤ کرتے تھے۔ انہوں نے واضح طور پر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کیا لیکن اس کو مسترد کر دیا کیونکہ یہ ان کی خواہشات کے خلاف تھا۔

اہل کتاب میں سے اہل علم نے اسلام کی حقانیت کو پہچان لیا، کیونکہ وہ اس کے الہی ماخذ، اللہ تعالیٰ سے واقف تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پہچانا: کیونکہ دونوں کا حوالہ ان کی مقدس کتابوں میں دیا گیا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک] جیسا کہ وہ اپنے [اپنے] بیٹوں کو ”...پہچانتے ہیں

:اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو” جانتے ہیں۔“

صحیفوں کے پیروکاروں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کا اظہار کیا، ان کے سلسلہ نسب کی وجہ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا، بجائے اس کے کہ آپ کے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا وہ تھے۔ ان کا پورا مذہبی ڈھانچہ حسب نسب کی اہمیت کے گرد بنایا گیا تھا، جس کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ انہیں دوسروں پر برتری کا احساس ملتا ہے۔ نتیجتاً، ان کے لیے ایک ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنا اور ان کی پیروی کرنا مشکل ہو گیا، جو کہ ایک مختلف نسب سے تعلق رکھتے تھے، کیونکہ اس سے ان کی تعمیر کردہ برتری کے احاطے کو نقصان پہنچے گا۔

مزید برآں، مکہ کے غیر مسلموں نے عربی زبان میں ماہر ہونے کی وجہ سے تسلیم کیا کہ قرآن مجید کسی انسان کے الفاظ نہیں ہو سکتا۔ اعلان نبوت سے قبل چالیس سال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں گزارنے کے بعد آپ کی دیانت و دیانت سے خوب واقف تھے۔ باب 10 یونس آیت 16:

"کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟..."

مکہ کے غیر مسلموں میں سے قائدین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کی جدوجہد کی، جو کہ ایک یتیم ہونے کے باوجود، سب سے معزز قبیلے

سے تعلق رکھتے تھے۔ اقتدار، غلبہ اور دولت کی ان کی خواہشات نے ان کے حسد کو ہوا دی جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور آپ کو تمام مخلوقات پر اختیار اور امتیاز عطا کیا گیا۔

اس کے نتیجے میں اہل کتاب اور مکہ کے غیر مسلموں دونوں نے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنے کی بھرپور کوشش کی کیونکہ انہیں اپنے سماجی اثر و رسوخ اور قیادت کو کھونے کا اندیشہ تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کچھ مسلم اسکالرز جان بوجھ کر اسلامی تعلیمات کو اپنے نقطہ نظر کے مطابق بنانے کے لیے غلط بیانی کرتے ہیں، جان بوجھ کر ایسی معلومات کو نظر انداز کرتے ہیں جو ان کے عقائد سے متصادم ہوں۔ یہ سلوک اپنے پیروکاروں کو الگ کرنے کے بارے میں تشویش سے پیدا ہوتا ہے، جو انہیں تحائف اور ضرورت سے زیادہ تعریف پیش کرتے ہیں۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 253 میں موجود ایک حدیث میں ایسے علماء کو جہنم سے خبردار کیا گیا ہے۔ مزید برآں، مسلمانوں 253 کو دوسروں کی غیر تنقیدی تقلید سے گمراہ ہونے سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اسلامی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ طریقہ انہیں دوسروں کی اندھی تقلید کرنے کے بجائے قرآن پاک کی مستند تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر قائم رہنے کے قابل بنائے گا۔ اسلام اس وجہ سے بغیر سوچے سمجھے تقلید کی سختی سے مذمت کرتا ہے اور مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور اسلامی تعلیمات پر سمجھ بوجھ کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ باب 12

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اللہ تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ جو لوگ اسلام کو نہیں مانتے وہ لازماً ظلم کریں گے، کیونکہ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ یا لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے روک دے گا۔ اس سے ان کے معاشرے میں کرپشن اور ناانصافی پھیلے گی۔ یہ نتیجہ بالکل واضح ہوتا ہے جب کوئی بے ایمان معاشروں کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کا موازنہ تاریخ کے ان معاشروں سے کرتا ہے جنہوں نے الہی تعلیمات کو صحیح طور پر نافذ کیا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 168

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی انہیں کوئی ”راستہ دکھائے گا۔“

مزید برآں، جب وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں عطا کی گئی ہیں تو یہ ان کو ایک غیر مستحکم ذہنی اور جسمانی حالت میں مبتلا کرنے کا سبب بنتی ہے اور انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنتی ہے، اور آخر کار ان کی قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے تیاری کرنے کی صلاحیت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ یہ انتشار دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ باب 9 چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، چاہے وہ کسی بھی مادی آسائش کا تجربہ کر سکے۔
توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔"

اور باب 4 النساء، آیات 168-169

بے شک جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی انہیں کوئی "راستہ دکھائے گا، سوائے جہنم کے راستے کے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔"

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفر کو معاف نہیں کرے گا کیونکہ ایسا کرنے سے زمین پر زندگی کا مقصد: باب 67 الملک، آیت 2 پی مجروح ہو جائے گا۔

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔“

ایک امتحانی منظر نامے پر غور کریں جہاں ہر طالب علم کو اس کی حقیقی کارکردگی سے قطع نظر پاسنگ گریڈ سے نوازا جاتا ہے۔ اس سے امتحان بے معنی ہو جائے گا۔ امتحان کا بنیادی مقصد کامیاب ہونے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنین کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کی اجازت دیتا تو یہ دونوں گروہوں کے درمیان مساوات پیدا کر دے گا جو بنیادی: باب 45 الجثیہ، آیت 21 طور پر عدل و انصاف کے اصولوں سے متصادم ہے۔

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے - ان کی زندگی اور موت میں برابری پیدا کر دیں گے، یہ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ برا ہے۔"

اگرچہ اللہ تعالیٰ بے پناہ رحمت کو مجسم کرتا ہے، لیکن اس کی شفقت اس کے عدل و انصاف کو کمزور نہیں کرتی، کیونکہ اس طرح کا تضاد ناپسندیدہ رویے کا باعث بنے گا، جس سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس دنیا میں ایک جج کو سخت تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا اور ممکنہ طور پر ان کے عہدے سے ہٹا دیا جائے گا اگر وہ بغیر کسی جرمانے کے ہر مجرم کو معاف کر دیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے اس طرح کے طرز عمل کی توقع رکھنا بے جا ہے جو سب سے بڑا منصف ہے۔

،اس زندگی میں، کامیابی کے حصول کے لیے اکثر کافی محنت اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے جس کی مثال ڈاکٹر بننے کے سفر سے ملتی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ جنت میں داخلہ کسی بھی دنیوی کامیابی سے کہیں زیادہ بڑی کامیابی کی نمائندگی کرتا ہے، اسی طرح یہ ایک حد تک جدوجہد کا مطالبہ کرتا ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے بنیادی شرط عقیدہ ہے، خواہ اس عقیدے کو رکھتے ہوئے گناہ ہی کیوں نہ کیے ہوں۔

مزید برآں، کفر کسی کے خالق اور پالنے والے کے خلاف بغاوت کا ایک صریح فعل ہے، نیز اس باب 51 ذریات، آیت 56 مقصد کا واضح رد ہے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا ہے۔

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میری عبادت کریں۔“

جو لوگ اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اس کی طرف سے انکار کے مستحق ہیں۔ اسی طرح، جو لوگ اس مقصد کو پورا نہیں کرتے جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے تھے، وہ اس دن ایک طرف پھینکے جانے کے لائق ہیں، یہ ایک ایسی ایجاد کے مترادف ہے جو اپنے مطلوبہ کام کو پورا کرنے میں ناکام ہو جائے اور اسے ناکام سمجھا جائے۔

ایک غیر مسلم اپنے زمینی وجود کے عارضی ہونے کے باوجود جہنم میں ابدی عذاب کو برداشت کرے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ان کا کفر براہ راست اس کی ابدی وحدانیت سے متصادم ہے۔ چنانچہ ایسے کفر کی سزا آخرت میں بھی دائمی ہے۔

مزید یہ کہ کسی کو یہ یقین کرنے میں گمراہ نہیں ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو صرف اس لیے معاف کر دے گا کہ اس کی بخشش بے حد ہے۔ درحقیقت تمام گناہوں کی مکمل معافی ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ جو شخص اس کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے وہ فطری طور پر اس تصور کو رد کرتا ہے کہ اس کی رحمت اور بخشش لامحدود ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر ہستیوں کو معاف کرنے اور رحم کرنے کی صلاحیت کو منسوب کرتے ہیں۔ لہذا، یا تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو قبول کرنا چاہیے، اور یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس کی بخشش تمام گناہوں سے بالاتر ہے، یا وہ اس کی وحدانیت اور اس کے نتیجے میں اس کی بخشش کی لامحدود نوعیت کو تسلیم کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔ اگر وہ اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ اس کی بخشش بے حد ہے، تو یہ ان پر وسیع نہیں ہوگی، اور وہ ان کے شرک سے بری نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں۔

مزید برآں، ایک فرد جو کفر کا انتخاب کرتا ہے وہ ممکنہ طور پر دوسروں کو بھی اس کی پیروی کرنے کی ترغیب دے گا، کیونکہ بنیادی طور پر گمراہ کن ہونے کے باوجود ان کے انتخاب کو آزادی کی ایک شکل کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس حقیقی آزادی باطنی سکون کو فروغ دیتی ہے، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں ایسا سکون نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ ایک بے ترتیب ذہنی اور جسمانی حالت کا تجربہ کریں گے اور اس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ پر رکھ دیں گے۔ اس راستے کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، چیلنجز اور مشکلات پیدا ہوں گی چاہے وہ بعض مادی آسائشوں میں ہی کیوں نہ ہوں۔ تاہم، چونکہ اس طرز عمل کو آزادی کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، یہ بہت سے پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ نتیجتاً، جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اختیار کر لیتا ہے، وہ بہت سے دوسرے لوگوں کو اسی انتخاب کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے، بالآخر اسے آخرت میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ باب 4

النساء آیت 48

”اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس نے یقیناً بہت بڑا گناہ باندھا۔“

بالآخر، چونکہ تمام مخلوقات کی ملکیت اور حکومت صرف اللہ کی ہے، اس لیے افراد اس کے احکام پر عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ جس طرح کسی شخص کو کسی خاص ملک میں حکومت کرنے والے ادارے کے قوانین پر عمل نہ کرنے کے نتائج کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، اسی طرح اگر وہ خالق کائنات کے قائم کردہ ضابطوں کو نظر انداز کرے گا تو اسے دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ ایک شخص کسی ایسے ملک کو چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے جس سے وہ متفق نہیں ہیں، لیکن وہ ایسی جگہ فرار نہیں ہو سکتے جہاں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت موجود نہ ہو۔ اگرچہ افراد معاشرتی اصولوں کو بدلنے کی کوشش کر سکتے ہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ مزید برآں، جس طرح ایک گھر کا مالک اپنی جائیداد کے لیے اصول طے کرتا ہے، خواہ دوسروں کے اختلاف سے قطع نظر، یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، جو انسان کی رضامندی کے بغیر اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے۔ اس لیے اپنے فائدے کے لیے ان الہی ضابطوں پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کریں گے اور جو نعمتیں حاصل کی ہیں ان کو ان طریقوں سے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے جو اس کے لیے پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ افراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممانعتوں کے پیچھے حکمت کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے کا انتخاب کر سکتے ہیں، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ کس طرح ذاتی اور سماجی بہبود، دونوں شعبوں میں امن کو فروغ دیتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک سکتے ہیں اور اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم، جو لوگ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایات ان کو نتائج سے محفوظ نہیں رکھ سکتیں۔ باب 18 الکہف: آیت 29

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں

گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

،اللہ تبارک و تعالیٰ انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے اس انجام سے بچیں۔ باب 4 النساء
آیت 170:

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آیا ہے، لہذا ایمان لاؤ، یہ ”تمہارے لیے بہتر ہے۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلام، متعدد دیگر عقائد کے برعکس، ایک عالمگیر مذہب ہے جو تمام افراد کو قبول کرتا ہے، چاہے ان کی جنس، نسل، یا کسی بھی دوسری سماجی تقسیم سے قطع نظر ہو۔ قرآن پاک اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ افراد میں حقیقی برتری کا تعین ان کے اللہ تعالیٰ کے سامنے حقیقی تسلیم و رضا سے ہوتا ہے۔ یہ عرضداشت ان پر عطا کی گئی نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کرنے پر مشتمل ہے جو اس کے لیے پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

اے لوگو، بیشک ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ”تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں “سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

جیسا کہ سب کا خالق ایک ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس کی نظر میں سب برابر ہیں اور کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اس کی کتنی ہی سچی اطاعت کرے۔ لہذا

جنس، نسلی اور سماجی طبقے سمیت افراد کی تشخیص کے لیے دیگر تمام معیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور مسلمانوں کو ان کو نظر انداز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مسلم کمیونٹی کے اندر نسل پرستی اور تقسیم کا باعث بن سکتے ہیں۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ چونکہ ایک شخص کے ارادے دوسروں کو نظر نہیں آتے، اس لیے کوئی شخص صرف بیرونی رویوں کی بنیاد پر دوسروں کی برتری کا تعین نہیں کر سکتا۔ لہذا لوگوں کو اپنی یا دوسروں کی حیثیت کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ہر شخص کی نیت، قول اور فعل سے صرف اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32:

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 170:

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق کے ساتھ رسول آیا ہے، لہذا ایمان لاؤ، یہ ”تمہارے لیے بہتر ہے۔“

جو شخص قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا مطالعہ کرے گا وہ ان کے اندر موجود ان واضح دلائل کی قدر کرے گا جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ واضح طور پر سمجھ جائیں گے کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اسلامی تعلیمات ایک متوازن ذہنی اور جسمانی میں بیان کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے، وہ حالت حاصل کر کے دونوں جہانوں میں سکون حاصل کرے گا اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب تیاری کرتے ہوئے ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے جگہ دے گا۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ انسان اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو پورا کرے۔ اس سے ان کے معاشرے میں بھی انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو یقینی بنایا جائے گا۔ لیکن جو شخص کفر کرتا ہے یا عمل کے ساتھ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت میں ناکام رہتا ہے

وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کی ذہنی اور جسمانی صحت میں خلل آئے گا اور وہ روزِ قیامت اپنے احتساب کی تیاری میں ناکام رہتے ہوئے اپنی زندگی میں اپنے تعلقات اور دنیاوی چیزوں میں بگاڑ پیدا کریں گے۔ اس لیے ان کا رویہ انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں تناؤ، مشکلات اور جدوجہد کی طرف لے جائے گا، چاہے ان کے پاس دنیاوی آسائشیں کیوں نہ ہوں۔ ان کے طرزِ عمل سے معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کو بھی روکا جائے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام ہوں گے۔ باب 4 النساء، آیت 170:

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے، لہذا ایمان لاؤ، یہ تمہارے لیے ”بہتر ہے، لیکن اگر تم نے کفر کیا تو یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ لوگوں کی اطاعت یا نافرمانی سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان یا فائدہ نہیں پہنچتا۔ جو لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ان میں تکبر کا احساس پیدا ہو سکتا ہے، غلطی سے یہ سوچنا کہ اسلامی تعلیمات کو اپنا کر اور اس پر عمل کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ تکبر ان کی اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت میں رکاوٹ بنے گا، بالخصوص جب ان کی ذاتی خواہشات اس کی اطاعت سے متصادم ہوں۔ نتیجتاً، ان کا غرور انہیں گمراہ کر دے گا اور انہیں جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کرنے سے روکے گا۔ نتیجتاً وہ نہ دنیا میں سکون حاصل کریں گے اور نہ ہی آخرت میں، خواہ وہ دنیاوی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں۔

اس لیے افراد کو چاہیے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو اپنے فائدے کے لیے اپنائیں اور ان کا اطلاق کریں، خواہ یہ تعلیمات ان کے ذاتی رجحانات کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے معالج کی طبی سفارشات پر عمل کرتا ہے، اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اس طرح کی پابندی ان کے بہترین مفادات کو پورا کرتی ہے، ناخوشگوار ادویات اور سخت خوراک سے منسلک تکلیف کے باوجود۔ جس طرح یہ سمجھدار مریض بہتر ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے والا شخص بھی بہتر ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ مکمل علم ہے جو ایک فرد کو متوازن ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول میں مدد کرنے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینے کے لیے

، درکار ہے۔ معاشرے میں موجود انسانی دماغی اور جسمانی حالات کی تفہیم، وسیع تحقیق کے باوجود اس مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام ہے، کیونکہ یہ ہر ایک فرد کو درپیش چیلنجوں سے نمٹ نہیں سکتا۔ علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصبات کی موروثی حدود کی وجہ سے اس طرح کی رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ختم نہیں کر سکتی اور نہ ہی ان کی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کے درست انتظام کی ضمانت دے سکتی ہے۔ جیسا کہ آیت 170 میں اشارہ کیا گیا ہے، یہ گہرا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جو اس نے قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو عطا کیا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 170

”اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

یہ سچائی اس وقت عیاں ہو جاتی ہے جب ان لوگوں کا موازنہ کیا جائے جو اپنی عطا کردہ نعمتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق استعمال کرتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے تجویز کردہ علاج کی سائنسی بنیاد کو پوری طرح سے نہیں سمجھتے اور اس طرح وہ اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگی پر ان کے مثبت اثرات کو پہچان سکیں۔ وہ ان تعلیمات پر اندھا اعتماد کا مطالبہ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ، وہ لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ واضح ثبوت کے ذریعے ان کی صداقت کو تسلیم کریں۔ تاہم، اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، ”یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو“
 ”...میری پیروی کرتے ہیں

مزید برآں، چونکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے روحانی دلوں پر مکمل اختیار رکھتا ہے، ذہنی سکون کا گھر ہے، اس لیے وہی طے کرتا ہے کہ یہ سکون کسے دیا گیا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم: آیت 43

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 4 النساء: آیت 170

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے، لہذا ایمان لاؤ، یہ تمہارے لیے "بہتر ہے، لیکن اگر تم نے کفر کیا تو یقیناً اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ ہمیشہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

يَتَأْهَلُ الْكِتَابُ لَا تَعْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا
الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَتَأْمِنُوا
بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ أَنْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ
يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ
يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾

فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا
الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ
اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٧٣﴾

يَتَأَيَّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَنٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿١٧٤﴾
فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَأَعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ
إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا أُثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الشُّلْثَانِ مِمَّا تَرَكَ
وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ



اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلام تھا جو اس نے مریم کو دیا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے، لہذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور یہ نہ کہو کہ "تین"، اللہ ایک ہی ہے، وہ سب سے بہتر ہے، کیونکہ وہ اللہ کے پاس ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا بیٹا ہے اور اللہ ہی کارساز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کا بندہ ہونے سے کبھی حقیر نہیں پہنچے گا اور نہ ہی فرشتے اس کے قریب ہوں گے۔ اور جو کوئی اس کی عبادت کو حقیر سمجھے اور تکبر کرے تو وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کر لے گا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ ان کو ان کا پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دے گا۔ لیکن جن لوگوں نے حقارت کی اور تکبر کیا ان کو وہ دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے اور ہم نے تم پر ایک روشن نور نازل کیا ہے۔

پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے تھامے رکھا، وہ انہیں اپنی طرف سے رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھا راستہ دکھائے گا۔

وہ آپ سے ایک [قانونی] حکم کی درخواست کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں اس کے بارے میں حکم دیتا ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ ہی اولاد۔ اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس میں کوئی اولاد نہ ہو مگر ایک بہن، تو اسے اس کا آدھا حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ مر جائے اور اولاد نہ ہو تو اسے اس سے وراثت ملے گی۔ لیکن اگر دو بہنیں ہوں [یا اس سے زیادہ] تو ان کے پاس اس کا دو تہائی حصہ ہوگا۔ اگر دونوں بھائی بہن ہوں تو مرد کو دو عورتوں کا حصہ ملے گا۔ اللہ تمہارے لیے "واضح کرتا ہے، ایسا نہ ہو کہ تم گمراہ ہو جاؤ۔ اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

پوری تاریخ میں گمراہی کا ایک بڑا دروازہ وہ ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت کے بنیادی ماخذ پر عمل کرنے کی بجائے مذہبی بدعات پر عمل کرتا ہے۔ باب 4 النساء، آیت 171:

"اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔"

اس دور میں رہنمائی کا یہ بنیادی ذریعہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات دینی علم کے متبادل ذرائع کو تلاش کرنے سے، خواہ وہ مثبت اعمال کی طرف لے جائیں، کسی ہیں۔ کے ان اعمال کو کم کر دے گا جن کی جڑیں ہدایت کے دو اہم ذرائع میں ہیں، جس کا نتیجہ بالآخر گمراہی کی صورت میں نکلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4606 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو بھی عمل ان دو مصادر پر مبنی نہیں ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد کر دیا جائے گا۔ مزید برآں، جتنا زیادہ کوئی مذہبی علم کے دوسرے ذرائع کی طرف رجوع کرے گا، اتنا ہی زیادہ امکان ہے کہ وہ ایسے عقائد اور طریقوں کو اپنائے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں۔ یہ بتدریج بڑھنا ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے شیطان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مشکلات کا سامنا کرنے والے شخص کو بعض روحانی طریقوں میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جا سکتی ہے جو اسلامی اصولوں سے متصادم ہوں۔ اگر یہ شخص بے خبر ہے اور دینی علم کے متبادل ذرائع پر عمل کرنے کا عادی ہے تو وہ آسانی سے اس جال میں پھنس سکتا ہے اور ایسی روحانی سرگرمیاں کرنا شروع کر سکتا ہے جو براہ راست اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ، برگزیدہ، اور کائنات کے بارے میں ایسے عقائد بھی پیدا کر سکتے ہیں جو اسلامی نظریے سے متصادم ہیں، جیسے کہ یہ خیال کہ افراد یا مافوق الفطرت ہستیاں اپنی تقدیر کو کنٹرول کر سکتی ہیں، کیونکہ ان کی سمجھ کی تشکیل دو بنیادی ہدایات سے باہر کے ذرائع سے ہوتی ہے۔ ان گمراہ کن طریقوں اور عقائد میں سے کچھ سراسر کفر کا باعث بن سکتے ہیں جیسے کالا جادو کا عمل۔ باب 2 البقرہ، آیت 102

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور "جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا لیکن وہ [یعنی دونوں فرشتے] کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہیں کہ "ہم آزمائش ہیں، اس لیے کفر نہ کرو۔"

لہذا، ایک مسلمان نادانستہ طور پر دینی علم کے متبادل ذرائع پر انحصار کرنے اور عمل کرنے سے اپنا ایمان کھو سکتا ہے، جیسا کہ بعض اہل کتاب نے کیا تھا۔ باب 4 النساء، آیت 171

اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ اے ابن مریم صرف اللہ کے رسول تھے اور اس کا کلام جو اس نے مریم کو دیا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھی، لہذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور یہ نہ کہو کہ "تین"، اللہ ایک ہی ہے، وہ بہتر ہے، اللہ تعالیٰ ہی اس سے مستفید ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اس کا بیٹا ہے اور اللہ ہی کارساز کے لیے کافی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقائد کے پھیلاؤ میں جو عوامل کارفرما ہیں، ان میں آپ کی معجزانہ ولادت، ان کے معجزات اور ان کے زندہ ہوتے ہوئے آسمان پر اٹھائے جانے کا احاطہ کیا گیا ہے۔ قرآن پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی معجزانہ نوعیت کی تصدیق کرتا ہے اور واضح طور پر ان کی پیدائش کو بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں قدرت کی گواہی کے طور پر بیان کرتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 47

اس نے کہا: اے میرے رب، میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جب کہ مجھے کسی آدمی نے چھوا تک نہیں؟ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لایا، جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور نہ ہی ماں کے۔ یہ حقیقت ان کی الوہیت پر دلالت نہیں کرتی۔
باب 3 علی عمران، آیت 59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے ”
”کہا کہ ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

حیران کن بات یہ ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرزند ہیں، کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس کے مقابلے میں وہ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتے۔ منطقی طور پر کوئی یہ استدلال کر سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں 'اللہ کے بیٹے' برگزیدہ 'لقب کے زیادہ مستحق ہیں، لیکن عیسائیوں کا یہ دعویٰ نہیں ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے تناظر میں عقل اور عقل کا کیسے اطلاق کرتے ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ مزید برآں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب معجزات کی تصدیق قرآن پاک سے ہوتی ہے، جو واضح کرتا ہے کہ یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی مرضی، اجازت اور حکم سے ظہور پذیر ہوئے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی الہی ہوتے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی یا اجازت کی ضرورت نہ ہوتی۔ باب 3 علی عمران، آیت 49

اور بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنو [جو کہے گا [کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے "نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے بناتا ہوں] جو کہ پرندے کی طرح ہے، پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جنم دیتا ہوں [مردوں کو زندہ کرنا - اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہوتے ہوئے آسمانوں پر چڑھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ثبوت ہے جس نے اس سفر کو آسان کیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الوہیت حاصل ہوتی تو وہ اپنی فطری قوت سے اس سفر پر روانہ ہوتے۔ باب 3 علی عمران، آیت 55

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ، بیشک میں تمہیں لے لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور ”تمہیں کافروں سے پاک کروں گا۔“

قرآن پاک عیسائیوں کو آگاہ کرتا ہے کہ ان کے عقیدے کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب نہیں دیا گیا تھا۔ صلیب پر جس شخص کی مشابہت ظاہر ہوئی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ وہ شخص تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ بنایا گیا تھا۔ اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں تک پہنچا دیا تھا۔ باب 4 النساء، آیات 156-158

اور ان کے کفر اور مریم پر بہتان تراشی کی وجہ سے، اور ان کے یہ کہنے کے لیے کہ ”بے شک“ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ہے۔ ”اور انہوں نے اسے قتل نہیں کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ اس کو ان کے مشابہ بنایا گیا تھا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھایا۔“

، عیسائیوں کا یہ غلط عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا، ان کی موت کا مطلب ہے فطری طور پر متضاد ہے، کیونکہ ایک حقیقی الہی ہستی موت کے تجربے سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی ہستی مرنے کے قابل ہو تو اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہذا، اس کی مصلوبیت پر ان کا غلط عقیدہ فطری طور پر ان کی الوہیت کے دعوے کو کمزور کرتا ہے۔ ایک الہی ہستی، اپنی فطرت کے اعتبار سے، خود کفیل ہے، یعنی وہ رزق کے لیے کسی دوسرے پر انحصار نہیں کرتا۔ اگر کوئی وجود رزق کے لیے دوسرے پر منحصر ہے، تو اسے الہی کے طور پر درجہ بندی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام، دونوں الہی مخلوق نہیں تھے، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرورش کی ضرورت تھی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود کفیل نہیں تھے۔

مسیح ابن مریم تو صرف ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں، اور اس کی "ماں حق کی حمایتی تھی، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم ان کے لیے کیسے نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح دھوکے میں پڑتے ہیں۔"

مزید برآں، یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ فرشتوں کو ان کی خوراک جیسے رزق کی کمی کی وجہ سے خدا سمجھا جا سکتا ہے۔ درحقیقت وہ انسانوں سے الگ رزق کے لیے بھی اللہ تعالیٰ پر منحصر ہیں اس لیے وہ خود کفیل نہیں ہیں۔ محض یہ حقیقت کہ وہ تخلیق کیے گئے ہیں اور تمام مخلوقات کی طرح موت کا سامنا کریں گے، الوہیت کے کسی بھی دعوے کی تردید کے لیے کافی ہے۔

ایک حیاتیاتی اولاد ہمیشہ اپنے والدین سے وراثت میں ملنے والی بعض خصلتوں کی حامل ہوتی ہے۔ تاہم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی صفات شریک نہیں کرتے۔ درحقیقت، اس کی تمام خصلتیں دوسرے انسانوں کی طرح ہیں۔ وہ پیدا کیا گیا، خوراک اور پانی سے پرورش پاتا ہے، اور ہر دوسرے انسان کی طرح موت اور قیامت کا تجربہ کرے گا۔ صرف یہی خصوصیات الوہیت کے کسی تصور کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

رومیوں نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تصور کو متعارف کرایا، جو الوہیت کا حامل ہے، یہ تصور انہیں اپنے سابقہ کافرانہ عقائد سے وراثت میں ملا تھا۔ انہوں نے ایک قابل احترام اور مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا، اور آپ کو خرافات اور افسانوں سے جوڑ دیا جیسے زیوس، ہرکولیس اور اوڈن۔ یہ تسلیم کرنے کے لیے صرف ایک معمولی عقل کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک وجود جو تخلیق کیا گیا ہے، رزق کے لیے دوسرے پر انحصار کرتا ہے، اور موت کے تابع ہے اسے کبھی بھی الٰہی نہیں سمجھا جا سکتا، کیونکہ یہ صفات بنیادی طور پر ایک الٰہی وجود کے جوہر سے متصادم ہیں۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہونے کا ثبوت اللہ کے رسول کے سوا کچھ نہیں ہے، اس کے باوجود بہت سے عیسائی آپ کے بارے میں اپنے غلط عقائد پر قائم ہیں۔ اس عجیب رویے کی ایک بڑی وجہ اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید ہے۔ اندھی تقلید کسی کو علم اور شواہد کا اندازہ لگانے سے روکتی ہے اور انہیں ان عقائد اور مفروضوں پر سوال اٹھانے سے روکتی ہے جن پر وہ اٹھائے گئے تھے۔ یہ اسلام کی تعلیمات اور عقل سلیم سے متصادم ہے، کیونکہ وہ انسانوں کی تخلیق کی گئی ہیں نہ کہ چوپایوں کی طرح۔ اس لیے دوسروں کی اندھی تقلید سے ہمیشہ بچنا چاہیے کیونکہ یہ گمراہی کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی عقل کا استعمال کرنا چاہیے اور ہر صورت حال میں علم اور ثبوت کا جائزہ لینا چاہیے، چاہے وہ دنیاوی ہو یا مذہبی، اور پھر باخبر فیصلہ کریں۔ اسلام میں بھی، اندھی تقلید پر تنقید کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں باب 12 یوسف، آیت اسے قبول کریں اور ان پر عمل کریں، نہ کہ دوسرے مسلمانوں کی اندھی تقلید۔

108:

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

ایک اور بڑی وجہ جس کی وجہ سے عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے اعتقادات پر قائم ہیں، باوجود اس کے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی حیثیت کے زبردست ثبوت ہیں، ان کی اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل ہے۔ بہت سے عیسائی عقائد دونوں جہانوں میں نجات کی وکالت کرتے ہیں جو بھی عیسائیت میں یقین رکھتا ہے، چاہے ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ یہ نظریہ انہیں دونوں جہانوں میں نجات کی ضمانت دیتے ہوئے اپنی تمام دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے عیسائی عقائد کو برقرار رکھتے ہیں کیونکہ اس دنیا میں ان کا واحد مقصد اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنا ہے اور اعلیٰ ضابطہ اخلاق کی پیروی نہیں کرنا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانے کی ترغیب دیتا ہے۔

اس لیے عام طور پر اہل کتاب کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے، دوسروں کی اندھی تقلید سے گریز کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو پانے سے دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ جو شخص اپنی دنیاوی خواہشات پر قابو رکھتا ہے اور اس کے بجائے ان نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے جو انہیں دی گئی ہیں وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کرے گا۔ یہ اس بات کی ضمانت دے گا کہ وہ ایک ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کریں گے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر پوزیشن میں رکھتے ہوئے، اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے کافی تیاری کر رہے ہیں۔ دوسروں کی اندھی تقلید سے بچنا اور اپنی خواہشات پر قابو باب رکھنا اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام پر صحیح طور پر ایمان لانے کے بنیادی پہلو ہیں۔
النساء، آیت 171 4

مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول تھے اور اس کا کلام جو اس نے مریم کو دیا تھا اور اس ”کی طرف سے ایک جان تھی، لہذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔“

درحقیقت، لوگ اپنی زندگی میں جس ہستی یا تصور کی پیروی اور اطاعت کا انتخاب کرتے ہیں وہ وہی ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ زبانی طور پر کیا دعویٰ کرتے ہیں۔ انسان، فطری طور پر کسی چیز کو ماننے اور ماننے کے لیے بنائے گئے ہیں، خواہ وہ دوسرے افراد ہوں: باب 25 الفرقان، آیت 43 سوشل میڈیا، رجحانات، ثقافتی اصول یا ان کی اپنی ذاتی خواہشات۔

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

ایک فرد کی عبادت کی تعریف اس کے ذریعہ کی جاتی ہے کہ وہ کس کی اطاعت اور پیروی کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ لہذا، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے زبانی اعلان ایمان کی حمایت ایسے اعمال کے ساتھ کریں جو ہر حال میں، سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حقیقی اطاعت کی عکاسی کرتے ہوں۔ اس

، کا مطلب یہ ہے کہ ان کو دی گئی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس طرح عمل کریں گے وہ رحمن کی طرف سے امن اور کامیابی حاصل کریں گے۔ باب 2 :البقرہ، آیت 163

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا" ہے۔

:باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور دوسرے مخلوقات کی اطاعت کا انتخاب کرتے ہیں وہ اس رحمت سے محروم ہو جائیں گے جو دنیا اور آخرت میں امن اور کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہیں۔ وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا تجربہ کریں گے، ان کا رویہ ان کی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دینے کا سبب بنے گا اور وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس عدم توازن کا نتیجہ اس زندگی اور آخرت دونوں میں تناؤ چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا۔ یہ جائز ہے خواہ انہوں نے بہت زیادہ دولت جمع کر لی ہو اور عارضی لذتوں میں مشغول ہو گئے ہوں، کیونکہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے اختیار اور حکومت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ باب 9 توبہ آیت 82

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جتنا وہ کمایا کرتے تھے۔"

:باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟) اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

:باب 3 علی عمران، آیت 2

"...اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، خود کو قائم رکھنے والا "

جب کوئی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ان گنت باریک متوازن نظاموں کا مشاہدہ کرتا ہے، تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات کی تخلیق اور اس کی دیکھ بھال کے پیچھے ایک قوت کارفرما ہے۔ سورج اور زمین کے درمیان مثالی فاصلہ اس کی مثال دیتا ہے۔ اس فاصلے میں تھوڑی سی تبدیلی بھی زمین کو ناقابل رہائش بنا دے گی۔ اسی طرح، زمین کو ایک مستحکم اور صاف ستھرا ماحول فراہم کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے، جس سے زندگی پروان چڑھ سکتی ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 164

”...اور رات اور دن کا ردوبدل ”

دن اور رات کا صحیح وقت، سال بھر میں ان کی مختلف لمبائیوں کے ساتھ، لوگوں کو اپنے فوائد کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لمبے دن طویل گھنٹوں کی وجہ سے تھکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں، جبکہ طویل راتیں کام اور سیکھنے کے لیے دستیاب وقت کو محدود کر سکتی ہیں۔ دوسری طرف، چھوٹی راتیں کافی آرام کو روک سکتی ہیں، جو مجموعی صحت کو خطرے میں ڈال سکتی ہیں۔ مزید برآں، دن اور رات کی لمبائی میں تبدیلی زراعت پر منفی اثر ڈالے گی، جس سے انسانوں اور جانوروں دونوں کے لیے خوراک کی فراہمی متاثر ہوگی۔ کائنات میں دیگر متوازن نظاموں کے ساتھ دن اور رات کا ہم آہنگ کام اللہ کی وحدانیت کو واضح طور پر ظاہر کرتا ہے، کیونکہ متعدد معبودوں کی موجودگی متضاد ارادوں کا باعث بنتی ہے، جس کے نتیجے میں کائنات میں انتشار پیدا:

باب 21 الانبیاء، آیت 22 ہوتا ہے۔

”اگر ان کے اندر اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو وہ دونوں برباد ہو جاتے۔“

باب 2 البقرہ، آیت 164

اور وہ [عظیم] بحری جہاز جو سمندر میں ان چیزوں کے ساتھ چلتے ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ”

”ہیں، اور جو اللہ نے آسمان سے بارش نازل کی ہے۔“

بے عیب متوازن پانی کے چکر کا مشاہدہ ایک خالق کے واضح اشارے کے طور پر کام کرتا ہے۔ پانی سمندر سے بخارات بنتا ہے، چڑھتا ہے، اور بعد میں گاڑھا ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں تیزابی بارش ہوتی ہے جو پہاڑوں پر گرتی ہے۔ یہ پہاڑ تیزابی بارش کو مؤثر طریقے سے بے اثر کرتے ہیں جو اسے انسانوں اور جانوروں کے استعمال کے لیے موزوں بناتے ہیں۔ اس باریک ترتیب والے نظام میں کسی قسم کی تبدیلی کے نتیجے میں زمین پر انسانوں اور جنگلی حیات دونوں کے لیے تباہ کن نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ سمندر میں نمک کی مقدار سمندری حیاتیات کے گلنے سے پانی کو آلودہ کرنے سے روکتی ہے۔ اگر سمندر آلودہ ہو جائے تو سمندری حیات کا وجود ختم ہو جائے گا، اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نجاست زمینی زندگی کو بھی بری طرح متاثر کرے گی۔ سمندری پانی کی ساخت ایسی ہے کہ یہ پھلتے پھولتے سمندری ماحولیاتی نظام کو سہارا دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بڑے جہازوں کو اس کی سطح پر تشریف لے جانے کی اجازت دیتا ہے۔ پانی کی ساخت میں تھوڑا سا تغیر اس توازن میں خلل ڈال سکتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک ایسا منظر نامہ بن سکتا ہے جہاں یا تو سمندری حیات پھل پھول سکتی ہے یا بحری جہاز پانی سے گزر سکتے ہیں، لیکن دونوں بیک وقت نہیں۔ آج تک، سمندری نقل و حمل عالمی سامان کی نقل و حمل کے لیے اہم طریقہ ہے۔ اس طرح، یہ کامل توازن زمین پر زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔

مزید برآں، ارتقاء، جس کی خصوصیت اڈاپٹیوٹن ہے، فطری طور پر ناقص ہے۔ تاہم، بے شمار پرجاتیوں کا جائزہ لینے پر، کوئی بھی یہ مشاہدہ کر سکتا ہے کہ انہیں اپنے متعلقہ ماحول میں پنپنے کے لیے احتیاط سے ڈیزائن کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، اونٹ انتہائی درجہ حرارت کو برداشت کرنے کے لیے منفرد طور پر ڈھال لیا جاتا ہے اور پانی کے بغیر طویل عرصے تک زندہ رہ سکتا ہے، جس باب 88 الغاشیہ، آیت 17 سے یہ صحرائی رہائش کے لیے مثالی طور پر موزوں ہے۔

”پھر کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے ہیں؟“

بکری کو اس کے جسم میں موجود کسی بھی نجاست کو مؤثر طریقے سے اس کے پیدا کردہ دودھ سے الگ کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا ہے، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ دودھ آلودگی سے پاک رہے جو بصورت دیگر اسے استعمال کے لیے موزوں نہیں کر دے گا۔ باب 16 النحل، آیت 66

اور درحقیقت تمہارے لیے مویشیوں کے چرانے میں ایک سبق ہے، ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے "پیتے ہیں - اخراج اور خون کے درمیان - خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے۔"

ہر نوع کی ایک منفرد زندگی کا دورانیہ ہوتا ہے جو کسی ایک نوع کو دوسرے پر غالب آنے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر، مکھیاں صرف 3 سے 4 ہفتے تک زندہ رہتی ہیں اور 500 تک انڈے پیدا کر سکتی ہیں۔ اگر ان کی زندگی کا دورانیہ طویل ہوتا تو، مکھیوں کی آبادی بے قابو ہو سکتی ہے، جس سے ماحولیاتی نظام میں دیگر انواع کے توازن کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس، بہت لمبی عمر کے حامل جانداروں کی عام طور پر کم اولاد ہوتی ہے، جو ان کی تعداد کو کنٹرول کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ نمونہ جان بوجھ کر لگتا ہے، اور نظریہ ارتقاء اس کی وضاحت نہیں کرتا۔ باب 2: البقرہ، آیت 164

"...اور آسمان اور زمین کے درمیان ہواؤں اور بادلوں کا کنٹرول..."

ہوائیں ہوا کی آلودگی کے لیے ضروری ہیں، فصلوں، پودوں اور درختوں کی افزائش میں مدد کرتی ہیں۔ ماضی میں، سمندری نیویگیشن کے لیے ہوائیں بہت اہم تھیں، جو عالمی سطح پر سامان کی نقل و حمل کے لیے ایک اہم طریقہ ہے۔ یہ بارش کے بادلوں کو مخصوص علاقوں میں منتقل کرنے کے لیے بھی اہم ہیں، زندگی کے لیے ضروری پانی کی دستیابی کو یقینی بناتے ہیں۔ زمین کا ہوا کا نظام نازک طور پر متوازن ہے۔ ہواؤں کی کمی افراتفری پیدا کرے گی، جب کہ بہت زیادہ ہوا اس توازن کو بھی بگاڑ دے گی۔ اسی طرح، بارش کو احتیاط سے کنٹرول کیا جاتا ہے؛ ناکافی بارش خشک سالی اور قحط، کا باعث بن سکتی ہے، جبکہ بہت زیادہ بارش تباہ کن سیلاب کا باعث بن سکتی ہے۔ باب 23 المومنون: آیت 18

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار میں بارش برسائی اور اسے زمین میں ٹھہرایا، اور ہم اسے اٹھانے ”
“پر بھی قادر ہیں۔

اس بے مثال متوازن نظام کو موقع سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اور بلا شبہ ایک خالق کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کوئی بھی ان بے عیب متوازن نظاموں پر غور کرتا ہے وہ عقلی طور پر کسی ایک خالق کے وجود کی تردید نہیں کر سکتا جو تمام معاملات پر غالب ہے۔

باب 3 علی عمران، آیت 2

”...اللہ - اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، خود کو برقرار رکھنے والا“

حقیقت میں، کوئی بھی وجود جو موت کا تجربہ کر سکتا ہے اور اپنے رزق کے لیے کسی دوسرے پر انحصار کرتا ہے، اسے الہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ اصول آسمانوں اور زمین میں موجود تمام ہستیوں کو الہی تصور کرنے سے خارج کرتا ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ چونکہ زندگی اور موت کا منفرد خالق اور تمام وجودوں کا پالنے والا ہے، اس لیے وہی اطاعت کے لائق ہے۔ اگرچہ ایک شخص جو کچھ ضروریات کو پورا کرتا ہے، جیسے کہ پناہ گاہ فراہم کرنا، تعریف کا مستحق ہے لوگوں کے لیے یہ حق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، جس نے انہیں اس کائنات کی ہر نعمت سے نوازا ہے۔ حقیقی شکرگزاری، جس کا اظہار نیت کے ذریعے کیا جاتا ہے، اس میں صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنا شامل ہے۔ جو لوگ دوسری وجوہات کی بناء پر عمل کرتے ہیں وہ اس کی طرف سے اجر حاصل نہیں کریں گے، جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ خلوص نیت کی واضح علامت دوسروں سے اقرار یا انعام کی توقع نہ رکھنا ہے۔ شکرگزاری کا لفظی اظہار یا تو مثبت تقریر یا خاموشی ہو سکتا ہے، جب کہ اعمال کے ذریعے شکرگزاری کا مطلب ہے کہ کسی نے حاصل کی ہوئی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں

بیان کیا گیا ہے۔ یہ عمل برکتوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں:
باب 14 ابراہیم، آیت 7 ذہنی سکون کو فروغ دیتا ہے۔

“... اگر تم شکر گزار رہو گے تو میں تمہیں ضرور بڑھاؤں گا”

باب 16 النحل، آیت 97 اور

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی
"بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مزید برآں، جب کوئی شخص کسی چیز کا مالک ہوتا ہے، تو اسے اس کے لیے مناسب اور مناسب
،سمجھا جاتا ہے کہ وہ اسے استعمال کرے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز بشمول انسانیت کا خالق
،مالک اور پالنے والا ہے، اس لیے اس کے اندر جو کچھ ہوتا ہے اس پر وہی اختیار رکھتا ہے۔ لہذا
افراد کے لیے صرف یہ مناسب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرتسلیم خم کر دیں، کیونکہ وہ پوری
کائنات کا واحد مالک ہے، جس میں تمام مخلوقات شامل ہیں۔ اسی طرح جب کوئی اپنا سامان کسی
دوسرے کو ادھار دیتا ہے تو یہ جائز ہے کہ قرض لینے والا اس چیز کو مالک کی مرضی کے مطابق
استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر نعمت دائمی تحفہ کے بجائے عارضی قرض کے طور پر عطا
کی ہے۔ دنیاوی قرضوں کی طرح ان کو بھی چکانا ضروری ہے اور ان نعمتوں کو ان طریقوں سے
استعمال کرنے سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ان کی واپسی حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس، جنت
کی نعمتوں کو تحفے کے طور پر شمار کیا جاتا ہے، جو افراد کو ان سے اپنی مرضی کے مطابق لطف
:باب 7 الاعراف، آیت 43 اندوز ہونے کی آزادی دیتا ہے۔

اور ان کو پکارا جائے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کا تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو”
”تم کرتے تھے۔

اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ دنیوی نعمتوں کو جو جنت کے تحفوں کے ساتھ قرض کی حیثیت رکھتا ہے، میں خلط ملط نہ کرے۔

باب 4 النساء، آیت 171

مسیح عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلام تھا جو اس نے مریم کو دیا تھا اور اس”
”کی طرف سے ایک جان تھی، لہذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا تذکرہ کیا جیسا کہ اہل کتاب نے بعض کو اپنی
:خواہشات کی بنا پر قبول کیا اور بعض کو رد کیا۔ باب 5 المائدہ، آیت 70

ہم نے بنی اسرائیل سے پہلے ہی عہد لے رکھا تھا اور ان کی طرف رسول بھیجے تھے، جب بھی ان”
”کے پاس کوئی ایسا رسول آیا جس کی خواہش ان کے دل میں نہ تھی تو ایک جماعت کو انہوں نے
جھٹلایا اور دوسری جماعت کو قتل کیا۔

مسلمان ایسا ہی رویہ اپنا سکتے ہیں جس کے تحت وہ بعض اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں اور یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلام ایک اپنی خواہشات کی بنیاد پر دوسروں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ جامع ضابطہ حیات کے طور پر کام کرتا ہے جس کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو اور تمام حالات میں ہونا چاہیے۔ نتیجتاً، اسے لباس کا ایک مضمون نہیں سمجھا جانا چاہیے جسے اپنی مرضی سے پہنا یا اتارا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس طرز پر عمل کرتے ہیں وہ محض اپنی خواہشات کی پرستش کرتے ہیں، خواہ اس کے خلاف کوئی بھی دعویٰ کیا جائے۔ باب 25 الفرقان، آیت 43

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے؟“

جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا تجربہ کریں گے اور اپنی زندگی میں اپنے رشتوں اور دنیاوی چیزوں کو غلط جگہ دیں گے، اور آخر کار قیامت کے دن جوابدہی کے لیے ان کی تیاری میں رکاوٹ بنیں گے۔ اس عدم توازن کا نتیجہ دونوں جہانوں میں تناؤ، چیلنجوں اور مشکلات کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ کسی بھی مادی آسائش کے مالک ہوں۔

باب 4 النساء، آیت 171

”پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔“

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان کے لیے ان کے طرز زندگی، افعال اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پیش کیا گیا ہے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کا قابل تعریف طرز عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن

سلوک سے نمونہ، بلندی اور کمال ہے۔ لہذا، اس کی زندگی، تعلیمات اور اخلاقی کردار کا اچھی طرح مطالعہ اور اس پر عمل کر کے اس پر ایمان کے زبانی اعلان کو مضبوط کرنا بہت ضروری ہے۔ باب 33 21: الاحزاب، آیت

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

31: اور باب 3 علی عمران، آیت

کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

7: اور باب 59 الحشر، آیت

”اور جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کیا ہے اس سے باز رہو۔“

لہذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور احترام کا دعویٰ کرنا جبکہ آپ کی تعلیمات اور سیرت پر عمل نہ کرنا ان زبانی دعوؤں کے منافی ہے۔ جس طرح لوگ قیامت کے دن اس کی شفاعت چاہتے ہیں اسی طرح انہیں اس موقع سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے کہ اگر وہ اس کی روایات اور

قرآن کریم میں موجود رہنمائی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں تو اس دن وہ ان کے خلاف گواہی دے سکتا ہے۔ باب 25 الفرقان، آیت 30

"اور رسول نے کہا ہے کہ اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا ہے۔"

قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی کا سامنا کرنے کے بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور اس کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ عمل انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے کے قابل بنائے گا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور آخرکار اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت دونوں میں سکون ملتا ہے۔ مزید برآں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محض محبت اور احترام کا دعویٰ، آپ کے کردار اور طرز عمل کو مجسم کیے بغیر، اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پچھلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے محبت کا اقرار کیا، لیکن ان کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا انہیں آخرت میں ان کے ساتھ متحد ہونے سے روکے گا۔ پس جو لوگ آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ آپ کی تعلیمات اور سیرت پر دلجمعی سے عمل کریں۔

باب 4 النساء، آیت 171

بے شک اللہ ایک ہی معبود ہے، وہ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اور اللہ کارساز کے لیے کافی ہے۔

ایک شخص کی اولاد کی خواہش کی بنیادی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد اپنے اثاثے ان سے وراثت میں حاصل کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ، مر نہیں سکتا اور ہمیشہ کائنات کا مالک اور قائم رہنے والا ہے، اس لیے اسے اولاد کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ درحقیقت وہ ہے جو تمام مخلوقات کے مرنے کے بعد مخلوق کا وارث ہوگا۔ باب 19 مریم، آیت 40

”بے شک ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور جو اس پر ہیں اور ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔“

اس کے علاوہ، ایک بچے کو اکثر اپنے والدین کے اثاثوں کے انتظام میں مدد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے معاملات کو مکمل طور پر چلاتا ہے، اس لیے اسے اس کی مدد کے لیے کسی شریک یا بچے کی ضرورت نہیں۔ باب 4 النساء، آیت 171

”اور اللہ ہی کارساز کے لیے کافی ہے۔“

عام طور پر، جو اس حقیقت کو سمجھے گا، وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا، کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی انہیں ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی نہیں دے سکتا، کیونکہ وہ اکیلا ہی کائنات کے تمام معاملات کو کنٹرول کرتا ہے، بشمول لوگوں کے: باب 53 عن نجم، آیت 43 روحانی دل، ذہنی سکون کا گھر۔

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے نویں سال عیسائیوں کا ایک وفد آپ کی عیادت کے لیے آیا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الوہیت پر اپنے عقیدہ کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسیع بحثیں کیں۔ انہوں نے اس پر الزام لگایا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہہ کر ان کی توہین کی ہے۔ اس کے جواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں کوئی بے عزتی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 172 نازل فرمائی۔

مسیح اللہ کے بندے ہونے سے کبھی عار محسوس نہیں کرے گا اور نہ ہی مقرب فرشتے، اور جو" کوئی اس کی عبادت کو حقیر سمجھے گا اور تکبر کرے گا تو وہ ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کر لے گا۔"

اصباب النزول ، 4:172، صفحہ 65 میں بحث کی گئی ہے ۔

ایک فرد کے لیے کامیابی کی انتہا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ ہو۔ اگر اس سے برتر کوئی درجہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص فرما دیتا۔ اس خیال کی تصدیق متعدد احادیث سے ہوتی ہے، جن میں ایک صحیح مسلم نمبر 851 میں بھی شامل ہے، جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور رسول اپنے کردار کا اعلان کرنے سے پہلے خود کو اللہ کے بندے کے طور پر پہچانا ہے۔ یہ تمام مسلمانوں کے لیے ایک گہرے سبق کے طور پر کام کرتا ہے: دونوں میدانوں میں کامیابی اور عزت کے اعلیٰ درجات کو حاصل کرنے کے لیے، انہیں اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی کو مجسم کرنا چاہیے۔ اس کا ادراک اللہ کے سب سے بڑے بندے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید سے ہی ہو سکتا ہے۔ حقیقی بندگی کے حصول کے لیے کوئی متبادل راستہ نہیں ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے "گناہوں کو بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

:باب 4 النساء، آیت 172

مسیح اللہ کے بندے ہونے سے کبھی ناگوار نہیں ہوں گے اور نہ ہی فرشتے [اس کے قریب ہوں]"...

جو شخص اس بات کو قبول کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکیلے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور اسے برقرار رکھا ہے وہ اس کی بندگی کو قبول کرے گا۔ عقل رکھنے والا سمجھتا ہے کہ انسانوں کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی چیز کی خدمت کریں۔ جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کو قبول کرنے میں ناکام رہے گا وہ لامحالہ دوسری چیزوں کا بندہ بن جائے گا، جیسے کہ لوگ، سوشل میڈیا، فیشن، ثقافت اور ان کا آجر۔ متعدد اور نامکمل ماسٹرز کو اپنانا صرف ایک تناؤ کا باعث بنے گا کیونکہ چاہے وہ کتنی ہی کوشش کریں وہ ان چیزوں کو خوش نہیں کر پائیں گے، کیونکہ وہ فطرتاً چست ہیں۔ جس طرح ایک ملازم جس کے متعدد مینیجر ہوں ان سب کی خدمت اور خوشنودی کے لیے جدوجہد کریں گے، اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کو رد کرتا ہے، وہ لامحالہ متعدد آقا اختیار کرے گا اور اس کے نتیجے میں اسے کبھی بھی ذہنی سکون نہیں ملے گا۔ وہ لامحالہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تندرستی میں عدم توازن کا تجربہ کریں گے، وہ اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر چیز کو غلط جگہ دیں گے اور قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے ناکافی تیاری کریں گے۔ اس عدم توازن کا نتیجہ دونوں جہانوں میں تناؤ چیلنجز اور مشکلات کا باعث بنے گا، باوجود اس کے کہ وہ دنیاوی آسائشیں حاصل کر سکتے ہیں۔ باب 9

"پس وہ تھوڑا ہنسیں اور [پھر] زیادہ روئیں جس کے بدلے میں وہ کماتے تھے۔"

:اور باب 20 طہ، آیات 124-126

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت" کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟ (اللہ تعالیٰ) (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی قبول کرنے والا اس کو راضی کرنا آسان سمجھتا ہے کیونکہ وہ زیادہ نہیں مانگتا اور جس چیز کا حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اس سے بندے کو فائدہ ہوتا ہے۔ یہ شخص ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرے گا جو اسے دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دماغ اور جسم کی متوازن حالت حاصل کر سکیں، اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مؤثر طریقے سے منظم کرتے ہوئے قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کر سکیں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل :باب 16 النحل، آیت 97 دونوں جہانوں میں امن کو فروغ دے گا۔

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی" "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

جو شخص تکبر کو اختیار کرتا ہے اور اس کے بجائے یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ خود کفیل ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب کچھ دیا ہے جو ان کے پاس ہے، وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرنے پر اڑے رہے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ نتیجتاً، وہ قیامت کے دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے

تیاری نہیں کریں گے۔ اس شخص کا نتیجہ ظاہر ہے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کرے۔ باب 4
النساء، آیت 172

اور جو کوئی اس کی عبادت کو حقیر سمجھے اور تکبر کرے تو وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کر
لے گا۔

آخر میں، چونکہ تمام مخلوقات کی ملکیت اور حکومت صرف اللہ کی ہے، اس لیے افراد کو اس کے
احکام کی پیروی کرنی چاہیے۔ جس طرح کسی قوم کے قوانین پر عمل نہ کرنے کے نتائج کا سامنا کرنا
پڑ سکتا ہے، اسی طرح اگر وہ کائنات کے حاکم کے مقرر کردہ ضابطوں کو نظر انداز کرے گا تو
اسے دنیا اور آخرت دونوں میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگرچہ کوئی شخص کسی ملک کو
چھوڑنے کا انتخاب کر سکتا ہے اگر وہ اس کے قوانین سے متفق نہ ہوں، لیکن وہ ایسی جگہ فرار نہیں
ہو سکتا جہاں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت موجود نہ ہو۔ اگرچہ لوگ معاشرتی قوانین کو بدل سکتے ہیں، لیکن
وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو تبدیل نہیں کر سکتے۔ مزید برآں، جیسا کہ ایک گھر کا مالک دوسروں کی
رہائے سے قطع نظر اپنی جائیداد کے لیے اصول طے کرتا ہے، کائنات اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے
جو اکیلا اپنے قوانین کا تعین کرتا ہے، انسانی رضامندی کے بغیر۔ لہذا، ان الہی احکام پر عمل کرنا اپنی
بھلائی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی
تعمیل کریں گے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے طریقوں سے استعمال کرنے
کی کوشش کریں گے جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان
کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ افراد دماغ اور جسم کی ایک متوازن حالت حاصل کریں
اپنی زندگی کے اندر ہر چیز اور ہر چیز کا مؤثر طریقے سے انتظام کرتے ہوئے قیامت کے دن اپنے
احتساب کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ نتیجتاً یہ طرز عمل دونوں جہانوں میں امن کو فروغ
دے گا۔ باب 4 النساء، آیت 173

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ ان کو ان کا پورا پورا اجر دے گا اور اپنے
”فضل سے ان کو زیادہ دے گا۔

لوگ یا تو اللہ تعالیٰ کے احکام و ممنوعات کے پس پردہ حکمت کو سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں، اپنے اور معاشرے کے لیے ان کے فوائد کو پہچان سکتے ہیں، جو دونوں جہانوں میں امن کا باعث بنتے ہیں، یا وہ اپنی خواہشات کے آگے جھک کر اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ تاہم جو لوگ اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں اپنے انتخاب کے نتائج کے لیے تیاری کریں، کیونکہ کوئی اعتراض، احتجاج یا شکایت انہیں ان نتائج سے آزاد نہیں کر سکتی۔ باب: الکہف، آیت 29 18

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے۔ اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ راحت کے لیے پکاریں گے تو ان کو ایسے پانی سے راحت ملے گی جیسے گدھے تیل سے، جو ان کے چہروں کو جھلسا دیتا ہے، برا مشروب ہے اور برا ٹھکانہ ہے۔

اور باب 4 النساء، آیت 173

لیکن جن لوگوں نے حقارت کی اور تکبر کیا، اللہ انہیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا اپنے ”لیے کوئی حمایتی اور مددگار نہ پائیں گے۔“

دونوں راستوں کے درمیان فرق تمام بنی نوع انسان کے لیے واضح کر دیا گیا ہے اس لیے تکبر اور نافرمانی کا راستہ اختیار کرنے والے کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہتا۔ باب 4 النساء، آیت 174

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے اور ہم نے تم پر ایک ”روشن نور نازل کیا ہے۔“

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلام، بہت سے دوسرے مذاہب کے برعکس، ایک آفاقی عقیدہ ہے جو تمام لوگوں کا خیرمقدم کرتا ہے، خواہ ان کی جنس، نسل یا کسی بھی دوسرے سماجی امتیاز کے ہوں۔ قرآن پاک اس بات پر زور دیتا ہے کہ لوگوں کے درمیان حقیقی فضیلت اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی مخلصانہ عقیدت پر مبنی ہے۔ اس عقیدت میں ان کو عطا کی گئی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو پسند ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

اے لوگو، بیشک ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ”تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں “سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

چونکہ سب کا خالق ایک ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نظر میں سب برابر ہیں، اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کی مخلصانہ اطاعت کے درجے میں۔ نتیجتاً، افراد کا جائزہ لینے کے لیے دیگر تمام عوامل، جیسے جنس، نسل، اور سماجی طبقے، غیر متعلقہ ہیں اور مسلمانوں کو ان کو نظر انداز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ مسلم کمیونٹی کے اندر نسل پرستی اور تقسیم کو فروغ دے سکتے ہیں۔ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ چونکہ ایک شخص کے ارادے دوسروں کو نظر نہیں آتے، اس لیے کوئی شخص صرف ظاہری اعمال کی بنیاد پر افراد کی برتری کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ لہذا، افراد کو اپنی یا دوسروں کی حیثیت کے بارے میں دعوے کرنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کی اصلی نیت، قول اور عمل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32:

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ٹرتا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 174

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے اور ہم نے تم پر ایک ”روشن نور نازل کیا ہے۔“

قرآن پاک میں جو الفاظ پائے جاتے ہیں وہ بے مثال ہیں اور اس کے معانی واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی آیات اور الفاظ قابل ذکر فصاحت کا مظاہرہ کرتے ہیں، کسی بھی دوسرے متن کو پیچھے چھوڑتے ہیں۔ یہ تضادات سے خالی ہے، جو کہ دیگر مختلف مذہبی صحیفوں اور تعلیمات میں مروجہ ہے۔ قرآن پاک ماضی کی قوموں کی تاریخوں کا تفصیلی بیان فراہم کرتا ہے، اس حقیقت کے باوجود کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہ ہر گھر اور کمیونٹی کے اندر انصاف، سلامتی اور امن کو فروغ دینے کے لیے انفرادی اور معاشرتی اثرات کو حل کرتے ہوئے، ہر چیز کی حمایت کرتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ قرآن مبالغہ آرائی، جھوٹ یا فریب سے پرہیز کرتا ہے، خود کو شاعری، کہانیوں اور افسانوں سے ممتاز کرتا ہے۔ ہر آیت فائدہ مند ہے اور عملی طور پر روزمرہ کی زندگی پر لاگو کی جا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ جب اسی طرح کی روایتوں کا اعادہ کیا جاتا ہے، قرآن پاک مختلف اہم اسباق پر زور دیتا ہے۔ دیگر نصوص کے برعکس، یہ بار بار مطالعہ کرنے پر تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ قرآن پاک وعدے اور تنبیہات پیش کرتا ہے جو واضح اور ناقابل تردید شواہد سے ثابت ہے۔ جب تجریدی تصورات کو حل کیا جائے جیسے صبر کی مشق، یہ روزمرہ کی زندگی میں عمل درآمد کے لیے مسلسل سیدھے اور عملی طریقے فراہم کرتا ہے۔ یہ لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ ایمانداری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے اپنے حقیقی مقصد کو دریافت کریں اور ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔ یہ عزم دنیا اور آخرت دونوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ پیش کردہ رہنمائی دونوں جہانوں میں اندرونی سکون اور مستند کامیابی کی تلاش میں رہنے والوں کے لیے راست راہ کو واضح اور دلکش بناتی ہے۔ انسانی فطرت کے بنیادی عناصر کو مخاطب کر کے، یہ لازوال حکمت فراہم کرتا ہے جو ہر فرد، برادری اور نسل کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جب صحیح طریقے سے سمجھا اور لاگو کیا جائے تو یہ تمام جذباتی، معاشی اور جسمانی

چیلنجوں کے حل کے طور پر کام کرتا ہے۔ مزید برآں، یہ افراد یا معاشروں کو درپیش ہر مسئلے کا جواب پیش کرتا ہے۔ تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن معاشروں نے قرآن پاک کی تعلیمات پر تندی سے عمل کیا ہے وہ اس کی ہمہ گیر اور پائیدار رہنمائی سے مستفید ہوئے ہیں۔ وقت گزرنے کے باوجود قرآن پاک کا ایک حرف بھی تبدیل نہیں کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ تاریخ کا کوئی دوسرا متن اس منفرد خصوصیت کا حامل نہیں ہے۔ باب 15 الحجر، آیت 9:

بے شک ہم نے ہی اس پیغام کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ایک کمیونٹی کو درپیش ضروری چیلنجوں سے نمٹا اور ہر ایک کے لیے عملی حل تجویز کیا۔ ان بنیادی مسائل کو حل کرنے سے، ان سے پیدا ہونے والے بہت سے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ یہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ قرآن پاک کس طرح ہر اس چیز کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے جو افراد اور معاشروں کو اس زندگی اور آخرت دونوں میں ترقی کے لیے درکار ہے۔ باب 16 النحل، آیت 89:

“اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کے لیے کتاب نازل کی ہے۔“

قرآن کریم ایک ایسا نور ہے جو ہر چیز کی حقیقت کو روشن کرتا ہے تاکہ انسان اپنے سامنے آنے والے ہر حال میں باخبر فیصلے کر سکے تاکہ دونوں جہانوں میں سکون قلب حاصل ہو۔ یہ روشنی غلط فیصلوں اور راستوں سے صحیح فیصلہ اور راستہ واضح کرتی ہے تاکہ انسان ذہنی سکون اور اعتماد کے ساتھ ایک صورتحال سے دوسری حالت میں جا سکے۔ باب 4 النساء، آیت 174:

”اور ہم نے تم پر ایک روشن نور نازل کیا ہے۔“

یہ سب سے بڑا لازوال معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے۔ بہر حال، صرف وہی لوگ جو حق کی تلاش اور عزم کرتے ہیں اس کے انعامات سے لطف اندوز ہوں گے، جب کہ جو لوگ اپنی خواہشات کا پیچھا کرتے ہیں اور اس میں سے انتخاب کرتے ہیں: وہ آخر کار اس زندگی اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھاتے ہیں۔ باب 17 الاسراء، آیت 82

اور ہم قرآن میں سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے، لیکن یہ ظالموں "کے لیے نقصان کے سوا کچھ نہیں بڑھاتا۔

باب 4 النساء، آیت 174

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے۔“

اس کا تعلق بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اپنے بچپن میں وہ مسلسل اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمانہ جاہلیت کی وسیع برائیوں سے محفوظ رکھا۔ بلوغت کو پہنچ کر، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں سب سے زیادہ مثالی فرد، اپنے کردار اور شہرت کے لیے مشہور، بہترین پڑوسی، سب سے زیادہ انصاف کرنے والے، اپنی باتوں میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو ممتاز کیا۔ وہ بے حیائی اور دیگر منفی خصلتوں سے مکمل طور پر پاک تھا، جس کی وجہ سے مکہ کے لوگوں جلد 1، صفحہ 1، The Life of the Prophet، میں اسے الامین کا لقب ملا۔ امام ابن کثیر کی تصنیف میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ 180

مکہ کے غیر مسلم اور مدینہ میں رہنے والے اہل کتاب نے تسلیم کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کے آسمانی صحیفوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ وہ قرآن پاک میں زیر بحث تاریخ کی تصریحات سے اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتے تھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں الہی الہام کے ذریعے ان پر نازل نہ کرتا۔ باب 3 علی عمران، آیت 44

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اور آپ ان کے ساتھ نہیں تھے" جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے مریم کے لیے کون ذمہ دار ہے، اور آپ ان کے ساتھ "نہیں تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

اہل کتاب کے علماء نے قرآن مجید اور اس کے مصنف کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام کی صداقت کو تسلیم کیا۔ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ قرآن پاک سے بھی واقف تھے، جن کا حوالہ ان کی مقدس کتابوں میں دیا گیا ہے۔ باب 6 الانعام، آیت 20

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ [قرآن پاک [جیسا کہ وہ اپنے [اپنے [بیٹوں کو "...

اور باب 2 البقرہ، آیت 146

جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو” جانتے ہیں۔“

اہل کتاب کو اس لیے رشک آتا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بھائی حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا پورا عقیدہ حسب و نسب کی اہمیت کے گرد بنایا گیا تھا، جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ انہیں دوسروں پر برتری حاصل ہے۔ نتیجتاً، انہوں نے ایک مختلف نسب سے تعلق رکھنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کرنے کے لیے جدوجہد کی، کیونکہ اس سے ان کے گھڑے ہوئے اعلیٰ مقام کو نقصان پہنچے گا۔

مزید برآں، مکہ کے غیر مسلموں نے عربی زبان میں ماہر ہونے کی وجہ سے یہ تسلیم کیا کہ قرآن پاک کسی انسان سے نہیں نکل سکتا۔ اعلان نبوت سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چالیس سال گزارنے کے بعد وہ آپ کی دیانت سے بخوبی واقف تھے۔ باب 10 یونس، آیت 16:

”کیونکہ میں اس سے پہلے زندگی بھر تمہارے درمیان رہا تھا، پھر کیا تم عقل نہیں کرو گے؟...“

مکہ کے غیر مسلموں میں سے قائدین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبول کرنے اور ان کی پیروی کرنے کے لئے جدوجہد کی، جو ایک یتیم ہونے کے باوجود، سب سے معزز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اقتدار، تسلط اور دولت کی ان کی خواہشات نے ان کے حسد کو ہوا دی جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور آپ کو تمام وجود پر اختیار اور امتیاز عطا کیا گیا۔

جب کوئی قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے اپنے زبانی اعلان کی تائید کرے گا اور اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہے گا۔ باب 4 النساء، آیت 175

"...پس وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوطی سے تھامے ہوئے "

اس اطاعت میں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا شامل ہے جو اس نے انہیں عطا کی ہیں جیسا کہ اسلامی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایک متوازن ذہنی اور جسمانی حالت حاصل کر کے اور ہر چیز اور ہر ایک کو اپنی زندگی میں درست طریقے سے رکھ کر دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کی طرف لے جائے گا اور جس دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے اس دن اپنے احتساب کے لیے صحیح طریقے سے تیاری کریں گے۔ باب 4 النساء، آیت 175

وہ انہیں اپنی طرف سے رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف سیدھی راہ پر گامزن " کرے گا۔

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرنا اور لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا شامل ہے، جیسے کہ لوگوں کو ان کے وراثت میں حصہ ملنے کو یقینی بنانا جیسا کہ اسلام نے حکم دیا ہے۔ لہذا، خلوص نیت سے اس کی اطاعت پر بحث کرنے کے بعد، اللہ تعالیٰ لوگوں کو یاد دلاتا ہے کہ اس کی اطاعت میں ایک خاص مثال کے ساتھ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے۔ باب 4 النساء، آیت 176

وہ تم سے ایک [قانونی] حکم مانگتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں اس کے بارے میں حکم دیتا ہے جس" کی نہ اولاد ہو اور نہ ہی اولاد ہو، اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو مگر ایک بہن ہو، تو اسے اس کا آدھا حصہ ملے گا، اور اگر وہ مر جائے اور اس کی کوئی دو بہنیں نہ ہوں تو اس کے دو بچے ہوں گے، لیکن اگر اس کی دو بہنیں ہوں گی اگر دونوں بہن بھائی ہوں تو مرد کو دو عورتوں کا حصہ ملے گا۔

افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان لاعلمی کی وجہ سے یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صرف ان چیزوں کے بارے میں فکر مند ہے جو اس سے براہ راست جڑی ہوئی ہیں، جیسے کہ فرض نماز۔ نتیجے کے طور پر، وہ آسانی سے لوگوں کو غلط کرتے ہیں جبکہ ایسا کرنے کے سنگین نتائج کی تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ قیامت کے دن انصاف ہو گا۔ ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے نیک اعمال اپنے متاثرین کو دے اور اگر ضرورت پڑی تو اپنے متاثرین کے گناہ اٹھائے گا۔ یہ ممکنہ طور پر ظالم کو جہنم میں ڈالنے کا باعث بن سکتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس انجام سے بچنا چاہیے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے ذہنی سکون حاصل کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور یہ معاشرے میں انصاف اور امن کے پھیلاؤ کا سبب بھی بنے گا۔

باب 4 النساء، آیت 176

"...وہ آپ سے ایک [قانونی] حکم کی درخواست کرتے ہیں"

اس آیت میں اسلامی اور دنیاوی دونوں علم کو تلاش کرنے اور سمجھنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ دینی علم کے بارے میں، لوگوں کو ان مضامین پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا، جیسے کہ پڑوسی کے ساتھ سلوک۔ جن موضوعات پر قیامت کے دن بات نہیں کی جائے گی وہ غیر متعلقہ اور محض خلفشار تصور کیے جاتے ہیں۔ صرف وہی لوگ جو

پہلے ہی متعلقہ مضامین کے ساتھ مشغول ہیں غیر متعلقہ معاملات میں اپنا وقت لگانے کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ چونکہ تمام متعلقہ موضوعات پر مکمل طور پر عمل کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی کوششیں، وقت اور توانائی دینی علم کے ان پہلوؤں کی تحقیق اور اس پر عمل کرنے کی طرف صرف کریں جن سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا، باقی تمام چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے بعد مرکزی آیت ایک متعلقہ موضوع کی مثال فراہم کرتی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 176:

وہ تم سے ایک [قانونی] حکم مانگتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں اس کے بارے میں حکم دیتا ہے جس" کی نہ اولاد ہو اور نہ ہی اولاد ہو، اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو مگر ایک بہن ہو، تو اسے اس کا آدھا حصہ ملے گا، اور اگر وہ مر جائے اور اس کی کوئی دو بہنیں نہ ہوں تو اس کے دو بچے ہوں گے، لیکن اگر اس کی دو بہنیں ہوں گی اگر دونوں بہن بھائی ہوں تو مرد کو دو عورتوں کا حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ وراثت میں حصہ کا فیصلہ کرتا ہے جو ہر رشتہ دار کو ملتا ہے کیونکہ لوگ ہمیشہ اس سلسلے میں منصفانہ اور انصاف پسند ہونے کی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ، محدود علم کی وجہ سے، لوگ کبھی بھی وراثت کے مختلف حصص کا تعین نہیں کر پائیں گے تاکہ اپنی موت کے بعد اپنے رشتہ داروں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچا سکیں۔ آخر میں، جیسا کہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا اور عطا کی گئی ہے، اس لیے صرف وہی حق رکھتا ہے کہ وہ میت کے چھوڑے گئے وراثت کے حصے کا انتخاب کرے۔ لہذا کوئی مسلمان اسلام کے نظام وراثت پر اعتراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ جو شخص اپنے اثاثوں کو اپنی خواہشات کے مطابق دوسروں کے ساتھ بانٹنا چاہتا ہے وہ مرنے سے پہلے ایسا کرنے کے لیے آزاد ہے۔ باب 4 النساء، آیت 176:

”اللہ تم پر واضح کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

”...اگر دونوں بھائی بہن ہوں تو مرد کو دو عورتوں کا حصہ ملے گا ”

اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد فطری طور پر عورتوں پر برتر ہیں، جیسا کہ تاریخ نے متعدد خواتین کو دکھایا ہے جو مختلف پہلوؤں میں بہت سے مردوں کو پیچھے چھوڑتی ہیں۔ یہ ہدایت اس لیے جاری کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زیادہ ذمہ داریاں سونپی ہیں، جیسے گھر کا انتظام کرنا اس طرح خواتین کو ان فرائض سے فارغ کر دینا۔ جب مرد خواتین کے مقابلے میں نمایاں طور پر زیادہ مالی ذمہ داریاں برداشت کرتے ہیں تو دونوں جنسوں کو مساوی وراثت مختص کرنا ناانصافی ہوگی۔ باب 4 النساء آیت 34

مرد عورتوں کے نگہبان ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دیا ہے اور جو وہ "اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

باپ اپنی غیر شادی شدہ بیٹی کے روزمرہ کے اخراجات کا جوابدہ ہے، جبکہ ایک شوہر اپنی بیوی کے لیے یہ ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ باپ کے انتقال کی صورت میں ایک بھائی اپنی غیر شادی شدہ بہن کے لیے یہ فرض ادا کرتا ہے۔ غیر معمولی حالات میں جہاں ایک عورت کو اس کی مالی مدد کرنے کے لیے باپ، بھائی یا شوہر کی کمی ہو، اسے دوسرے قریبی رشتہ داروں سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ اگر کوئی قریبی رشتہ دار میسر نہ ہو تو اسلامی حکومت اس کی ضروریات پوری کرنے کی پابند ہے۔ غیر اسلامی ریاستوں میں، مسلم کمیونٹی کو خاندانی تعلقات سے قطع نظر اس کی حمایت کرنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی مالی ذمہ داریوں کی وجہ سے وراثت کا بڑا حصہ ان کے لیے مختص کیا ہے۔ یہ اصول ایک کمپنی میں دو ملازمین کی غیر مساوی تنخواہ کے مترادف ہے، جو ان کی مختلف ذمہ داریوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اس لیے مرد اور عورت کو وراثت میں مساوی حصہ دینا ناانصافی ہو گی جب ان کے مالی فرائض میں فرق ہو۔ مزید برآں، اگر کوئی

خاتون گھریلو اخراجات میں حصہ ڈالنے کا انتخاب کرتی ہے، تو اسے اس کی سخاوت کا صلہ دیا جائے گا۔ تاہم، اس سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وراثت کے قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، کیونکہ وہ گھریلو اخراجات میں حصہ ڈالنے کی پابند نہیں ہے۔ اگر اسے حصہ دینے پر مجبور کیا جائے تو وراثت کے قوانین متاثر نہیں ہوتے، لیکن جب تک وہ صبر سے کام لے گی تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدائی معاوضہ ملے گا۔ بالآخر، جیسا کہ اللہ رب العزت ہے اور عورت اس کی بندہ ہے، وہ اسے بہترین طریقے سے رزق دے گا، لیکن وراثت کے قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھنے والا اس کے فرمان کو عاجزی کے ساتھ قبول کرے گا۔

یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے، خواتین کو اکثر وراثت میں ملنے والی جائیداد کے طور پر سمجھا جاتا تھا، اور ان کے وراثت حاصل کرنے کے خیال کو مضحکہ خیز سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس غیر منصفانہ عمل کو ختم کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ خواتین کو وراثت کا لازمی حصہ ملے۔

جیسا کہ پہلے بات کی گئی ہے، اسلام افراد کی تشخیص ایک بنیادی معیار کی بنیاد پر کرتا ہے: اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی حقیقی اطاعت کی حد۔ اس میں ان پر عطا کردہ نعمتوں کو ان آداب کے ساتھ استعمال کرنا بھی شامل ہے جو اس کو پسند کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 13

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔“

مسلمانوں کو جنس، نسل اور سماجی طبقے جیسے عوامل کو معمولی سمجھنا چاہیے۔ ان معیارات پر انحصار نسل پرستی کو فروغ دیتا ہے اور مسلم کمیونٹی کو تقسیم کرتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ کسی شخص کے ارادے دوسروں کو نظر نہیں آتے ہیں، جس کی وجہ سے کسی کے ظاہری اعمال کی

بنیاد پر اس کی قدر کا اندازہ لگانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ لہذا، کسی کو اپنے یا دوسروں کے لیے برتری کا دعویٰ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کی اصلی نیت، قول اور عمل کو جانتا ہے۔ باب 53 عن نجم، آیت 32

”پس اپنے آپ کو پاکیزہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو، وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس سے ٹرتا ہے۔“

باب 4 النساء، آیت 176

”اللہ تم پر واضح کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے فائدے کے لیے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں اور ان پر عمل کریں، چاہے یہ تعلیمات ان کی ذاتی خواہشات سے متصادم ہوں۔ انہیں ایک عقلمند مریض کی طرح کام کرنا چاہئے جو اپنے ڈاکٹر کے طبی مشورے پر عمل کرتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے بہترین مفاد میں ہے باوجود اس کے کہ بعض دواؤں کے ناخوشگوار ہونے اور سخت غذائی طرز عمل کے باوجود۔ جس طرح یہ ہوشیار مریض بہترین ذہنی اور جسمانی صحت حاصل کر سکتا ہے، اسی طرح اسلامی اصولوں پر کاربند شخص بھی ہو سکتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس وہ حتمی علم ہے جو ہم آہنگ ذہنی اور جسمانی حالت کے حصول اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو مناسب طور پر ترجیح دینے کے لیے ضروری ہے۔ باب 4 النساء، آیت 176

”اللہ تم پر واضح کرتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

وسیع تحقیق کے باوجود، انسانی ذہنی اور جسمانی حالات کے بارے میں معاشرے کی اجتماعی تفہیم ہر ایک چیلنج سے پوری طرح نمٹ نہیں پاتی جس کا سامنا افراد کو ہوتا ہے۔ دستیاب رہنمائی ہر قسم کے ذہنی اور جسمانی تناؤ کو ختم نہیں کر سکتی اور نہ ہی یہ علم، تجربے، دور اندیشی اور تعصبات کی موروٹی حدود کی وجہ سے کسی کی زندگی میں لوگوں اور دنیاوی چیزوں کی درست ترجیح کی ضمانت دے سکتی ہے۔ یہ گہرا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، جسے اس نے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے ساتھ شیئر کیا ہے۔ یہ سچائی خاص طور پر اس وقت واضح ہوتی ہے جب اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی زندگیوں کا ان لوگوں سے موازنہ کیا جائے جو نہیں مانتے۔ اگرچہ بہت سے مریض اپنے علاج کی سائنسی بنیاد کو پوری طرح سے نہیں سمجھتے اور اس طرح اپنے ڈاکٹروں پر بھروسہ کرتے ہیں، تاہم، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلامی تعلیمات پر غور کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنی زندگیوں پر ان کے مثبت اثرات کو سراہیں۔ وہ ان تعلیمات پر اندھا اعتماد نہیں چاہتا۔ اس کے بجائے، وہ چاہتا ہے کہ لوگ واضح ثبوت کے ذریعے اپنی صداقت کو پہچانیں۔ تاہم اس کے لیے اسلام کی تعلیمات کے لیے غیر جانبدارانہ اور کھلے ذہن کے نقطہ نظر کی ضرورت ہے۔ باب 12 یوسف، آیت 108

کہو، "یہ میرا راستہ ہے؛ میں اللہ کی طرف بصیرت کے ساتھ دعوت دیتا ہوں، میں اور وہ لوگ جو"

"...میری پیروی کرتے ہیں"

اس کے علاوہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے روحانی دلوں کو کنٹرول کرتا ہے، ذہنی سکون کا گھر، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون اسے حاصل کرتا ہے اور کس کو نہیں۔ باب 53 عن نجم، آیت 43:

اور یہ کہ وہی ہنستا ہے اور روتا ہے۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو ذہنی سکون دے گا جو اس کی عطا کردہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی "بسر کریں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 500 سے زیادہ مفت ای بکس

500+ FREE English Books & Audiobooks / اردو کتب / کتب عربیة / Buku Melayu / বাংলা বই / Libros En Español / Livres En Français / Libri Italiani / Deutsche Bücher / Livros Portugueses:

<https://shaykhpod.com/books/>

Backup Sites for eBooks: <https://shaykhpodbooks.wordpress.com/books/>
<https://shaykhpodbooks.wixsite.com/books>
<https://shaykhpod.weebly.com>
<https://archive.org/details/@shaykhpod>

YouTube: <https://www.youtube.com/@ShaykhPod/playlists>

AudioBooks, Blogs, Infographics & Podcasts: <https://shaykhpod.com/>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

روزانہ بلاگز: www.ShaykhPod.com/Blogs
AudioBooks : <https://shaykhpod.com/books/#audio>
تصویریں: <https://shaykhpod.com/pics>
جنرل پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/general-podcasts>
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman>
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid>
اردو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/cast>
Podcasts: Live <https://shaykhpod.com/live>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں
<http://shaykhpod.com/subscribe>

